

شیعہ مذہب

المعروف

تحفہ جعفریہ

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ

محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ نوریہ حسینیہ ، جامعہ رسولیہ شیرازیہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان ابابکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفؤاد

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر مجھ سے بمنزلہ کان اور عمر بمنزلہ آنکھ اور عثمان بمنزلہ دل کے ہیں۔
(عیون اخبار الرضا ص ۲۲۲)

تحفہ جعفریہ

جلد چہارم

باب اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ پر کیے گئے اہل تشیع کے بقیہ مطاعن

باب دوم حضرت عمر فاروقؓ پر کیے گئے اہل تشیع کے بقیہ مطاعن

باب سوم حضرت عثمان غنیؓ پر کیے گئے اہل تشیع کے بقیہ مطاعن

تالیف:- مناظر اسلام شیخ الحدیث مولانا محمد علی مدظلہ العالی

مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج امیر روڈ لاہور

نام کتاب ——— تحفہ جعفریہ (جلد چہارم)

مصنف ——— محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ
بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

کتابت ——— راجہ محمد صدیق کیلیانوالہ شریف گوجرانوالہ

ہدیہ ———

نوٹ

کتاب ہذا تحفہ جعفریہ میں ہم نے ہر موضوع پر اپنے دعویٰ کا اثبات و استدلال صرف اور صرف کتب شیعہ سے ہی کیا ہے جن چند مقامات پر سنی کتب سے استناد کیا گیا ہے وہاں کتب شیعہ سے اس کی مضبوط تائید بھی پیش کی گئی ہے اور یہی اس کتاب کا طرۂ امتیاز ہے۔

مکتبہ نوریہ حسینیہ

جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ

امیر روڈ بلال گنج لاہور فون: 7227228

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الواصلین پیری ومرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار کیلیانوالہ شریف اور نگہدارِ ناموسِ اصحابِ رسول محبِّ اولادِ بتول پیرِ طریقت رہبرِ شریعت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیلیانوالہ شریف کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول ومفید اور میرے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین:

احقر العباد

محمد علی عفا اللہ عنہ

فہرست مضامین تحفہ جعفریہ

جلد چہارم

بابُ اوّل

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اہلِ تشیع کے

بقیہ مطاعن

طعن چہارم

ابوبکر کو ہجرت مدینہ کے وقت حضور نے ساتھ نہیں لیا تھا۔ بلکہ وہ خود راستہ میں شریک ہوئے

ہجرت کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر سے کوئی مشورہ نہیں لیا۔ اور نہ ہی ان کے گھر آپ تشریف لے گئے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر خلافت

تحقیق مقام یہی ہے کہ حضرت ابوبکر راستہ میں آکر شریک سفر ہوئے۔ حضرت عائشہ اور اسماءؑ کی وہ روایات جن میں پایا جاتا ہے کہ حضور حضرت ابوبکر کے گھر گئے۔ وہاں سے خود ابوبکر کے راستہ سے دونوں بصلاح و مشورہ ایک ساتھ نکلے خلاف قرآن و حدیث ہے۔ کیونکہ اولاً تو سرداران قریش کا جو خفیہ اجلاس دار الندوہ میں ہوا تھا۔ وہ مورخہ ۲۷ صفر ۱۳ء روز پنجشنبہ،

۱۲ ستمبر ۶۲۲ء کو ہوا تھا۔ اور اسی رات حضرت کے قتل کی تدبیر ٹھہری۔
دیکھو رحمۃ للعالمین ص۸۰ جلد اول اور تاریخ ص۲۰ جلد ۲ میں صاف تصریح ہے۔ جبرئیل نے بعد مشورہ آکر فرمایا۔ لَا تَبِتِ اللَّیْلَةَ عَلٰی فِرَاشِكَ ۔ آج کی رات اپنے بستر پر نہ سو۔ اور یہ بھی وضاحت موجود ہے کہ اسی دن بوقت شام وہ حضور کے دروازہ پر جمع ہونا شروع ہو گئے اور بالاتفاق یہ تمام تاریخوں میں ذکر ہے کہ جب حضور رات کے وقت ہجرت کے لیے نکلے ہیں تو اپنے گھر سے سورۂ یٰسین کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرتے ہوئے کفار کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے نکلے ہیں اور سیدھے غار کو گئے۔ اور تفسیر ابن کثیر ص۱۷۱ پر موجود ہے کہ:

فَكَانَ مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِیْ ذٰلِكَ الْیَوْمِ مِمَّا كَانُوْا اجْتَمَعُوْا لَهٗ قَوْلُهٗ تَعَالٰی وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا الخ فَاَذِنَ اللّٰهُ لِنَبِیِّهٖ عِنْدَ ذٰلِكَ بِالْهِجْرَةِ ۔

کہ جس روز اجتماع کفار ہوا۔ اسی دن آیت ہجرت اتری اور اُسی دن اذن ہجرت ہوا۔ لہٰذا قبل اطلاع اور قبل اذن صلاح اور مشورے کیسے؟ سیدھی بات ہے کہ مشرکین مشورہ کر کے ابھی منتشر ہونے ہی تھے کہ جبرئیل آیا۔ کہ آج بستر پر نہ سونا۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خلیفہ کے سپرد امانتیں کرنے لگے۔ اور اپنا جانشین بنا کر چلے گئے۔ حضرت ابوبکر کو افراتفری میں معلوم ہوا کہ آپ چلے گئے ہیں۔ آپ بھی پیچھے جا کر شریک سفر ہو گئے۔ مکمل سفر کا انتظام بعد میں ہوا۔

(تفسیر خلافت تصنیف مولوی اسماعیل شیعی
ص۱۴۵-۱۴۶ مطبوعہ فیصل آباد)

تہذیب المتین

اس کتاب میں یہاں تک موجود ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو۔

(ابوبکر صدیق) راستہ میں سے خود پکڑ لیا اور ساتھ لے لیا کیونکہ خطرہ تھا کہ وہ کوئی فتنہ کھڑا نہ کر دیں۔

(تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین
جلد اوّل ص۴۹)

جواب اوّل۔

اہل تشیع کے اس طعن کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ان بدنصیبوں کو حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال سے کس درجہ حسد و بغض ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سفر ہجرت کرنا ایسا عظیم اور واضح واقعہ ہے۔ جس کو شیعہ سنی دونوں کی معتبر کتب نے ذکر کیا ہے۔ لیکن اہل تشیع کو قلق اور اضطراب اس امر کا ہے کہ تمام صحابہ کرام میں سے بوقت ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور صحبت ابوبکر صدیق کو نصیب کیوں ہوئی۔ اس سفر میں اہل بیت میں سے کوئی ایک فرد بھی آپ کے ساتھ نہ تھا اور یہ بھی ان کو برا لگتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو ایسے سفر میں اپنے ساتھ کیوں لیا؟۔

مگر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مامور من اللہ تھے۔ آپ نے یہ سب کچھ اللہ رب العزت کے حکم سے کیا۔ اس طرح خداوند قدوس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قسمت میں یہ سعادت لکھ دی تھی لیکن ان منہ کالوں ورسینہ جلوں کو ابوبکر صدیق کی فضیلت اور ان کی مقبولیت سے پیٹ میں سُول اٹھتا ہے اور مختلف حیلوں اور مکروں کو کام میں لا کر اس بات کی سرتوڑ کوشش کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات کو کسی نہ کسی طریقہ سے داغدار کیا جاوے۔ کبھی یہ حیلہ تراشتے ہیں کہ ابوبکر صدیق اس لیے حضور کے ساتھ ہو لیے تھے۔ تاکہ آپ کی جاسوسی کرتے اور کفار کو اس سے آگاہ کرتے۔ یعنی راستہ میں کھڑے تھے کہ کفار کے لیے جاسوسی کرتے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خدشہ کے پیش نظر انہیں ساتھ لے لیا کہ کہیں یہ فتنہ نہ کھڑا کر دیں۔ یہ حیلہ دیگران کی معتبر کتاب تہذیب المتین جلد اول ص ۴۹

مطبوعہ یوسفی دہلی میں درج ہے اور کبھی یہ مکر گھڑا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب ہجرت حضرت علی المرتضیٰ کو اپنے بستر پہ آرام کرنے اور امانتیں اُن کے مالکوں کو ادا کرنے کا حکم دیا۔ اور خود سفر ہجرت پر تنہا ہی روانہ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ابوبکر صدیق جناب علی المرتضیٰ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں راستہ سے ہجرت کر گئے ہیں۔ یہ سُن کر ابوبکر صدیق بھی اسی راستہ پر آپ کے پیچھے چل پڑے اور غارِ ثور میں آپ کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو گئے وغیرہ وغیرہ۔

ان دونوں مکروفریب کی پلندہ عبارات کو ذرا غور سے ملاحظہ کیا جائے تو عجیب غریب انکشافات سامنے آئیں گے۔ ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (بقول معترض) جاسوس تھے اور ان کی جاسوسی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو خطرہ تھا تو ایسے جاسوس اور ذاتی دشمن کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا راستہ کیوں بتایا تھا؟

بحار الانوار۔

فَجَآءَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَآئِمٌ وَاَبُوْبَكْرٍ يَحْسَبُ اَنَّهٗ نَبِيُّ اللهِ فَقَالَ اَيْنَ نَبِيُّ اللهِ فَقَالَ عَلِيٌّ اِنَّ نَبِيَّ اللهِ قَدِ انْطَلَقَ نَحْوَ بِئْرِ مَيْمُوْنٍ فَاَدْرِكْهُ قَالَ فَانْطَلَقَ اَبُوْبَكْرٍ فَدَخَلَ مَعَهُ الْغَارَ۔

(بحار الانوار جلد ۱۹ ص ۸۰ باب الہجرۃ و مبادیہا مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے

پاس آئے حضرت علی اس وقت سو رہے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔ (جب حضرت علی بیدار ہوئے) تو ابو بکر صدیق نے انہیں پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ جواب دیا آپ میمون کنوئیں کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر ابو بکر صدیق اسی راستہ چل پڑے۔ اور غار ثور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔

دوسری بات اس مکر و فریب میں یہ بھی ہے کہ اس سے الٹی حضرت ابو بکر صدیقؓ کی فضیلت ثابت ہوئی۔ وہ یوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کفار جب جانی دشمن تھے اور ہر قیمت پر آپ کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ ایسے آڑے وقت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمات اور پورے سفر میں معیت انکی جاں نثاری کی عظیم مثال ہے۔ اگر جاسوس ہوتے تو راستہ میں کسی وقت اور کسی مقام پر اپنا کام کر دکھاتے۔ لیکن اس کی بجائے انھوں نے غلامانہ طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہر پریشانی خندہ پیشانی سے قبول کی۔

اسی سفر ہجرت میں (بحوالہ البدایۃ والنہایۃ جلد ۳ صـ۱۷۹ مطبوعہ طبع قدیم) مذکور ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سفر ہجرت کے وقت اپنے گھر کا تقریباً تمام سامان فروخت کر دیا۔ اور اس سے ملنے والی رقم اپنے ساتھ لے لی اور اس سفر پر جاتے وقت اپنے والدین و اہل و عیال کی پرواہ تک نہ کی۔ دشمنان مصطفےٰ کی دشمنی سے بے نیاز تین دن تک غار میں حضور کے ساتھ رہے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اس دوران ان کی خوراک کا اہتمام کرتی رہیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام دودھ لانے کی خدمات سر انجام دیتا رہا۔ اور انھی کے صاحبزادے وقتاً فوقتاً کفار مکہ اور دشمنان اسلام کی تازہ سازشوں سے آگاہ کرتے رہے۔ ان تمام واقعات کو مد نظر رکھ کر ہر ذی ہوش اور صاحب عقل و خرد یہی فیصلہ کرے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کوئی جاسوس نہیں۔ بلکہ آپ کا بہی خواہ اور جاں نثار ہی کر سکتا ہے۔ اور اس سے اس کا عشق و محبت پھوٹتا

نظر آتا ہے۔ لیکن عقل کے اندھوں اور ہوش و حواس پر پردے پڑے ہوئے ہمارا ان قوم کو کچھ اور ہی سوجھا۔ کتب شیعہ کی عبارات امور بالا کی تائید میں ملاحظہ ہوں۔

منہج الصادقین

از عروہ روایت است کہ ابوبکر را گوسفندے چند بود بعد نماز شام عامر بن فہیرہ آں گوسفنداں را بر در غار راندے وایشاں از شیر گوسفنداں خوردندے و قتادہ گوید کہ عبدالرحمٰن در خفیہ بامداد و شبانگاہ آمدے و برائے ایشاں طعام آوردے۔

(منہج الصادقین جلد ۴ صفحہ ۲۷۱ مطبوعہ تہران طبع قدیم)۔

ترجمہ۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں چند بکریاں تھیں۔ نماز مغرب کے بعد عامر بن فہیرہ ان بکریوں کو غارِ ثور پر لاتے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کا دودھ نوش فرماتے۔ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر کے فرزند حضرت۔ عبدالرحمٰن روزانہ صبح و شام خفیہ طریقہ سے آتے۔ اور ان حضرات کے لیے کھانے کا بندوبست کرتے۔

منتخب التواریخ

الحاصل پیغمبر سہ شبانہ روز میان غار بود تا مشرکین مایوس شدند از آنحضرت در این سہ شب اسماء ذوالنطاقین دختر ابی بکر زوجہ زبیر بن عوام از برائے آں حضرت آب و نان در غار حاضر میکرد

(منتخب التواریخ ص۴۵ باب اول
مطبوعہ تہران طبع جدید)۔

ترجمہ:

خلاصہ یہ کہ (حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) تین رات دن تک غارِ ثور میں رہے۔ حتیٰ کہ مشرکین ناامید ہو گئے۔ ان تین شب و روز میں اسماء ذوالنطاقین جو ابوبکر صدیق کی بیٹی اور زبیر بن عوام کی بیوی تھیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا پینا اُس غار میں فراہم کرتی رہیں۔

اہلِ تشیع کی معتبر کتب کے حوالہ جات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سفرِ ہجرت میں حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے اہل و عیال کی خدمات بے لوث اور محبت و عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جیتی جاگتی تصویر ہیں مگر دشمن اور حاسد ان خوبیوں کو دیکھ کر حسد کی آگ میں جلتا اور مارے غم کے سینہ کوبی کرتا ہے۔ واقعہ ہجرت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفعت و عظمتِ شان کا ایک مینار ہے لیکن عقل و باطن کے اندھوں کو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات (جو فنافی الرسول تھے) پر ناروا اور ناجائز الزام دھرتے ہیں۔ کسی نے "شاہد الحق کی شان" میں کہا تھا۔ ؎

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

جواب دوم: ہجرتِ مدینہ "ابوبکر صدیق رض کے مشورے سے ہوئی۔

اہلِ تشیع کا یہ کہنا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جاسوسی کی غرض سے راستہ میں کھڑے تھے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خطرہ کے پیشِ نظر ان کو ساتھ لے لیا۔ یہ اتنا بڑا مکر اور بہتان ہے کہ یقیناً شیطان بھی سن کر کانپ گیا ہوگا۔ ان کے اس مکر اس کی تردید خود ان کی کتب میں بھی موجود ہے۔ یعنی یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے کاشانۂ مقدسہ سے

چلنے سے پہلے ہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے یہ عہد لیا تھا کہ صبح ہم دونوں اکٹھے سفر پر روانہ ہوں گے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

مروج الذہب۔

فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَکَّۃَ وَمَعَہٗ اَبُوْبَکْرٍ وَعَامِرُ بْنُ فُھَیْرَۃَ مَوْلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَرِیْقِطِ الدِّیْلِیِّ دَلِیْلٌ لَھُمْ عَلَی الطَّرِیْقِ۔

(۱۔ مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۲۷۹ ذکر ہجرتہ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔)

(۲۔ چہاردہ معصوم جلد اول ص ۳۷۹ تذکرہ مہاجرت امیر المؤمنین مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے چلے تو ابوبکر صدیق اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ آپ کے ہمسفر تھے اور عبداللہ بن اریقط راستہ دکھانے کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔

مناقب ابن شہر آشوب۔

وَاسْتَتْبَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبَابَکْرٍ وَھِنْدَ ابْنَ اَبِیْ ھَالَۃَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ

فُہَیْرَۃَ وَ دَلِیْلُہُمْ اُرَیْقَطُ اللَّیْثِی۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد اوّل
ص۱۸۳ فی ہجرتہ علیہ السلام مطبوعہ قم
طبع جدید)

ترجمہ۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کے سفر میں حضرت ابوبکر آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ ہند بن ابی ہالہ اور عبداللہ بن فہیرہ بھی ساتھ تھے۔ اور اریقط اللیثی راستہ کی نشاندہی پر مامور تھا۔

امالی طوسی۔

وَاسْتَتْبَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (ص) اَبَا بَکْرِ بْنَ اَبِیْ قُحَافَۃَ وَ ہِنْدَ ابْنَ اَبِیْ ہَالَۃَ وَاَمَرَہُمَا اَنْ یَقْعُدَا لَہٗ بِمَکَانٍ ذَکَرَہٗ لَہُمَا مِنْ طَرِیْقٍ اِلَی الْغَارِ۔۔۔۔۔ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (ص) فِیْ فَحْمَۃِ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَۃِ وَالرَّصَدُ مِنَ الْقُرَیْشِ قَدْ اَطَافُوْا بِدَارِہٖ یَنْتَظِرُوْنَ اِلٰی اَنْ تَنْتَصِفَ اللَّیْلُ وَتَنَامُ الْاَعْیُنُ فَخَرَجَ وَھُوَ یَقْرَاُ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ وَجَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْہِمْ سَدًّا وَ مِنْ خَلْفِہِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنَاھُمْ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ وَاَخَذَ بِیَدِہٖ قَبْضَۃً مِنْ تُرَابٍ فَرَمٰی بِھَا عَلٰی رُءُوْسِہِمْ فَمَا شَعَرَ الْقَوْمُ بِہٖ حَتّٰی تَجَاوَزَھُمْ وَمَضٰی حَتّٰی اَتٰی اِلٰی ھِنْدٍ وَاَبِیْ بَکْرٍ فَاَنْہَضَہُمَا فَنَہَضَا

مَعَہٗ حَتّٰی وَصَلُوْا اِلَی الْغَارِ ۔

(امالی شیخ طوسی تصنیف ابو جعفر محمد بن الحسن طوسی شیعی جلد دوم صفحہ ۸۰ مطبوعہ قم طبع جدید)۔

ترجمہ۔

شب ہجرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ اور ہند بن ابی ہالہ بھی تھے اور آپ نے ان دونوں کو غارِ ثور کے راستہ میں ایک مکان (جگہ مخصوص) پر ٹھہرنے کا حکم فرمایا کہ ان کا انتظار کریں (خود روانہ ہو گئے) اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سیاہ رات کے آخری حصہ میں اپنے کاشانۂ اقدس سے بعزم ہجرت باہر نکلے۔ قریش کی ایک جماعت آپ کے درِ اقدس کا محاصرہ باندھ کر انتظار میں تھی۔ (کہ جب بھی آپ باہر نکلیں ان پر قاتلانہ حملہ کر دیا جائے) حتّٰی کہ رات تقریباً آدھی ہو گئی اور لوگ گہری نیند سو گئے۔ اتنے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سورہ یٰسین کی یہ آیت پڑھتے ہوئے باہر نکلے: وجعلنا من بین ایدیھم سدا الخ اور اپنے دستِ اقدس میں مٹھی بھر مٹی لے کر اس میں پھونک ماری اور محاصرہ کرنے والوں کی طرف پھینک دی جس کا اثر یہ ہوا کہ ان محاصرین کو آپ کے بارے میں گھر سے نکلنے کا قطعاً علم نہ ہو سکا۔ حتّٰی کہ آپ وہاں سے کافی دور چلے گئے۔ پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم، ہند اور ابوبکر کے پاس تشریف لائے انھیں جگایا۔ اور یہ دونوں آپ کے ساتھ ہو لیے۔ یہاں تک کہ چلتے چلتے تینوں غارِ ثور تک آ گئے۔

بحار الانوار۔

لَمَّا تَوَجَّہَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ اِلَی الْغَارِ وَ

مَعَہٗ اَبُوْبَکْرٍ۔ (بحار الانوار جلد ۱۹ صفحہ ۵۵ باب الھجرۃ ومبادیہا مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔

جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور کی طرف متوجہ ہوئے اس حال میں آپ کے ساتھ ابوبکر صدیق بھی تھے۔

بحار الانوار

ثُمَّ قَالَ فِی الْمُنْتَقٰی وَرُوِیَ بِالْاِسْنَادِ الْمُتَّصِلِ عَنْ حِرَامِ بْنِ هِشَامِ بْنِ حُبَیْشٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ لَمَّا خَرَجَ مُهَاجِرًا مِنْ مَّكَّةَ خَرَجَ هُوَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَمَوْلٰی اَبِیْ بَكْرٍ عَامِرُ بْنُ فُهَیْرَةَ وَدَلِیْلُهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْاُرَیْقِطِ۔

(بحار الانوار جلد ۱۹ صفحہ ۴۱ باب الھجرت۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔

پھر منتقی میں کہا۔ اور متصل اسناد سے حضرت حرام بن ہشام بن حبیش سے مروی ہے۔ وہ اپنے باپ اور وہ اپنے والد سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے، روایت کرتے ہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کی نیت سے چلے تو آپ کے ساتھ ابوبکر صدیق، ان

کے غلام عامر بن فہیرہ بھی تھے اور راستہ دکھانے والا عبد اللہ بن اریقط تھا۔

اہلِ تشیع کی مندرجہ بالا روایات سے دو باتیں سامنے آتی ہیں۔ اول یہ کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم مکہ شریف سے ہجرت کی نیت کر کے باہر نکلے تو پہلے سے متعین جگہ میں موجود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور انھیں سفرِ ہجرت میں اپنے ساتھ لے لیا حتیٰ کہ یہ تینوں (بلکہ چاروں) غارِ ثور تک پہنچ گئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے نکلتے وقت ہی ان حضرات کو اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ بظاہر یہ دو روایات مختلف نظر آتی ہیں۔ لیکن ان میں تطبیق کی صورت نکل سکتی ہے۔ وہ یوں کہ جس معین مقام میں ابوبکر صدیق اور ان کے غلام منتظر تھے۔ وہ مقام سفرِ ہجرت کے راستہ میں مکہ پاک کے اندر شہر کے کسی حصہ میں واقع ہو۔ تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر حضرت علی المرتضیٰ کو سُلا کر اور امانتیں ان کے سپرد کر کے سفر کیلئے روانہ ہوئے ہوں۔ لیکن جو معترض نے پھونک ماری کہ حضرت ابوبکر صدیق بغرض جاسوسی راہ میں کھڑے تھے تو فتنہ وخوف کے پیشِ نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ساتھ لے لیا۔ اس امر کی دُور تک بھی بُو نظر نہیں آتی۔

اس وضاحت کے بعد میں ان معترضین اور ان کے ہمنوالہ وہم پیالہ لوگوں سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ تمہاری کتب سے پیش کردہ روایات کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ یہ غلط ہیں تو ان کی غلطی کی نشاندہی کی جائے اور اگر صحیح ہیں جیسا کہ خود تمہارے محقق و مجتہد ملا باقر مجلسی نے اس کی سند کو متصل قرار دیا۔ تو اس تصحیح کے بعد چودھویں صدی کی خرافات کا شہنشاہ اور دنیائے شیعیت کا دیمک خوردہ ستون "اسماعیل شیعہ" اگر چاند پر تھوکنے کی جسارت کر گیا اور اپنے منہ پر سیاہی مل گیا تو یہ اس کی قسمت اور تقدیر میں لکھا تھا۔ اس سے سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت قطعاً داغدار نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی زندگی کا یہ ایسا عظیم واقعہ ہے جس پر سبھی صحابہ کرام کو

رشک تھا حتیٰ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنی تمام نیکیاں صرف ایک اس نیکی پر دینے کے لیے تیار تھے۔ اسی سفر میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب ابوبکر کو لقب صدیق عطا فرمایا۔ لیکن ان جھوٹ میں پلنے والوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے لفظ صدیق کا استعمال کرنا نہایت دکھ دیتا ہے۔ اس لیے اس لقب کو مٹانے اور ختم کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کاش! کہ جس شخصیت کی طرف اپنے مذہب کی نسبت کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کا ارشاد ان کے کانوں میں پڑتا اور اُسے قبول کرنے کی جسارت کرتے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے "صدیق" کی وجہ تسمیہ میں فرمایا۔

بحارالانوار۔

عَنْ خَالِدِ بْنِ نَجِيحٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ جُعِلْتُ فِدَاكَ سَمّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ صِدِّيْقًا؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ قَالَ حِيْنَ كَانَ مَعَهٗ فِي الْغَارِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَرٰى سَفِيْنَةَ جَعْفَرَ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ تَضْطَرِبُ فِي الْبَحْرِ ضَالَّةً، قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّكَ لَتَرَاهَا؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَقْدِرُ اَنْ تُرِيْنِيْهَا؟ قَالَ اُدْنُ مِنِّيْ قَالَ فَدَنَا مِنْهُ فَمَسَحَ عَلٰى عَيْنَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُنْظُرْ فَنَظَرَ اَبُوْبَكْرٍ فَرَاَى السَّفِيْنَةَ وَهِيَ تَضْطَرِبُ فِي الْبَحْرِ ثُمَّ نَظَرَ اِلٰى قُصُوْرِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الصِّدِّيْقُ اَنْتَ۔

(بحارالانوار جلد ۱۹ صفحہ ۷۱ باب الہجرۃ

وما فیہا مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ۔

خالد بن نجیح کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ میں آپ پر قربان! کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کا نام "صدیق" رکھا تھا؟ کہنے لگے۔ ہاں۔ پوچھا۔ کیا وجہ بنی تھی؟ کہنے لگے۔ جب ابوبکر صدیق غار ثور میں ہجرت کے وقت آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ تو انہیں فرمایا۔ میں جعفر بن ابی طالب کی کشتی کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ سمندر میں دائیں بائیں جھک کر چلتی جا رہی ہے اور وہ راستہ بھول چکی ہے۔ ابوبکر صدیق نے پوچھا۔ حضور! آپ واقعی یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ پھر پوچھا کیا آپ مجھے بھی دکھا سکتے ہیں؟ فرمایا۔ میرے قریب آؤ۔ ابوبکر صدیق آپ کے قریب ہو گئے۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔ دیکھو (کچھ نظر آ رہا ہے) ابوبکر نے نظر اٹھائی تو سمندر میں پریشان کشتی نظر آ گئی۔ پھر مدینہ والوں کے محلات کو دیکھا تو اس پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا۔ "تم صدیق ہو"۔

ابوبکر رضی کی وہ صدیقیت" کے واقعہ میں ملا باقر مجلسی کی بدطینتی

بحارالانوار کی سطور بالا آپ نے ملاحظہ فرمائیں۔ جس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صدیقیت کی وجہ تسمیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی زبان اقدس سے بیان کی گئی۔ لیکن اس واقعہ میں حقیقت کو مسخ اور سورج کو گہنا دینے کی ملا باقر مجلسی نے گھناؤنی اور فطرتی خبث کی صفت کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی طرف سے یہ لکھا کہ:

ابوبکر نے مدینہ کے محلات اور مکانات دیکھ کر اپنے دل سے کہا۔ اے دل! میں نہ کہتا تھا کہ یہ شخص ... (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) جادوگر ہے۔

تو دل نے جواب دیا۔

ہاں اب میں ان کے جادوگر ہونے کی تصدیق کر رہا ہوں۔ ملا باقر کی چالاکی ہے کہ اس نے ان الفاظ کو اپنی طرف سے گھڑ کر روایت مذکورہ میں داخل کر دیا۔ اور اس طرح بددیانتی کا گھناؤنا جرم کیا۔ کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس بات کو عقلاً و نقلاً کسی طرح بھی درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ از روئے عقل اس لیے درست نہیں کہ اگر واقعی ابوبکر صدیق آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو جادوگر سمجھتے تو ہجرت کے وقت اپنا مال ومتاع اور اہل وعیال بلکہ خود اپنی ذات کو داؤ پہ نہ لگاتے۔ اور نقلاً اس لیے کہ ملا باقر مجلسی تو بعد کی پیداوار ہے اس کے بہت پہلے کا ایک شیعہ مفسر صاحب تفسیر قمی نے ان زائد الفاظ کو اپنی تفسیر میں ذکر نہیں کیا۔ وہاں صرف اس قدر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو انھوں نے وہ واقعہ دیکھ لیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں یہ سب کچھ "صدیق" ہونے کی وجہ سے نظر آیا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ سفر ہجرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے طے پایا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معہ ان کے غلام ساتھ لیا اور پھر اللہ رب العزت نے ان کے بارے میں آیات نازل فرمائیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی واحد شخصیت ہے جنھیں قرآن نے "صاحب رسول" کہا ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں "لقب صدیق" عطا فرمایا۔ مختصر یہ کہ شان صدیق ہم اہلسنت کے لیے اسقدر عظیم ہے کہ بے مثال و بے نظیر ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب قارئین وناظرین کو محبت صدیق اکبر عطا فرمائے اور قبر وحشر میں ان کی رفاقت وصحبت عطا فرمائے۔ آمین۔

(فاعتبروا یااولی الابصار)

جواب سوئم:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت میں ابوبکرؓ کو ساتھ لے جانے کا حکم دیا

اسماعیل شیعی کا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جاسوس قرار دینا محض اس کی اپنی اختراع ہے۔ جیسا کہ تہذیب المتین کا حوالہ ذکر ہو چکا ہے۔ اس اختراع کی حقیقت کتب شیعہ میں موجود ہے۔ حضور ختمی مرتبت صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر ہجرت کے دوران ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت کچھ تعریفی الفاظ ارشاد فرمائے۔ کتب شیعہ سے اس کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

حیات القلوب۔

خدا ترا امر میکند کہ علی را در جائی خود بخوابانی ومیفرمائید کہ منزلت او منزلت اسماعیل ذبیح است از ابراہیم خلیل او جان خود را فدائے جان تو ورو ح خود را وقایہ روح تو میگرداند ترا امر کردہ است کہ ابوبکر را ہمراہ خود ببری۔

(حیات القلوب جلد دوم صد ۱۵۹،
باب ۲۷ در ہجرت آنحضرت ﷺ سوئے
مدینہ)

ترجمہ۔

یارسول اللہ! آپ کو اللہ پاک حکم دیتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ (اپنے بستر پر) سُلادیں۔ اور یہ بھی فرماتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کا مقام آپ کے ساتھ وہ مقام ہے جو اسماعیل ذبیح اللہ کا اپنے والد حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ساتھ تھا۔ علی نے اپنی جان آپ کی جان کی حفاظت

پر قربان کر دی اور اپنی روح کو تمہاری روح کی حفاظت میں لگا دیا۔
اور اللہ نے آپ کو یہ حکم بھی دیا ہے۔ کہ ابوبکر صدیق کو اپنے ساتھ لے لو۔

حوالہ بالا سے معلوم ہوا کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے ساتھ سفر ہجرت میں لیا۔ کہاں اللہ کا حکم اور کہاں جاسوسی کے خطرہ کے پیش نظر شریک سفر کرنا؟ کچھ تو عقل و فہم سے کام لو۔ مزید سنیئے۔

بحار الانوار

وَاَمَرَكَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهُ اِنْ اٰنَسَكَ وَسَاعَدَكَ وَاٰزَرَكَ وَثَبَتَ عَلٰى مَا يُعَاهِدُكَ اَوْ يُعَاقِدُكَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَائِكَ وَفِيْ غُرَفَاتِهَا مِنْ خُلَصَائِكَ ....
ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ لِاَبِيْ بَكْرٍ اَرَضِيْتَ اَنْ مَعِيْ يَا اَبَا بَكْرٍ تُطْلَبُ كَمَا اُطْلَبُ وَ تُعْرَفُ بِاَنَّكَ اَنْتَ الَّذِيْ تَحْمِلُنِيْ عَلٰى مَا اَدَّعِيْهِ فَتَحْمِلُ عَنِّيْ اَنْوَاعَ الْعَذَابِ؟ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَّا اَنَا لَوْ عِشْتُ عُمَرَ الدُّنْيَا اُعَذَّبُ فِيْ جَمِيْعِهَا اَشَدَّ عَذَابٍ لَا يَنْزِلُ عَلَيَّ مَوْتٌ صَرِيْحٌ وَلَا فَرَجٌ مُتِيْحٌ وَكَانَ ذٰلِكَ فِيْ مَحَبَّتِكَ لَكَانَ ذٰلِكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَتَنَعَّمَ فِيْهَا وَاَنَا مَالِكٌ لِجَمِيْعِ مَمَالِكِ مُلُوْكِهَا فِيْ مُخَالَفَتِكَ وَهَلْ

اَنَا وَ مَالِیْ وَ وَلَدِیْ اِلَّا فِدَاءُ كَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ لَاجَرَمَ اَنْ اِطَّلَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِكَ وَ وَجَدَ مَا فِیْهِ مُوَافِقًا لِّمَا جَرٰی عَلٰى لِسَانِكَ جَعَلَكَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَ مَنْزِلَةِ مِنَ الْبَدَنِ۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۱۹ صد ۸۱ باب الہجرۃ و مبادیہا۔ مطبوعہ ایران صد ۲۳۱ طبع قدیم۔)

(۲۔ تفسیر امام حسن عسکری زیر آیت او کلما عٰھدوا عھدا نبذہ۔ صد ۲۳۱ طبع قدیم)۔

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے لو۔ سو اگر وہ تمہارے ساتھ اُنس و محبت سے پیش آئیں اور تمہارا بازو بن کر تمہارا بوجھ ہلکا کریں اور آپ کے ساتھ کیے گئے تمام معاہدات و معاملات پر ثابت رہیں تو وہ آپ کے رفیقوں کے ساتھ جنت میں جائیں گے اور مخلصین کے ساتھ جنت کے اعلیٰ محلات میں ہوگی۔ ..... پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ اے ابوبکر! کیا نہیں پسند ہے کہ جس طرح کافر مجھے ڈھونڈ رہے ہوں۔ تم بھی ان کے مطلوب ہو جاؤ۔ اور تمہارے بارے میں یہ بات مشہور ہو جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کام پر ابھارنے والے اور رغبت دینے والے ابوبکر صدیق ہیں۔ پھر اس

کی وجہ سے تم مصائب اور تکالیف کا بوجھ اٹھاؤ؟ جواباً ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ حضور! آپ مجھ سے پوچھتے ہیں۔ اگر میں عمر بھر زندہ رہوں۔ اور تا قیامت سخت ترین تکالیف کا نشانہ بنایا جاؤں۔ نہ ان تکالیف میں مجھے موت آئے کہ چھٹکارا مل جائے اور نہ ہی کوئی دوسرا راستہ سامنے آئے کہ جس پر چل کر تکلیفیں ختم ہو جائیں اور یہ سب کچھ آپ کی محبت میں پیش آئے تو میرے لیے یہ سب کچھ اس سے کہیں بہتر ہے کہ اس دنیا کی نعمتیں میرے پاس ہوں۔ اور تمام بادشاہوں کی حکومتیں مل جائیں۔ لیکن آپ کی دشمنی کے عوض۔ اور کیا میں خود اور میرا سارا مال اور اہل وعیال آپ پر فدا نہیں؟ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یقیناً اللہ کریم تمہارے دل پر مطلع ہے۔ اور اس نے جو کچھ تم زبان سے کہہ رہے ہو۔ دل میں بھی اسی کے موافق جذبات وتصورات پائے۔ اس اللہ کریم نے تجھے میرے ساتھ وہ مقام ومرتبہ عطا کر دیا جو جسم کے ساتھ آنکھ، کان اور سر کا ہوتا ہے اور جیسا روح کا بدن کے ساتھ ہوتا ہے۔

عبارت مذکورہ سے اولاً یہ ثابت ہوا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے رب العزت کے حکم سے سفر ہجرت میں ساتھ لیا اور دوسری بات یہ کہ ابوبکر صدیق کی جانی مالی اور دیگر خدمات کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا وآخرت میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص الخاص رفیقوں میں شامل کر دیا اور تیسری بات یہ کہ آپ نے ان کی عظمت ومنزلت یوں کہہ کر بیان فرمائی کہ میں اگر جسم ہوں تو صدیق اس کے کان، آنکھ اور سر ہیں میں اگر روح ہوں تو صدیق اس کا بدن ہیں۔ یعنی جس طرح آنکھ کان اور سر کی ایذاء جسم کی ایذاء اور بدن کی تکلیف روح کی تکلیف ہوتی ہے اسی طرح ابوبکر صدیق کو دکھ پہنچانے والا دراصل مجھے ستا رہا ہے اور ان کو برا بھلا کہنے والا میرے ساتھ ایسا سلوک کر رہا ہے۔

کہیئے معترض صاحب! ابوبکر صدیق کو "جاسوس" کہہ کر کس کو ناراض اور کس کو خوش کر

رہے ہو۔ ان کی صداقت سے انکار کے بہانے تلاش کرنے والو کس روش پر چل رہے ہو؟ گمراہی کی پٹی آنکھوں پر سے ہٹاؤ۔ تعصب اور صحابہ کرام کی دشمنی کا مرض ذہن سے دور کرو اور اللہ تعالیٰ سے گزشتہ گناہوں اور گستاخیوں کی صدق دل سے معافی چاہتا ہوں۔ ابھی در توبہ کھلا ہے۔ ممکن ہے آخرت سدھر جائے، لیکن ے

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشند خدائے بخشندہ

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب چہارم۔

بحار الانوار کے مذکور حوالہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ قابل غور ہیں "کیا تمہیں منظور ہے۔ کہ جس طرح میں کفار مکہ کو مطلوب ہوں تم بھی ہو جاؤ۔ جیسے وہ میرے قتل کے در پے ہیں۔ تمہارے بھی پیچھے پڑ جائیں۔ اور اس تمام کام کا تجھے ذمہ دار ٹھہرا کر سختیوں پر سختیاں کریں؟ اس کے جواب میں ابوبکر صدیق نے عرض کیا۔ مجھے تا عمر تکلیفیں اٹھانا اور آپ کی محبت میں سختیاں جھیلنا گوارا ہے لیکن آپ کی دشمنی میں پوری دنیا اور اس کی آسائشیں منظور نہیں"۔

کیا ایسا مکالمہ اور سوال وجواب ایسے دو شخصوں کے درمیان ہوتا ہے۔ جو ایک دوسرے کے دشمن ہوں۔ ایک جاسوس بھلا جس کی جاسوسی کے لیے مقرر ہو۔ اس کو اپنی اس انداز سے خدمات پیش کیا کرتا ہے۔ کیا کسی جاسوس کو بھی تلاش کیا جاتا ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں ایسا مکالمہ دو دوستوں کے درمیان ہوتا ہے اور جاسوس مطلوب نہیں بلکہ جاسوس کا مطلوب "مطلوب" ہوتا ہے۔ اگر بقول معترض ایسا ہی تھا جیسا وہ کہہ رہا ہے۔ تو پھر ابوبکر کی تلاش اور ان کے پاؤں کے قدموں کے نشان وغیرہ کو ڈھونڈ کر سراغ لگانے کی کیا ضرورت تھی۔ کفار مکہ نے جب ابوبکر کی شکل میں حضور کا جاسوس مقرر کر دیا تھا۔ اب ان دونوں کی جاسوسی کے لیے پاؤں کے نشانات سے کھوج لگانے والے کی خدمات کیوں لی گئیں۔ ذرا بحار الانوار میں اس مقام

راہب کو یہ کہتے سُنا کہ ایک آدمی ایسا تلاش کرو جو حرم کعبہ کا ہو۔ میں نے اُسے اپنے متعلق بتلایا تو کہنے لگا کہ کیا وہاں نبی آخر الزمان تشریف لا چکے ہیں کیونکہ ان کا ظہور وہیں ہونا مقدر ہوا ہے۔ پھر وہاں سے مدینہ کی طرف ان کی ہجرت ہوگی۔ مجھے چونکہ اس واقعہ کا علم نہ تھا اسلیے اُسے تو میں کچھ نہ بتا سکا لیکن میرے دل میں یہ بات کھٹکتی رہی۔ میں بہت جلد مکہ واپس آیا تو لوگوں کو یہ کہتے سُنا۔ محمد بن عبداللہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اور ابن ابی قحافہ نے ان کی نبوت کو تسلیم کر لیا ہے۔ میں یہ سُن کر ابوبکر صدیق کے پاس حاضر ہوا اور پوچھا۔ کیا تم نے اس شخص کی اتباع کر لی ہے۔ کہنے لگے ہاں۔ تم بھی ان کے پاس جاؤ اور ان کی اتباع کا عہد کر آؤ۔ کیونکہ حق کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت طلحہ نے صدیق اکبر کو اپنے ساتھ ہونے والا بصرہ کے راہب کا واقعہ سنایا۔ تو دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور طلحہ بھی اسلام لے آئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راہب کی بات بتلائی۔ اس کو سُن کر آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔

فَلَمَّا اَسْلَمَ اَبُوْ بَكْرٍ وَطَلْحَةُ اَخَذَ هُمَا نَوْفَلُ بْنُ خُوَيْلِدٍ اِبْنِ عَدَوِيَّةَ فَشَدَّ هُمَا فِیْ حَبْلٍ وَاحِدٍ وَلَمْ يَمْنَعْهُمَا بَنُوْ تَمِيْمٍ وَكَانَ نَوْفَلُ بْنُ خُوَيْلِدٍ يُدْعٰى اَشَدَّ قُرَيْشٍ۔

(اعلام الوریٰ صفحہ ۵۰ باب مبدأ الوحی مطبوعہ بیروت طبع جدید)۔

تاریخ ائمہ۔

اب تو قریش نے اور زیادہ ستانا شروع کر دیا یہاں تک کہ آپ کوہ صفا میں ارقم کے مکان پر جا چھپے ہیں۔ حضرت حمزہ پھر حضرت عمر مشرف با سلام ہوئے۔ یہ واقعہ ۶ ؁ بعثت کا تھا۔ انہی دنوں میں حضرت ابوبکر کے اصرار پر آنحضرت مسجد کعبہ میں تشریف لائے اور ابوبکر خطبہ پڑھنے لگے۔ کفار نے حضرت ابوبکر کو لاتوں اور جوتوں سے خوب مارا۔ حضرت دارِ ارقم میں پھر چلے

گئے۔ اسی دن حضرت عمر مسلمان ہوئے۔ مشرف با سلام ہونے کے بعد حضرت عمر نے بھی خانہ کعبہ کی طرف جانے پر مجبور کیا۔ حضرت گئے۔ کفار مزاحم ہوئے۔ حضرت حمزہ۔ حضرت علی اور حضرت عمر نے ان کو ہٹایا۔ (تاریخ آئمہ ص ۱۰۵)

یہ ہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ جنہیں محبت رسول کی پاداش میں کفار نے مختلف طریقوں سے ستایا۔ کبھی انہیں رسی سے باندھا گیا۔ کبھی ان پر لاتوں اور جوتوں کی بارش کی گئی۔ لیکن اس مرد خدا نے سب کچھ برداشت کیا اور اتباع رسول کا دامن ہرگز نہ چھوڑا۔ یہ وہ وقت تھا جب کوئی بھی ایمان قبول کرنے سے پہلے ہزار بار سوچتا کہ اس کے بعد میرے ساتھ جو کچھ ہوگا کیا میں اسے برداشت کر سکوں گا۔ لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مصائب و آلام اور نقصان کی پرواہ تک نہ کی کہ یہ سب کچھ وہ شخص کر رہا ہے جو دس گیارہ سال کے بعد جاسوس بنے گا؟ کیا یہ تکلیفیں اسلیے تھیں کہ ہجرت کی رات ان کا بدلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جاسوسی کر کے لیا جائے؟ حقیقت یہ ہے کہ ہر آڑے وقت کام آنے والے ابوبکر صدیق ہی ہیں، اور یہ سب کچھ ان کی بے انتہا عقیدت اور محبت کی علامت ہے۔ سفر ہجرت کے دوران انھوں نے اپنی خدمات پیش کیں اور عرض کیا۔ حضور! کفار ہماری تلاش میں نکلیں گے اور ہمارے پاؤں کے نشانات پر چل کر شاید کوئی مصیبت کھڑی کر دیں۔ آپ میرے کندھوں پر سوار ہو جائیں تاکہ نشانات ہی نہ بنیں اور وہ ناکام و خاسر ہو کر لوٹ جائیں۔ کیا ایسی ترکیب غرض کرنے والا جاسوس ہوا کرتا ہے؟

حملہ حیدری۔

چنیں گفت راوی کہ سالار دیں ‎ ‎ چو سالم بحفظ جہاں آفریں
ز نزدیک آں قوم پر مکر رفت ‎ ‎ بسوئے سرائے ابوبکر رفت
پئے ہجرت آں نیز ایستادہ بود ‎ ‎ کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
نبی بر در خانہ اش چوں رسید ‎ ‎ بگوشش صدائے سفر دور سید

چوں او بحجرۂ زاں حال آگاہ شد	ز خانہ بیروں رفت وہمراہ شد
چوں رفتند چندیں بداماں دشت	قدوم فلک سائے مجروح گشت
ابوبکر آنگہ بدوشش گرفت	ولے زیں حدیث است جائے شگفت
کہ از کس چناں قوت آمد پدید	کہ بار نبوت تواند کشید۔

(حملہ حیدری جلد اول ص۲۸ تذکرہ روان شدن کفار قریش بطلب آں حضرت مطبوعہ تہران طبع جدید)۔

ترجمہ:۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم بحفاظت اللہ تعالیٰ اس قوم کے مکروفریب سے بچ کر نکلے تو سیدھے ابوبکر صدیق کے گھر تشریف لائے۔ یہ بھی انتظار میں کھڑے تھے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشگی انہیں مطلع کر دیا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر جلوہ فرما ہوئے۔ جب کچھ سفر طے کیا تو پتھروں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک زخمی ہو گئے۔ یہ دیکھ کر صدیق اکبر نے آپ کو اپنے کندھوں پہ اٹھالیا۔ لیکن یہ انتہائی عجیب معاملہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایسے کمزور آدمی میں اتنی قوت کیسے آگئی کہ نبوت کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسقدر والہانہ محبت تھی کہ آپ کی تکلیف انہیں گوارا نہ ہوتی۔ جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور حضور کو مغموم دیکھا تو فوراً اپنی معصوم بیٹی "عائشہ" پیش خدمت کر دی۔

تاریخ آئمہ۔

حضرت ابوبکر کی بیٹی تھیں سنہ بعثت میں جب حضرت خدیجہ انتقال کر چکیں تو ان کی جدائی پر آنحضرت کو بڑا صدمہ ہوا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر جناب عائشہ کو آنحضرت کی خدمت میں لاتے اور کہا یا رسول اللہ! یہ بچی آپ کے صدمہ کو کچھ کم کرے گی۔ غرض حضرت نے حضرت عائشہ سے نکاح کر لیا مگر زفاف کی نوبت نہیں آئی جب حضرت ہجرت کر کے مدینہ آئے اور حضرت ابوبکر بھی وہاں پہنچ گئے۔ تو آپ نے آنحضرت سے پوچھا۔ اے رسول خدا! آپ اپنی بیوی سے صحبت کیوں نہیں فرماتے؟ فرمایا ابھی مہر کا روپیہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ ابا جان نے آنحضرت کو ساڑھے بارہ اوقیہ میرا مہر ادا کرنے کو دیا تب حضرت نے اسے ہمارے ہاں بھیجا۔

(تاریخ آئمہ ص۱۴۰ تذکرہ ازواج
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ
کتب خانہ شاہ نجف لاہور)۔

الحاصل۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وہ شخصیت تھی۔ کہ
قرآن و حدیث جن کی وفا شعاری اور جاں نثاری کی گواہی دیتے ہیں۔
جنہوں نے اپنا مال اپنی جان و اولاد حضور کی محبت میں قربان کر دی۔
جنہوں نے محبت مصطفےٰ کی خاطر کفار کے مصائب و آلام برداشت کیے۔
جنہوں نے سفر ہجرت میں آپ کا ساتھ دیا اور اپنے اہل و عیال کو کھانے پینے کی اشیاء پہنچانے پہ مامور فرمایا۔

جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کنکریوں سے زخمی ہونے پر اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔

جنھوں نے حضرت خدیجہ کے انتقال کے صدمہ کو کم کرنے کے لیے اپنی لختِ جگر حضور کے عقد میں دیدی۔

جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس میں دائیں پہلو پر جگہ پائی۔

جنھوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر تمام صحابہ کرام کی امامت فرمائی۔

ایسے عظیم المرتبت خلیفہ اور جاں نثارِ مصطفےٰ کی ذات پر "جاسوسی" کا الزام دھرنا کہاں کی شرافت ہے کہاں کی انسانیت ہے؟ اسلام وایمان تو اس کے بعد کی بات ہے یہ یہ الزام وطعن گھڑنے والے جل جائیں، مر جائیں۔ ان کا منہ سیاہ ہو جائے لیکن پھر بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صدیق اکبر کی محبت اور رفاقت کو ختم نہیں کر سکتے۔ روضۂ انور سے صدیق اکبر کی قبر کو جدا نہیں کر سکتے اور مصلیٰ امامت پر نماز اور منصب خلافت جو ادا کر چکے اُسے کسی طرح مٹا نہیں سکتے۔

اس لیے بہتر یہی ہے کہ بارگاہِ صدیقی میں حاضر ہو کر گزشتہ کی معافی اور آئندہ کی احتیاط کا وعدہ کر لو۔ وہ سخی ہیں۔ سخی کے غلام ہیں۔ ضرور معاف کر دیں گے۔

آگے تمہاری مرضی۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

طعن پنجم

شب ہجرت ابوبکر نے دوسو درہم کی اونٹنی نوسو درہم کی فروخت کر کے موقعہ پرستی اور مفاد پرستی کا مظاہرہ کیا

تاریخ ائمہ۔

غارِ ثور مدینہ کی طرف مکہ سے ایک گھنٹہ کی راہ پر ڈھائی میل جنوب کو واقع ہے۔ جب حضرت ابوبکر حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے ہیں تو حضرت کی خدمت میں دو اونٹنیاں پیش کیں کہ ان سے جو پسند ہو اپنی سواری کے لیے قبول فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا۔ اس شرط سے کہ قیمت پر دو۔ حضرت ابوبکر فوراً راضی ہو گئے اور دوسو درہم کی ایک اونٹنی حضرت کے ہاتھ (سات سو درہم نفع لیکر) نوسو درہم کو بیچ دی۔ (مدارج النبوۃ جلد ۲ صہ ۴۷)۔

(تاریخ ائمہ ص ۱۰۹ تا ۱۱۰ واقعہ ہجرت

مطبوعہ لاہور)۔

دیکھیے حضور ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وسلم گھر بار چھوڑ کر مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمارہے ہیں۔ ایسے آڑے وقت میں ایک مخلص دوست کی پہچان ہوتی ہے اور کھرا کھوٹا الگ ہوجاتا ہے۔ اگر ابوبکر صدیق واقعی محب رسول اور جانثار تھے تو اس آڑے وقت میں ان کو سواری کے لیے اونٹنی مفت پیش کرنا چاہیے تھی۔ اور اگر حالات مالی طور پر ناگفتہ تھے تو بھی دوسو درہم کی ہی فروخت کر دیتے۔ آخر سات سو درہم زائد از قیمت وصول کرنا اور وہ بھی اس مجبوری کے عالم میں ایک محب صادق سے کیونکر وقوع پذیر ہوا۔ اس سے صاف ظاہر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکر کو سچی محبت نہ تھی بلکہ مفاد پرستی پر مبنی تھی۔ جبکہ یہ روایت بھی سنیوں کی کتاب سے ہم نے نقل کی ہے۔

جواب اوّل۔

اس روایت کا راوی شیعہ ہے۔

ایک بات جو ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں۔ یعنی یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی معیت و اتباع میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سفر ہجرت کرنا ان معترضین کو ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ اور اس شرف و فضیلت کو کم کرنے کے لیے دائیں بائیں بہت مارتے ہیں۔ یہ طعن بھی اسی قسم کی ایک گندی ذہنیت کی ترجمانی کر رہا ہے۔ اور اس اندھے پن میں انہیں یہ نہیں سوجھتا کہ اس طعن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال پر اثر پڑنے کی وجہ سے خود حضور پر بھی اثر ہوگا بہر حال معترض نے "مدارج النبوۃ" کا حوالہ پیش کیا ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے اور حقیقت بھی ہے کہ روایت مذکورہ کی شیخ محقق شاہ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی سند ذکر نہ کی جس

کی بناء پر یہ روایت قابلِ اعتبار نہ رہی۔ بلکہ اہل سنت کی کسی دوسری کتاب میں بھی اس کی سند مرفوع یا صحیح قطعاً مذکور نہیں۔ صاحب مدارج النبوۃ نے یہ روایت "روضۃ الاحباب" سے نقل کی۔ اوّل تو بے سند ہونے کی وجہ سے شیعہ سُنی دونوں کے اصول ایسی روایت کو قابلِ حجت شمار نہیں کرتے۔ ثانیاً یہ کہ "روضۃ الاحباب" ہم اہل سنت کے ہاں قابل اعتماد آدمی نہیں ہے۔ بلکہ اس کو شیعہ لوگوں نے شیعہ ہونا تسلیم کیا ہے۔ ثبوت لیجئے۔

الکنی والالقاب۔

سید عطاء الدین امیر فضل اللہ شیرازی دشتکی است کہ محدث است و مؤلف کتاب روضۃ الاحباب در سیرۃ پیغمبر و آل واصحاب است کہ بفرمان علی شیر بادشاہ صاحب تورنبتہ کہ عمزادہ امیر غیاث الدین منصور معروف است کہ از علماء زمان خود است و پسرش گوید کہ ش میر نسیم الدین محمد ملقب بمیرک شاہ کوشید در تکمیل علوم فنون بود و در حدیث کہ در آں یگانہ زمان خود بود و رمیان اقران .. وادرا اعتراف است بر سخنان ذہبی در کتاب امیران کہ دلالت دارد بر اینکہ شیعہ بودہ بروضات مراجعہ کن۔

(الکنی والالقاب جلد ۳ صفحہ ۱۴۶
تذکرہ جمال الدین دیگر مطبوعہ تہران
طبع جدید)۔

ترجمہ۔

جمال الدین نامی ایک اور شخص ہے جس کا پورا نام یہ ہے۔ سید عطاء الدین امیر فضل اللہ شیرازی دشتکی۔ یہ شخص محدث تھا۔ اور روضۃ الاحباب نامی کتاب کا مؤلف تھا جس

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل واصحاب کی سیرت مذکور ہے۔ یہ کتاب مؤلف مذکور نے امیر علی جو ہرات کا بادشاہ تھا۔ کے حکم سے لکھی۔ اور امیر علی مذکور امیر غیاث الدین منصور کا چچازاد بھائی تھا۔ نویں صدی ہجری کے مشہور علماء میں سے ہوا۔ اس کا لڑکا میر نسیم الدین محمد جو میرک شاہ کے لقب سے مشہور ہے۔ علوم و فنون میں بڑی کوشش کی اور خاص کر علم حدیث کو بڑی محنت سے حاصل کیا۔ اپنے زمانہ کا یگانہ اور تنہا عالم تھا اور اس علامہ جمال الدین نے امام ذہبی کی کتاب المیزان پر بعض اعتراضات کیے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص شیعہ تھا۔ مزید تحقیق کے لیے " روضات " کتاب کی طرف رجوع کریں۔

تبصرہ۔

"ایک کریلا دوسرا نیم چڑھا" مثل و کہاوت اس طعن کے پیش کرنے والے پر صادق آتی ہے۔ طعن کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اول بلا فصل پر جو اس معترض اور اس کے ساتھیوں کو اچھے لگتے ہی نہیں اور پھر یہ کہ طعن کا اصل محرک ملا جمال الدین صاحب روضۃ الاحباب ہے۔ جو خود اسی معترض کا باوا نکلا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی سُنی تو محض نقل کرنے کی وجہ سے مرکز بنا دیے گئے۔ ہاں اگر کوئی صحیح مستند روایت ہوتی اور وہ بھی کسی اہلسنت کی معتبر کتاب سے تو ہم اس کا تانا بانا دیکھتے۔ لہٰذا ایک شیعہ نے دوسرے شیعہ کی عبارت پیش کر دی۔ تو جس طرح پیش کرنے والا ... اور بغض و عداوت صحابہ کا مجسمہ اسی طرح قائل بھی ہے۔ اس سے طعن کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت پہ اس طعن سے کوئی نقص نہیں پڑتا۔

جواب دوم

زیادہ قیمت نبی علیہ السلام نے خود دی ابوبکر صدیق نے مانگی نہیں

بالفرض ہم روایت مذکورہ علی سبیل تنزل مان لیتے ہیں۔ لیکن اس سے پھر بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات پر کوئی اعتراض نہیں بنتا۔ اس کی وضاحت یہ ہے۔ کہ اس روایت میں اس امر کا قطعاً کوئی تذکرہ نہیں کہ سیدنا صدیق اکبر نے از خود ۹ سو درہم قیمت مانگی۔ اور دو سو پر دینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عادت شریفہ کریمہ کے مطابق از خود زیادہ رقم عطا فرما دی ہو۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار ایسے کر لیا کرتے تھے۔ بلکہ بعض دفعہ تو ایسے بھی ہوا۔ کہ مقررہ قیمت سے زیادہ عطا فرما کر پھر خریدی ہوئی چیز بھی واپس کر دی۔ صحیح بخاری شریف میں واقعہ مذکور ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ایک سفر کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سو درہم دیکر ایک اونٹ خرید فرمایا اور وعدہ فرمایا کہ مقررہ رقم مدینہ منورہ پہنچ کر عطا کر دوں گا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ اونٹ لیے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقررہ رقم سے زیادہ رقم بھی عطا فرمائی اور اونٹ بھی واپس کر دیا۔ حوالہ کے لیے بخاری شریف جلد اول ص ۳۰۹، ۳۰۷ مطبوعہ کراچی ملاحظہ ہو۔

لہٰذا یہ واقعہ جو طعن میں ذکر ہوا، وجہِ طعن تب بنتا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے از خود ۹ سو درہم کا مطالبہ کیا اور کم قیمت پر دینا منظور نہ کیا۔ اور پوری دنیائے شیعیت اس کو ثابت نہ کر سکی اور نہ کر سکے گی۔ اگر ہمت ہے تو منہ مانگا انعام پاؤ۔ اور ایک صحیح مستند حوالہ دکھاؤ۔ تو معلوم ہوا، ممکن ہے کہ حضور ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عادت کریمہ

کے مطابق زیادہ دینے کا وعدہ فرمالیا ہو۔ لہٰذا طعن سرے سے ہی اٹھ جاتا ہے۔

جواب سوم۔

اونٹنی کی قیمت اس لیے عطاء کی تاکہ ہجرت ایسی عبادت اپنے مال سے ہو۔ اور وہ بھی جائز قیمت عطاء کی

کتب اہل سنت میں سے معتبر کتب میں یہ واقعہ مختصر طور پر یوں مذکور ہے:
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں جب ابوبکر صدیق نے عرض کیا۔ حضور! ہجرت کے لیے میں نے دو اونٹنیاں تیار کر رکھی ہیں ایک آپ کے لیے اور دوسری اپنے لیے! اس پر آپ نے فرمایا۔ میں تو سفر ہجرت اپنی ملکیتی اونٹنی پر کروں گا۔ ابوبکر صدیق دست بستہ عرض گزار ہوئے حضور! یہ دونوں آپ ہی کی تو ہیں۔ فرمایا نہیں ہم چاہتے ہیں کہ اتنی قیمت لے لو جتنی دے کر آئے ہو۔ صدیق اکبر نے یہ بات مان لی۔

فتح الباری۔

(قَوْلُهُ اِحْدٰی رَاحِلَتَیَّ هَاتَیْنِ قَالَ بِالثَّمَنِ) زَادَ ابْنُ اِسْحَاقَ قَالَ لَا اَرْكَبُ بَعِيْرًا لَيْسَ هُوَ لِیْ قَالَ فَهُوَ لَكَ قَالَ لَا وَلٰكِنْ بِالثَّمَنِ الَّذِیْ ابْتَعْتَهَا بِهٖ قَالَ اَخَذْتُهَا بِكَذَا وَكَذَا قَالَ اَخَذْتُهَا بِذٰلِكَ قَالَ هِیَ لَكَ وَفِیْ حَدِيْثِ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ عِنْدَ الطَّبْرَانِیْ فَقَالَ بِثَمَنِهَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ بِثَمَنِهَا

اِنْ شِئْتَ وَ نَقَلَ السُّهَيْلِيُّ فِي الرَّوْضِ عَنْ بَعْضِ شُيُوْخِ الْمَغْرِبِ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ اِمْتِنَاعِهِ مِنْ اَخْذِ الرَّاحِلَةِ مَعَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ اَنْفَقَ عَلَيْهِ مَا لَهُ فَقَالَ اَحَبَّ اَنْ لَّا تَكُوْنَ هِجْرَتُهُ اِلَّا مِنْ مَالِ نَفْسِهِ۔

۱۔ فتح الباری شرح البخاری تصنیف علامہ ابن حجر عسقلانی جلد ۷ ص ۱۹۰ باب ہجرۃ النبی الخ مطبوعہ مصر طبع قدیم)۔

(۲۔ عمدۃ القاری شرح البخاری جلد ۱۷ ص ۴۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔)

ترجمہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ان دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ کے لیے ہے۔ آپ نے فرمایا قیمت کے بدلے ہی۔ اور کی ابن اسحاق نے یہ زیادہ لکھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اس اونٹ پر سوار نہ ہوں گا۔ جو میری ملکیت نہیں۔ ابوبکر نے عرض کیا۔ وہ آپ کا ہی ہے۔ فرمایا نہیں۔ بلکہ اتنی قیمت کہ جتنی دے کر تم نے خریدا ہے لو۔ ابوبکر صدیق نے عرض کیا میں نے اتنے اتنے داموں سے خریدا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اتنے دراہم کا میں نے لے لیا ہے۔ کہا۔ پھر وہ آپ کا ہو گیا۔ اسماء بنت ابی بکر کی حدیث میں ہے جسے طبرانی نے ذکر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکر! قیمت لے کر عرض کیا۔ جیسے آپ کی مرضی۔ سہیلی نے "روض" میں بعض مغربی شیوخ کے حوالہ سے ذکر کیا کہ جب پوچھا گیا کہ آپ نے وہ سواری لینے سے انکار کیوں کر دیا تھا۔ حالانکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کئی ایک مواقع پر اپنا مال صرف

میں پیش کر دیا۔ تو جواب دیا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند یہ فرمایا کہ ہجرت کے دوران آپ اپنا ذاتی ملکیتی مال خرچ فرمائیں۔

کتب اہل سنت میں جو واقعہ مذکور ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ یعنی یہ کہ حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مفت اونٹنی دینے کی پیش کش کی۔ اور مختلف طریقوں سے پیش کش کی۔ قیمت کے بغیر اُسے منظور کرنا پسند نہ فرمایا۔ تو یہ قیمت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار پہ لی گئی۔ اور دوسری بات یہ بھی کہ قیمت اتنی ہی لی گئی۔ جتنی خریداری کے وقت ابوبکر صدیق نے خرچ کی تھی۔ لہٰذا دو سو والی نو سو میں بیچنے کی کوئی روایت نہیں ہے۔

علی حیدر نقوی معترض کی بددیانتی

طعن مذکور میں نقوی مذکور نے جس کتاب اہل سنت کا حوالہ پیش کیا۔ اس کی آخر تک عبارت اگر ذکر کر دی جاتی۔ تو سرے سے طعن بنتا ہی نہ۔ لیکن جہاں تک مطلب ملا ذکر کر کے اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کی۔ نقوی کی چھوڑی ہوئی عبارت یہ ہے۔

مدارج النبوۃ۔

و ماناکہ حکمت در خریدن ناقہ از ابوبکر صدیق باوجود نہایت صدق و داد و غایت اتحاد و سابقہ انفاق ابوبکر اموال کثیر را بر آنحضرت آں بود کہ نخواستہ کہ در راہ خدا استمداد و استعانت از کسے جوید۔ چنانکہ خلاصۂ اشارت آیت لَا تُشْرِكْ بعبادت ربہ الخ دراں ناظر است۔

(مدارج النبوۃ جلد دوئم ص۵۸ باب، چہارم در سال سیزدہم در بیان قصہ ہجرت)

ترجمہ۔

"معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اونٹنی خریدنے پر اصرار کرنا باین وجہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ چاہا کہ اللہ کی راہ میں ہجرت کے وقت کسی سے امداد طلب کریں۔ حالانکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی صداقت، انصاف اور انتہائی قریبی تعلقات کی وجہ سے بہت دفعہ کثیر مال انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی میں صرف پیش کر دیا۔ تو آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ لا تشرک بعبادۃ ربہ احدا پیش نظر تھا۔

"مدارج النبوۃ" کی عبارت آپ نے دیکھی۔ اس عبارت میں طعن مذکور کا جواب بھی چونکہ موجود تھا۔ اس لیے نقوی اسے ہضم کر گیا۔ صاف صاف مذکور ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بارہا کثیر مالی قربانی دی۔ اور وہ بھی بغیر احسان جتلائے۔ وہ اس دفعہ بھی ایسا ہی کرنا چاہتے تھے۔ لیکن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ثمن دیکر لینا چاہا۔ اور اسپر اصرار فرمایا۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش بلکہ اصرار پر اتنی ہی رقم لی۔ جو اصل خرید تھی۔ چونکہ سفر ہجرت عبادت تھا۔ اس لیے اس بابرکت خاص کے پیش نظر آپ نے کسی کی مدد کو دخیل نہ ہونے دیا۔ بہرحال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹنی اتنی ہی قیمت پر پہنچی گئی جتنی سے خریدی گئی تھی۔ لہٰذا یہ کہنا کہ سات سو درہم صدیق اکبر نے زیادہ لیے۔ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ اور صدیق اکبر کو بدنام کرنے کے لیے صاحب روضۃ الاحباب نے نہ جانے کہاں سے اٹھائی تھی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار۔)

جواب چہارم

معتبر کتب اہل تشیع کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار کے پیش نظر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اونٹنی کی اصل قیمت وصول کی

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔ کہ طعن مذکور بالکل بے بنیاد ہے۔ کوئی صحیح اور مرفوع روایت اس بارے میں نہیں ملتی۔ صرف روضۃ الاحباب میں مذکور ہے۔ اور ہماری کتب سے آپ یہ بھی ملاحظہ فرما چکے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالص عبادت کی بجا آوری کے لیے مفت اونٹنی لینا گوارا نہ فرمایا۔ بلکہ قیمت خرید دیکر خریدی۔ اور صدیق اکبر نے آپ کے نذر پر یہ سب کچھ قبول ہے۔ لیکن اسی اونٹنی واقعہ پر جب شانِ صدیق اکبر ناشیعہ آرائی کرتے ہیں تو ایسے الفاظ اور جملے تحریر کر دیتے ہیں جو کہ غیرت کا فر بھی نہیں کہتا۔ ملاحظہ فرمائیے۔

تہذیب المتین۔

سوداگر لوگ عموماً جنس کی نفع پر مال فروخت کرتے ہیں۔ بعض جن کو زیادہ چاٹ لگی ہوتی ہے سوائے ڈیوڑھے تک کر لیتے ہیں۔ مگر حضرت یارِ غار کا دنے پر بھی پیٹ نہ بھرا۔ انھوں نے دو سو یا چار سو کا مال نو سو پر پیغمبر خدا کے ہاتھوں فروخت کیا۔

(تہذیب المتین تاریخ امیر المومنین
جلد اول ص۵۳ مطبوعہ یوسفی دہلی
طبع قدیم)

اُن عبارات میں سے ایک عبارت ہم نے بطور نمونہ پیش کی۔ اس سے آپ اندازہ

اگائیں کہ ان بدفطرت اور شیطان صفت مردودوں نے بارگاہ صدیقی ہیں کن الفاظ سے توہین کی سیدنا صدیق اکبر کی سیرت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے کا تفصیلی مواد تاریخ اسلام کی کتب میں موجود ہے۔ خود شیعہ کتابوں میں جب یہ موجود ہے کہ شب ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی قیمت خرید پر لی تھی۔ ایک پیسہ بھی زائد ادا نہ کیا۔ اس کے باوجود "تہذیب المتین" کے بانی تہذیب مصنف نے جو کچھ لکھا۔ آپ نے ملاحظہ کیا۔ چلتے چلتے ذرا ان کی کتب سے بھی اس بارے میں حوالہ ملاحظہ فرمالیں۔

بحار الانوار۔

فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ قَدْ کُنْتُ اَعْدَدْتُ لِیْ وَلَکَ یَانَبِیَّ اللّٰہِ رَاحِلَتَیْنِ تَرْتَحِلُھُمَا اِلٰی یَثْرِبَ فَقَالَ اِنِّیْ لَا اٰخِذُھُمَا وَلَا اَحَدُھُمَا اِلَّا بِالثَّمَنِ قَالَ فَھِیَ لَکَ بِذٰلِکَ۔

(بحار الانوار جلد ۱۹ صفحہ ۶۲ باب الہجرۃ
ومبادیہا مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے پیغمبر! میں نے آپ کے لیے اور اپنے لیے دو سواریاں تیار کر رکھی ہیں۔ تاکہ ان پر سوار ہو کر ہم دونوں یثرب (مدینہ) کی طرف کوچ کریں گے۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں نہ تو دونوں سواریاں لوں گا اور نہ ایک مگر ثمن ادا کر کے۔ یہ سن کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تو پھر اس ثمن کے بدلہ

ہیں ایک سواری آپ کی ہو گئی۔

اہل تشیع کے معتبر امام نے اونٹنی کی قیمت وہی بتلائی جو بوقت خرید ادا کی گئی تھی۔ اگر ایک درہم بھی زیادہ ہوتا تو ضرور اسکا ذکر کرتا۔ بفرض تسلیم اگر حضرت ابوبکر نے زیادہ قیمت وصول کی۔ تو اس سے یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ اصل قیمت کیا تھی۔ تاکہ اس کی تعیین کے بعد زیادتی کا معاملہ سمجھ آسکے۔ اس سلسلہ میں کوئی روایت متفق علیہ نہیں۔ اگر ۹ سو درہم قیمت خرید تھی اور اتنے ہی دراہم کے بدلے میں بیچی گئی تو کوئی منافع نہ ہوا۔

روضۃ الصفاء

ابوبکر التماس نمود کہ ازیں دو شتر کہ دام یکے را قبول فرمائی۔ پیغمبر فرمود کہ بقیمت فرامیگیرم۔ بعضے گفتہ اند کہ ابوبکر اشتر بجہت حضرت رسالت پناہ بنہصد درہم خریدہ بود در برخی بچہارصد درم گفتہ اند۔

(تاریخ روضۃ الصفاء جلد دوم صفحہ ۲۹۸،
ذکر احوال خاتم الانبیاء مطبوعہ لکھنؤ
طبع قدیم۔)

ترجمہ۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے التماس کی۔ یارسول اللہ! ان دو اونٹوں میں سے کوئی سا ایک اپنی سواری کے لیے قبول فرمالیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں قیمت ادا کرنے کے بعد لوں گا۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ اونٹ صرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خاطر نوسو درہم میں خریدا تھا۔ اور کچھ لوگ اس کی قیمت چارسو درہم بھی بتلاتے ہیں۔

لیجئے ناظرین! دو سو کی خرید کر ۹ سو درہم میں اونٹنی بیچی گئی۔ یہ سفید جھوٹ کہاں گیا؟ خود جھوٹوں کے بادشاہ نے صفائی دیدی اور اس کی قیمت خرید ۹ سو بھی بتلائی اور وہ بھی اس لیے خریدی گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سواری کے کام آئے۔ بعض نے اس کی قیمت ۴ سو درہم بتلائی۔ اونٹنی ایک ہے اس کی قیمت خرید بھی ایک ہی ہو گی کیونکہ خریدار بھی ایک ہے اور وقت خرید بھی ایک۔ لہٰذا اب معترض سے ہی پوچھئے۔ دو سو درہم قیمت خرید حتمی طور پر تمہیں کس ذریعہ سے معلوم ہوئی۔ جبکہ تمہاری کتابوں میں اس کی قیمت پر اتفاق نہیں۔ تو قیمت خرید اور قیمت فروخت میں فرق خواہ مخواہ قائم کر لیا گیا۔ معترض سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات پر کسی نہ کسی طرح اعتراض کی گنجائش نکال لیتا ہے۔ آخر ہر شخص کے لیے وہ کام آسان بنا دیا جاتا ہے جو وہ کرنے کی ٹھان لیتا ہے۔ اس کے باوجود ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہیں کہ وہ مقلب القلوب ہے۔ ان بدفطرت اور بداصل لوگوں کو ہدایت عطا فرما دے۔

باب دوم

حضرت سیدنا فاروق اعظم رض

پر کیے گئے بقیہ شیعہ

مطاعن

باب دوم:

طعن سوم

صلح حدیبیہ کے وقت عمر (رضی اللہ عنہ) کو آنحضرت کی نبوت میں شدید شک واقع ہوا

"چودہ ستارے" کے مصنف شیعہ نجم الحسن کراروی نے اپنی اس تصنیف میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات پر ایک طعن ذکر کرتے ہوئے لکھا۔ کہ صلح حدیبیہ کے وقت قریش کے ساتھ طے پانے والی شرائط چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ناپسند تھیں۔ حالانکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طے کی تھیں تو اس ناپسندیدگی کی وجہ سے انہیں آپ کی نبوت میں شک ہوا۔ اور ایسا ہونا ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔ یا ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے۔

چودہ ستارے:

درمنثور جلد ۶ ص ۷۷ میں ہے۔ کہ صلح حدیبیہ کے بعد حضرت عمر نے کہا۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت میں جیسا مجھے آج شک ہوا ہے۔ کبھی نہ ہوا تھا۔ یہ انہوں نے اس لیے کہا کہ وہ صلح پر راضی نہ تھے (چودہ ستارے ص ۱۰۲، ۶ھ کے واقعات)

جواب اوّل : یہ روایت بالمعنی ہے

چودہ ستارے کے مصنف نے اپنی بدفطرتی سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر جس بات اور واقعہ کو باعث طعن کیا۔ یہی واقعہ دراصل ان کے پختہ ایمان اور فضائل و مناقب کی ایک بہت بڑی دلیل ہے لیکن اسے غلط رنگ پہنا کر اچھالا جاتا ہے۔ اور سادہ لوح اہل سنت کو گمراہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں۔ کہ یہاں تفصیل سے کام لے کر اس طعن کی حقیقت واضح کروں۔ اگرچہ ایک علمی بحث ہے۔ پھر بھی سادہ الفاظ میں اسے واضح کرنے کی کوشش کروں گا۔

وباللہ التوفیق۔

درمنثور کی جس عبارت کا حوالہ دیا گیا۔ وہ ایک طویل عبارت سے اخذ کردہ ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ صاحب درمنثور علامہ السیوطی نے اس حدیث کو مسند امام احمد بن حنبل بخاری شریف، ابوداؤد، نسائی اور تفسیر ابن جریر وغیرہ سے نقل کیا ہے۔

درمنثور :

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاللّٰهِ مَا شَكَكْتُ مُنْذُ اَسْلَمْتُ اِلَّا يَوْمَئِذٍ۔

(تفسیر درمنثور جلد ۶ ص ۷۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! اسلام قبول کرنے سے لے کر آج کے واقعہ کے سوا مجھے کبھی شک نہیں پڑا۔

"درمنثور" میں مذکور روایت کو امام بخاری، مسند امام احمد بن حنبل اور تفسیر طبری نے بعینہٖ انہی الفاظ سے ذکر کیا۔ لیکن ان حدیث کی کتابوں میں مذکورہ بالا جملہ (قال عمر بن الخطاب واللہ الخ) کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ تفسیر طبری میں یہ عبارت اصل عبارت سے زائد منقول ہے۔ بخاری میں اس جملہ کے نہ ہونے اور درمنثور میں مذکور ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ امام بخاری نے حدیث نقل کرنے وقت "روایت باللفظ" کا بہت زیادہ اہتمام کیا ہے۔ اسی لیے جملہ مذکورہ کے الفاظ انہوں نے ذکر نہیں فرمائے۔ امام احمد بن حنبل بھی اسی روش کے پابند تھے۔ لہٰذا ان کی مسند میں بھی اس کا نشان نہیں۔ اسی طرح ابوداؤد اور نسائی شریف میں بھی یہ جملہ موجود نہیں ہے۔ لیکن ان کے برخلاف تفسیر درمنثور میں روایت باللفظ کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ اس لیے انہوں نے اس حدیث کے ایک محدث "معمر" کے شاگرد کی روایت کو نقل کر دیا۔ انہوں نے روایت بالمعنی کے پیش نظر اس کو خطائے اجتہادی کے طور پر نقل کر دیا ہے۔

روایت بالمعنی اور خطائے اجتہادی کی وضاحت

بخاری شریف، مسند امام احمد بن حنبل اور تفسیر طبری میں اس روایت کا سلسلۂ اسناد یوں منقول ہے۔

بخاری شریف:

حدثنا عبد اللہ بن محمد حدثنا عبد الرزاق اخبرنا معمر اخبرنی الزھری اخبرنی عروۃ بن الزبیر عن المسور بن مخرمۃ الخ۔

(بخاری شریف، جلد اول ص ۳۷۷ تا ۳۸۰، پارہ ۱۰ باب الشروط فی الجہاد مطبوعہ کراچی)

مسند امام احمد بن حنبل:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ الزُّهْرِيُّ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ۔

(الفتح الربانی لترتیب مسند احمد بن حنبل شیبانی جلد ۲۱ ص ۹۵ غزوۃ الحدیبیۃ مطبوعہ مصر طبع جدید)

تفسیر طبری:

حَدَّثَنَا ابْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَ ثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ

(تفسیر طبری جلد ۱۱ ص ۷۱ سورت فتح مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ان تین کتب میں مذکور اس روایت کی اسناد میں غور کریں۔ تو یہ بات سامنے آئے گی۔ کہ معمر راوی سے لے کر حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ تک تمام کتب میں جو واسطے ہیں۔ ان پر سبھی متفق ہیں۔ لیکن معمر راوی کے شاگرد پر ان کا اتفاق نہیں۔ بخاری شریف اور مسند امام احمد بن حنبل میں اس شاگرد کا نام عبدالرزاق لکھا گیا ہے۔ اور تفسیر طبری میں ابن ثور موجود ہے۔ اس اختلاف کے علاوہ روایت مذکورہ کے وہ الفاظ جو طعن میں مذکور ہوئے۔ ان میں بھی اتفاق نظر نہیں آتا۔

بخاری و مسند امام احمد بن حنبل:

قَالَ اَبُوْ جَنْدَلٍ اَیْ مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اُرَدُّ اِلَی الْمُشْرِکِیْنَ وَقَدْ جِئْتُ مُسْلِمًا اَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ لَقِیْتُ وَکَانَ قَدْ عُذِّبَ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی اللّٰہِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(۱۔ بخاری شریف جلد اول ص ۳۸۰)
(۲۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد نمبر ۲۱ ص ۹۹۔۱۰۰)

ترجمہ

حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے مسلمانوں کے گروہ! کیا میں مشرکین کی طرف واپس بھیجا جاؤں گا۔ حالانکہ میں صحیح مسلمان بن کر آیا ہوں۔ کیا تم میرے ان مصائب کو نہیں جانتے جو مجھے مسلمان ہونے کی وجہ سے پہنچے؟ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو سخت سزائیں دی گئیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

تفسیر طبری:

فَقَالَ اَبُوْ جَنْدَلٍ اَیْ مَعَاشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اُرَدُّ اِلَی الْمُشْرِکِیْنَ وَقَدْ جِئْتُ مُسْلِمًا اَلَا تَرَوْنَ

مَا قَدْ لَقِيْتُ كَانَ قَدْ عُذِّبَ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي اللّٰهِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاللّٰهِ مَا شَكَكْتُ مُنْذُ اَسْلَمْتُ اِلَّا يَوْمَئِذٍ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(تفسیر طبری جلد ۱۱ ص ۶۱)

ترجمہ

حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے مسلمانوں کے گروہ! کیا میں مشرکین کی طرف لوٹایا جاؤں گا۔ حالانکہ میں سچے دل سے مسلمان ہوا ہوں۔ کیا تم مجھ پر کئے گئے مصائب کو نہیں جانتے؟ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو اللہ کے راستہ میں سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ خدا کی قسم! میں جب سے مسلمان ہوا۔ آج کے سوا کبھی شک و تردد میں نہ پڑا۔ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

ناظرین کرام:۔

تینوں کتب سے ہم نے حدیث مذکور کو من و عن بیان کیا۔ بخاری اور مسند احمد بن حنبل میں جن الفاظ سے یہ حدیث مذکور ہے۔ تفسیر طبری میں وہ الفاظ نہیں۔ یعنی ما شککت منذ اسلمت الخ صرف تفسیر طبری میں ہی مذکور ہیں۔ اس حقیقت کو سامنے رکھ کر میں آپ کو پھر ذرا پچھلی گفتگو کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ تفسیر طبری میں ہی مذکور راوی کے شاگرد کا نام ابن ثور اور دوسری دونوں کتب میں عبدالرزاق ہے۔ اس فرق سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ معمر راوی کے دو شاگرد ہوئے۔ (ابن ثور اور دوسرے عبدالرزاق) ان دونوں میں سے عبدالرزاق شاگرد نے اپنے شیخ اور استاد کی روایت کو روایت باللفظ کے طور پر ذکر کیا۔ لہذا انہوں نے دوران روایت ان الفاظ کو ذکر نہیں کیا جو اصل روایت میں نہ تھے

لیکن ان کے دوسرے استاد بھائی ابن ثور نے جب اپنے استاد و شیخ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ جملہ سُنا۔ فَعَمِلْتُ لِذَالِكَ اَعْمَالًا۔ یعنی میں (عمر بن الخطاب) نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح حدیبیہ کے موقع پر گفتگو کی۔ تو میرے اصرار کرنے پر مجھے بعد میں جو ملامت ہوئی۔ میں نے اصرار کا کفارہ چکانے کے لیے بعد میں بہت سے اچھے اعمال کئے تاکہ مجھے قلبی طور پر اطمینان ہو جائے۔ اپنے استاد سے جب ابن ثور نے یہ الفاظ سُنے۔ تو ابن ثور نے اس حدیث کے سابقہ الفاظ و عنوان سے بطور خود یہ نظریہ قائم کر لیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جو کفار سے شرائط طے کیں۔ ان میں کفار نے کچھ ایسی شرائط منوائیں۔ جو سراسر زیادتی پر مبنی تھیں۔ اس سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو آپ کی نبوت میں شک گزرا۔ تو ابن ثور نے روایت بالمعنی کے پیش نظر مذکورہ الفاظ کو روایت میں درج کر دیا۔ یہ ان کی اجتہادی خطاء کے ضمن میں آتا ہے کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب بار بار حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا۔ کیا آپ سچے نبی نہیں۔؟ کیا ہم حق پر نہیں؟ کیا کافر باطل پر نہیں؟ تو اس اصرار سے ان کا مقصد یہ تھا۔ کہ جب حضور آپ بھی سچے ہمارا دین بھی سچا اور کفر باطل ہے۔ تو پھر باطل کی شرائط پر ہم بظاہر دب کیوں گئے۔ اور انہیں کیوں قبول کر لیا؟ دوسرے لفظوں میں ان شرائط کے قبول کرنے کا مطلب یہ ہو گا۔ کہ ہم ابو جندل (رضی اللہ عنہ) وغیرہ کو واپس کر دیں گے۔ اس طرح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے جذبہ ایمانی کے پیش نظر ان شرائط کو قبول نہ کرنے کی تمنا کی۔ اگرچہ یہ سب کچھ ان کی جذبہ ایمانی کی ترجمانی کر رہا تھا۔ لیکن صرف اس بات پر کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار اصرار کیا۔ انہیں بطور خود یہ بے ادبی یا بے محل اصرار نظر آیا۔ تو اس پر نادم ہو کر اس کے کفارہ کے طور پر انہوں نے مال و دولت کا صدقہ کیا۔ دیگر عبادات سے اللہ کے حضور اس کے کفارہ کی کوشش کی۔

اس تفصیلی جواب سے خلاصہ یہ نکلا۔ کہ نجم الحسن کراروی نے جس جملہ کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ذات پر بطور اعتراض و الزام ذکر کیا۔ وہ دراصل سنہ بن ابن خطاب کی ایمانی محبت کا اظہار تھا۔ اور رہا یہ کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک آگیا تھا۔ تو یہ بات بخاری شریف اور مسند امام احمد بن حنبل میں سرے سے مذکور ہی نہیں۔ تفسیر طبری میں ابن ثور کے حوالہ سے جو ذکر ہوئی۔ وہ روایت بالمعنی کے طور پر ہے۔ اس معترض کی یہ بڑی بددیانتی تھی۔ کہ روایت کے اصل الفاظ میں ان الفاظ کا اضافہ جو روایت بالمعنی کے طور پر مذکور ہوئے انہیں اصل سمجھ کر محض مغالطہ دینے کے لیے محل استدلال بنایا۔ اور اپنے اعتراض کو پختہ کرنے کی مذموم کوشش کی۔ اور ایسا اس لیے کیا گیا۔ کہ اپنے دل میں چھپی عداوتِ فاروق اعظم کی آگ کو بھڑکایا جائے۔ ابن ثور کی اجتہادی غلطی تھی۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ بیان کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ حقیقت کی سمجھ عطاء فرمائے۔

جواب دوم:

صلح حدیبیہ کا واقعہ

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ پندرہ سو صحابہ کرام مدینہ منورہ سے عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ جب مسلمانوں کا یہ گروہ مقام حدیبیہ پر پہنچا۔ تو قریش مکہ نے روک دیا۔ اس وقت قریشِ مکہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین چند شرائط پر صلح ہوئی۔ کفار مکہ نے کچھ ایسی شرائط بھی پیش کیں۔ جن کے مان لینے میں سراسر زیادتی تھی۔ مثلاً یہ کہ اگر کوئی ہمارا ساتھی کافر ہماری مرضی کے بغیر حضور کے پاس چلا جائے۔ تو آپ اس کی واپسی کے پابند ہوں گے۔ اور اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی ہماری طرف آجائے۔

تو ہم اُسے واپس نہیں کریں گے۔ اس وقت ایک مسلمان صحابی حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ نے بموجب شرائط ان کو واپس کفار مکہ کے سپرد کیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر مسلمان صحابہ کرام کے کلیجے منہ کو آنے لگے۔ اس قسم کی شرائط کے تحریر کرنے سے پہلے پہل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔ ان کے بعد حضرت عمر بن الخطاب نے ایمانی جذبہ کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ یا رسول اللہ! کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں۔ کیا کفار باطل پر نہیں؟ جب یہ سب باتیں درست ہیں۔ تو پھر ان شرائط کو قبول کیوں کیا جائے؟ تیسری بات یہ ہوئی۔ کہ جب شرائط صلح طے ہو گئیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا۔ کہ اٹھو اور اپنے اپنے جانوروں کی قربانیاں دے کر احرام کھول دو۔ آپ کے اس ارشاد پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سمیت کوئی صحابی بھی فوری تعمیل کے لیے تیار نہ ہوا۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ ہوا۔ اور آپ نے ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں پہنچ کر فرمایا۔ کہ میرے حکم کی کسی نے بھی تعمیل نہ کی۔ کیونکہ ان مسلمانوں کے دلوں میں مکہ کو فتح کرنے کا شدید جذبہ ہے۔ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ سب سے پہلے اپنے جانور کی قربانی کریں۔ آپ کی اتباع میں تمام مسلمان اپنی اپنی قربانیاں ذبح کر لیں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ بعد میں احرام کھول کر بمعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سبھی مسلمان واپس مدینہ منورہ پلٹ آئے۔

معترض نے اس واقعہ کے ضمن میں سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات کو مورد طعن بنایا۔ اور طعن کی وجہ میں وہ الفاظ ذکر کیے گئے۔ جو انہوں نے جذبہ ایمانی سے سرشار ہوتے ہوئے عرض کیے تھے۔ اہل تشیع کی کتب میں بھی یہ موجود ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بعد میں اپنی اس حرکت کے کفارہ کے طور پر صدقات و خیرات اور عبادات بجا لائیں۔ اگر کوئی شخص انصاف و صحیح غور و فکر کرے۔ تو اس واقعہ

میں اُس سے حضرت عمر بن الخطاب کی فضیلت اور ایمان کی پختگی نظر آئے گی۔ اسی واقعہ میں مذکور ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی حضور! کیا آپ نے کعبہ کا طواف و عمرہ کرنے کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔؟ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا

عمر! میں نے یہ ضرور کہا تھا۔ اور انشاء اللہ ہم یہ دونوں باتیں ادا کریں گے۔ لیکن میں نے یہ نہیں کہا تھا۔ کہ اسی سال اس سفر میں ہم طوافِ کعبہ اور عمرہ کے افعال بجا لائیں گے۔ ان الفاظ کا انداز ہمیں بتلاتا ہے۔ کہ ما شککت منذ اسلمت الخ کے الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہیں فرمائے۔ بلکہ ان کی طرف راوی نے اپنے اجتہاد کے ذریعہ منسوب کر دیئے۔ نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک ہوا۔ اور ایسا ہونا ان کی ذات سے ناممکن بھی ہے۔ ہوا صرف یہ کہ کفار کی زبردستی شرائط منوانے سے یہ دل برداشتہ سے ہو گئے۔ اور اسی جذبہ کے تحت انہوں نے چند باتیں کہہ ڈالیں۔ اور اسی جذبہ کے تحت حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے ان شرائط کی تحریر سے انکار کر دیا۔ اور یہی جذبہ کار فرما تھا۔ کہ تمام صحابہ کرام نے فوری طور پر احرام کھولنے اور قربانیاں کرنے میں توقف کیا۔ اگر وہی نظریہ مدنظر رکھا جائے۔ جس کی بنا پر معترض نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر طعن کیا۔ تو پھر ایسی ہی غلطی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے بھی سرزد ہوئی۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمانے کے باوجود شرائط معاہدہ تحریر کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ تمام صحابہ کرام جو اس وقت موجود تھے۔ وہ سب بھی احرام نہ کھولنے کی وجہ سے اس اعتراض کا نشانہ بن سکتے ہیں۔ جب حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا تحریر سے انکار طعن کی وجہ نہ بنا۔ بلکہ یہ ان کے جذبۂ ایمانی کی ترجمانی کرتا ہے۔ اور جس طرح تمام صحابہ کرام کا قربانیاں دینے اور احرام کھولنے سے توقف کرنا بھی وجہ طعن نہ بنا۔ تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کیوں طعن کیا جائے۔ اور کیوں نہ اُن باتوں کو

آپ کے جذبۂ ایمانی کی علامت قرار دیا جائے۔ جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیں۔ ہم مذکورہ بالا باتوں کو کتب شیعہ میں دیکھتے ہیں۔ تو وہاں بھی یہ موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ناسخ التواریخ: صلح حدیبیہ کی بعض شرائط

گر کسی بے اذن واجازت ولی خود بحضرت پیغمبر پیوستہ شود ہر چند مسلمان باشد اورا نپذیرند۔ و باز فرستادند و ہر کس از مسلمین بے اجازت ولی خود بنزد قریش شود اورا باز نفرستند و در پناہ خود نگاہ بدارند۔

(۱۔ ناسخ التواریخ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جلد نمبر ۲ ص ۲۱۹ وقائع سال ششم ہجرت مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ تفسیر مجمع البیان جلد نمبر ۵ جزء نہم ص ۱۱۸ سورۃ فتح قصہ فتح حدیبیہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

کفار مکہ کی طرف سے پیش کردہ شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی۔ کہ اگر کوئی شخص اپنے ولی کی اجازت اور اذن کے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آجائے۔ اگرچہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ اس کو حضور اپنے پاس نہ رکھیں گے۔ بلکہ اسے واپس کر دیں گے۔ اور جو شخص مسلمانوں میں سے اپنے ولی کی اجازت واذن کے بغیر قریش مکہ کے پاس آجائے۔ وہ اسے واپس نہیں کریں گے۔ بلکہ اسے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھیں گے۔

ناسخ التواریخ : عمر فاروق کی غیرت ایمانی

عمر چوں ایں بشنید با ابوبکر گفت آیا محمد رسولِ خدا است؟ گفت بلی گفت ما مسلمانیم؟ گفت آری۔ گفت قریش کافراند؟ گفت چنیں است۔ گفت چرا بار ضائے قریش صلح کنیم؟ ابوبکر گفت۔ اے عمر! ساکت باش۔ پیغمبر بفرمانِ خدا کار کند۔ عمر از نزد ابوبکر کنارے گرفت و بحضرت رسول آمد و با پیغمبر نیز بدیں گونہ احتجاج نمود۔ پیغمبر فرمود۔ اے عمر! من رسول خدایم۔ و خدائے مرا در ہیچ کار فرو نگذارد۔ آں گاہ عمر اظہار پشیمانی کرد۔ و باستغفار پرداخت۔

(ناسخ التواریخ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۱۶ تا ۲۱۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب کفار مکہ کی طرف سے کچھ نامناسب شرائط پیش ہوتے دیکھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں تسلیم کرتے پایا۔ تو انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے پیغمبر نہیں؟ ابوبکر صدیق نے فرمایا۔ ہاں، ضرور اللہ کے پیغمبر ہیں۔ حضرت عمر نے پھر دریافت کیا کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ ابوبکر نے فرمایا۔ ہاں ضرور۔ پھر فاروق اعظم نے پوچھا۔ کیا قریش کافر نہیں ہیں۔ ابوبکر نے فرمایا۔ ہاں ایسے ہی ہے۔ پھر عمر کہنے لگے۔ جب یہ سب کچھ درست ہے۔ تو پھر ہم کفار کی من مانی شرائط پر راضی کیوں ہوں؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ عمر! خاموش

رہو۔ اللہ کا پیغمبر خود بخود نہیں بلکہ اپنے رب کے فرمان کے مطابق کام کرتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کنارہ کرلیا۔ اور سیدھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور یہاں بھی آپ کے ساتھ اسی قسم کی گفتگو کی۔ جو ابوبکر صدیق سے کرچکے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا۔ اے عمر! میں اللہ کا رسول ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے کسی کام میں بھی فراموش نہ کرے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے رویہ پر پشیمان ہوئے۔ اور استغفار میں لگ گئے۔

ناسخ التواریخ: عمر فاروق کا مقام توبہ

عمر گوید کہ بکفارت ایں جرأت وجسارت، نماز و روزہ وتصدق فراوان کرداشتم۔

(۱۔ ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۲۲۲، وقائع سال ششم ہجرت مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر بڑھ کر باتیں کرنے کی جسارت وجرأت کی۔ ان کے کفارے کے لیے میں نے بہت سی نمازیں اور روزے (نفلی) رکھے۔ اور بہت سامال صدقہ میں دیا۔

ناسخ التواریخ: غیرت ایمانی میں حضرت علی کا حکم رسول سے انکار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سہیل گفت واللہ من رحمٰن ندانم کیست
بنویس و بسمک اللھم، چنانچہ رسم جاہلیت است اصحاب رضا
نمیدادند۔ پیغمبر فرمود۔ چناں بنویس۔ پس علی بنوشت و بسمک اللھم
بعدازاں فرمود بنویس ہٰذا ما قضیٰ علیہ محمد رسول اللہ،
علی بنوشت۔ سہیل گفت۔ اگر ما بدیں کلہ اقرار داشتیم شمارا از زیارت کعبہ
منع نکردیم۔ بنویس محمد بن عبداللہ۔ پیغمبر فرمود۔ واللہ انی لرسول
اللہ وان کذبتمونی۔ و با علی فرمود۔ محوکن کلمہ رسول اللہ را و محمد بن
عبداللہ بنویس۔ علی گفت سوگند بخدائی کہ ہرگز وصف رسالت تو محو نکنم،
پیغمبر کتاب را بستد و کلمہ رسول را محو کرد و بجائے آں ابن عبداللہ
نوشت۔ از بعض احادیث مستفاد است کہ پیغمبر بدست خود نوشت

(۱۔ ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۲۱۷
وقائع سال ششم ہجرت مطبوعہ تہران
طبع جدید)

(۲۔ روضۃ الصفاء جلد ۲ ص ۳۶۵
ذکر احوال خاتم الانبیاء مطبوعہ نولکشور
طبع قدیم)

ترجمہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سہیل نے کہا۔ خدا کی قسم! میں "رحمٰن" کو نہیں
جانتا وہ کون ہے۔ بسمک اللھم لکھو۔ جیسا کہ پرانی رسم چلی آرہی ہے۔

صحابہ کرام نے اس کو پسند نہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چلو اسی طرح لکھ دو۔ سو حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے بسمک اللّٰھم لکھا۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا۔ کہ ھذا ما قضی علیہ محمد رسول اللہ لکھو۔ حضرت علی نے لکھ دیا۔ سہیل نے کہا۔ اگر اس کلمہ کا ہم اقرار کرتے تو تمہیں کعبہ کی زیارت سے منع نہ کرتے۔ محمد رسول اللہ کی بجائے محمد ابن عبداللہ لکھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں۔ اگرچہ تم مجھے جھٹلاؤ۔ پھر حضرت علی المرتضٰے کو فرمایا۔ "رسول اللہ" کے الفاظ مٹا کر محمد بن عبداللہ لکھ دو۔ حضرت علی المرتضٰے نے عرض کیا۔ خدا کی قسم! آپ کی صفت رسالت میں ہرگز نہیں مٹاؤں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ لیا۔ اور لفظ "رسول اللہ" مٹا کر "ابن عبداللہ" تحریر کر دیا۔ بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے یہ الفاظ تحریر کیے تھے۔

ناسخ التواریخ:

چوں کتاب صلح بپائے رفت۔ ابوبکر و عمر و عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و ابو عبیدہ بن الجراح و محمد بن مسلمہ در آں نامہ گواہی خویش را نگاشتند و از طرف مشرکین حویطب بن عبدالعزی (۴) و مکرز بن حفص و چندتن دیگر خط نہادند۔ دریں وقت قبیلہ خزاعہ در عقد پیغمبر دینی۔ بکر در عقد قریش در آمدند۔ آنگاہ پیغمبر فرمود۔ شتران ہدی خود را نحر کنید و سر بتر اشید (۵) ہیچکس اجابت ایں فرمان نکرد۔ و سہ نوبت رسولِ خدا ایں حکم را تکرار کرد۔ و کس پذیرفتار نشد رسول خدا بخیمہ ام سلمہ در رفت و از اصحاب شکایت کرد۔ ام سلمہ عرض کرد

یارسول اللہ ایشاں را معذور دار چہ ایشاں دل بر فتح مکہ نہادہ بودند۔ اکنوں بے نیل مرام مراجعت کنند (۱) و در صلحنامہ نیز کار بر آرزوئے کافراں رفتہ است۔ اگر خواہی از خیمہ بیروں شو و با ہیچکس سخن مکن خویشتن سر بتراش و شتراں ہدی را قربانی فرمائی۔ مرداں چوں ایں بینند ناچار متابعت کردند۔

(۱۔ ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۲۲
وقائع سال ششم ہجرت مطبوعہ تہران
طبع جدید)

(۲۔ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ نمبر ۳۶۵
ذکر احوال خاتم الانبیاء۔ مطبوعہ نولکشور
طبع قدیم)

ترجمہ

جب صلح نامہ کی تحریر مکمل ہو گئی۔ تو حضرت ابوبکر، عمر، عبدالرحمن بن عوف سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ بن الجراح اور محمد بن مسلمہ نے اپنی گواہی تحریر کی اور مشرکوں کی طرف سے حویطب بن عبدالعزی، مکرز بن حفص اور چند دیگر آدمیوں نے اپنے نام تحریر کیے۔ اس وقت قبیلہ خزاعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور قبیلہ بنی بکر قریش کی طرف ہو لیے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے اپنے قربانی کے جانوروں کو ذبح کرو اور سر منڈواؤ۔ آپ کے اس حکم پر کسی نے بھی عمل نہ کیا۔ تین مرتبہ آپ نے یہی فرمایا۔ پھر بھی کسی نے نہ مانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں تشریف لے آئے۔ اور صحابہ کے عدم تعمیل کی شکایت کی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا عرض گزار ہوئیں۔ یارسول اللہ! آپ انہیں معذور جانیئے۔ کیونکہ انہوں نے تو فتح مکہ پر نظریں جما

رکھی تھیں۔ اور اب اپنے مقصد کے حصول کے بغیر واپس جا رہے ہیں۔ اُدھر صلح نامہ میں شرائط بھی ایسی تحریر ہوئیں۔ جو کفار و مشرکین کے حق میں جاتی ہیں۔ لہذا یُوں کیجئے۔ کہ خیمہ سے باہر تشریف فرما ہوں۔ اور کسی سے گفتگو نہ کیجئے گا۔ اپنا سرِ انور مونڈ یئے۔ اور قربانی کے اونٹوں کو ذبح کیجئے۔ صحابہ کرام جب ایسا دیکھیں گے۔ تو لاچار آپ کی متابعت کریں گے۔

ناسخ التواریخ: حدیبیہ میں عمر فاروق کی باتیں نبی کریم کو پسند آئیں

مسلمانان از ایں شرط شگفتی گرفتند۔ کہ چگونہ مسلمانے را بکافراں باز فرستیم؟ و عمر بن الخطاب گفت۔ یا رسول اللہ چگونہ بدیں شرط رضا دہی؟ تبسمی فرمود و گفت ہر کہ از ایشاں بنزد ما مسلمان آید و ما او را باز فرستادیم خداوندش فرج بخشاید و ہر کہ از ما روئے بگرداند و بنزدیک کافراں رود با او حاجتے نداریم۔ و او با کافراں، سزاوار تر ست۔ .... در غم مباش کہ زیارت کعبہ خواہی کرد و طواف خواہی گذاشت۔

(۱۔ ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۲۲۱ وقائع سال ششم ہجرت۔ مطبوعہ تہران، طبع جدید)

(۲۔ روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۳۶۶، ذکر احوال خاتم الانبیاء۔ مطبوعہ لولکشور طبع قدیم)

ترجمہ

مسلمان اس شرط سے رنجیدہ ہوئے۔ کہ ہم آئے ہوئے مسلمان کو پھر ان

کفار کے پاس کیوں واپس کریں گے؟ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ اس شرط پر کیونکر راضی ہو گئے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ اور فرمایا۔ کہ جو شخص ان کی طرف سے ہمارے پاس مسلمان بن کر آئے گا۔ اور ہم اس کو واپس لوٹا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کی بہتری اور خوشی کا سامان پیدا فرما دے گا۔ اور جو شخص ہم میں سے نکل کر اور منہ موڑ کر ان کفار کی طرف چلا جاتا ہے۔ ہمیں ایسے شخص کی کوئی ضرورت نہیں ہے ایسا شخص انہی کے ساتھ بہتر ہے..... تم غم نہ کرو۔ کعبہ کی زیارت بھی ہوگی اور طواف بھی ہوگا۔

تفسیر منہج الصادقین:

فرمود کہ من گفتم کہ امسال ایں صورت متحقق شود گفتم نہ فرمود کہ عنقریب در مکہ خواہیم رفت حلق کردہ و تقصیر بجا آوردہ گفتم صدقت یا رسول اللہ۔ راست گفتی وازیں توبہ کردم وپشیمان گشتم۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۸ ص ۳۸۱
سورۃ فتح پارہ ۲۶۔ آیت لقد رضی اللہ
عن المومنین الخ)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ کیا میں نے یہ کہا تھا۔ کہ اسی سال یہ سب کچھ (یعنی عمرہ اور طواف کعبہ) متحقق ہوگا۔ میں (عمر بن الخطاب) نے عرض کیا۔ آپ نے ایسا نہیں فرمایا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ہم بہت جلد مکہ میں جائیں گے۔ سر مونڈے ہوئے اور

بالوں کو چھوٹا کئے ہوں گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا میں اپنے الفاظ سے توبہ کرتا ہوں۔ اور انتہائی ندامت محسوس کر رہا ہوں۔

مذکورہ حوالہ جات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ صلح حدیبیہ کی شرائط پر تمام موجود صحابہ کرام کو صدمہ ہوا۔ جن میں حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ کیونکہ ان شرائط میں بظاہر کفار کا فائدہ نظر آرہا تھا۔ لیکن حقیقت حال حضرات صحابہ کرام پر مخفی تھی۔ جس میں مسلمانوں کا فائدہ تھا۔

۲۔ ان شرائط کے ظاہر کو دیکھ کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند گزارشات کیں۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جواب باصواب عطا فرمایا۔ تو فوراً بول اٹھے۔ صدقت یا رسول اللہ۔ آپ سچے ہیں۔ اور مجھے ہی مغالطہ لگا تھا۔ میں نادم ہوں۔ اور توبہ کرتا ہوں۔

۳۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے دل برداشتہ ہونے کی وجہ سے لفظ "رسول اللہ" کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے باوجود محو کرنے سے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے محو کیا۔ اور اس کی بجائے "ابن عبد اللہ" تحریر کیا گیا۔

۴۔ صلح نامہ کی تکمیل کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موجود تمام صحابہ کرام کو قربانی کے جانور ذبح کرنے اور سر مونڈنے کا کہا۔ تو پریشانی کی وجہ سے کسی نے بھی اس حکم کی تعمیل نہ کی۔

۵۔ صلح نامہ کی تکمیل کے بعد مسلمانوں کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیق۔ عمر بن الخطاب ابوعبیدہ وغیرہ نے گواہی ثبت فرمائی۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطاب کے سوالات پر ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا۔ بلکہ تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ انشاء اللہ بہت جلد ہم کعبہ کی زیارت بھی کریں گے۔ اور طواف بھی بجالائیں گے۔

۷۔ حضرت عمر بن الخطاب نے اپنی اس غلطی کے کفارے کے طور پر نمازیں پڑھیں۔ روزے رکھے۔ اور صدقہ خیرات بھی کیا۔

لمحہ فکریہ:

مذکورہ امور کی روشنی میں نجم الحسن کراروی کے اعتراض کو دیکھیں۔ کہ اس میں کہاں تک حقیقت ہے۔ کراروی نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر کیچڑ اچھالا ہے۔ بقول معترض اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک پڑ گیا تھا۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر انہوں نے بطور گواہ معاہدہ پر دستخط کیسے کر دیئے؟ دوسرا یہ کہ اگر وقتی جوش کو اس کی دلیل بنایا جائے۔ تو حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے بھی تحریر سے انکار کر دیا تھا۔ اور تمام صحابہ کرام نے قربانی دینے اور سر کا حلق یا تقصیر کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان تمام حضرات پر بھی وہی طعن وارد ہوتا ہے صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کیوں موردِ طعن ٹھہریں۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر کی بات سن کر تبسم اور یہ ارشاد کہ انشاء اللہ ہم بہت جلد حج اور عمرہ کریں گے۔ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نادم ہونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا برملا اقرار کرنا یہ امور اس طرف واضح اشارہ کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ جذبہ ایمانی کے تحت کیا۔ اسی لیے "ابن حدید شیعی" نے اپنی تصنیف شرح ابن حدید میں اس واقعہ کو ان عمر کان لا یبالی فی الامر لومۃ لائم کے تحت درج کیا۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حق کے اظہار اور اس پر استقامت کی خاطر کسی ملامت کرنے والے کی

پرواہ تک نہیں کرتے تھے۔ اگر یہ واقعہ طعن کے ضمن میں آتا۔ تو ابن حدید اس کی طرف ضرور اشارہ کرتا۔ شرح ابن حدید جلد ۳ ص ۱۰۹ پر واقعہ مذکور ہے۔

جواب سوم: حدیبیہ میں ہی جناب عمر رض کے لیے اعلان جنت

منہج الصادقین میں مذکور ہے۔

صلح حدیبیہ کے واقعہ میں یہ بات بھی ثابت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی کو مکہ بھیجا۔ تاکہ قریش مکہ سے ہمارے عمرہ کے متعلق گفتگو کریں۔ حضرت عثمان کو قریش مکہ نے کہا۔ صرف تمہیں طواف کعبہ کی اجازت ہے۔ حضرت عثمان نے فرمایا۔ میرے لیے یہ ناممکن ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے میں طواف کروں۔ بالآخر کفار مکہ نے انہیں قید کر لیا۔ ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو افواہ یہ پہنچی۔ کہ عثمان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس افواہ پر آپ نے تمام صحابہ کرام سے اس امر پر بیعت لی۔ کہ حضرت عثمان کی شہادت کا بدلہ لیں گے۔ اور مرنے کی پرواہ نہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر سورۂ فتح پ ۲۶ کی یہ آیت نازل فرمائی۔

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک الخ

ترجمہ:

اللہ یقیناً ان مومنین سے راضی ہے۔ جنہوں نے ایک درخت کے نیچے اے محبوب آپ کے دست اقدس پر بیعت کی۔

اللہ کو ان کے دلوں کے ارادوں کا بخوبی علم ہے۔ سو ان پر اللہ نے سکینہ نازل فرمائی۔ اور ان کو اس بیعت پر ثابت قدم رکھا۔ اور فتح خیبر کی خوشخبری دی۔ اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کرام کو فرمایا۔ اے بیعت کرنے والو! تم روئے زمین کے باشندوں سے افضل ہو۔ اور تم میں سے کوئی بھی دوزخی نہیں۔

منہج الصادقین:

وہمہ اصحاب بیعت کردند برآنکہ مطلقاً راہ گریز نجویند تا آنکہ کشتہ شوند یا فتح نمایند و حضرت فرمود کہ انتم الیوم خیر اھل الارض۔ شما امروز بہترین اہل زمین اید۔ واز جابر مرویست کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ یک کس بدوزخ نرود از آں مومناں کہ در زیر درخت ثمرہ بیعت کردند۔ واین بیعت را بیعت الرضوان نام نہادند۔

(منہج الصادقین جلد ۸ ص ۲۶۵ پارہ ۲۶
زیر آیت لقد رضی اللہ عن المومنین الخ
مطبوعہ ایران طبع جدید)

ترجمہ:

تمام صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ اور عہد کیا۔ کہ ہم ہرگز نہ بھاگیں گے۔ یا تو شہید ہو جائیں گے۔ یا فتح ہمارے قدم چومے گی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ تم آج روئے زمین پر اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ جنہوں نے درختِ ثمر کے نیچے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اس بیعت کو "بیعت الرضوان" کا نام دیتے ہیں۔

لمحہ فکریہ:

منہج الصادقین کی مذکورہ بالا عبارت میں چند باتیں بطور خاص سامنے آتی ہیں۔

۱ - بیعت رضوان کے شرکاء میں سے کسی ایک نے بھی راہِ فرار اختیار نہ کی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے "فاثابھم" کے الفاظ سے ان کی ثابت قدمی کو بیان فرمایا۔

۲ - چونکہ اس بیعت میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ جس طرح اس میں شریک سبھی صحابہ پکے مومن اور دوزخ سے بری تھے۔ اسی طرح حضرت عمر کے ایمان میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا۔ ورنہ ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ "اس بیعت میں موجود صحابہ اس وقت اپنا ثانی نہیں رکھتے اور قطعی جنتی ہیں" غلط ثابت ہو گا۔

ان حوالہ جات اور واقعات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قطعی جنتی ہیں۔ اور اسی لیے وہ پکے مومن اور صحیح العقیدہ مسلمان ہیں۔ نفاق وکفر سے اُن کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ کیونکہ جنت میں دخول اور دوزخ سے نجات کے لیے ہر شخص کا مخلص مومن ہونا ضروری ہے۔ اور یہ امر شیعہ سُنی دونوں کا متفق علیہ ہے۔ اہل تشیع کے پیشوا علامہ کاشانی نے بیعت رضوان کے شرکاء کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ذکر کی۔ کہ اس بیعت کے شرکاء میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو ان کے ایمانی جذبہ کی آئینہ دار تھی۔ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تحریر سے انکار اور تمام صحابہ کرام کا قربانی کرنے اور سر منڈوانے سے انکار بھی ان کی ایمانی غیرت کا مظہر تھا۔

اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جواب چہارم:

مذکورطعن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب جملہ ما شککت منذ اسلمت الخ اگر بفرض محال ان کا جملہ ہی تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر بھی یہ موجب طعن نہیں

بنتا۔ کیونکہ خود شیعہ کتب اس کی گواہ ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنی گفتگو پر نادم ہوئے اور تائب بھی۔ اور اس لغزش کے کفارہ میں توبہ کی۔ صدقات و خیرات کیے۔ دیگر عبادات سے اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کی۔ اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان پر گرفت نہ فرمائی۔ بلکہ ان کی باتوں پر تبسم فرمایا۔ اور تسلی دی۔ تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی توبہ منظور کر لی۔ ان کو بطور گواہ صلح نامہ پر دستخط کرنے کی اجازت عطاء فرمائی۔ انہیں تمام شرکاء سمیت دوزخ سے نجات یافتہ فرمایا۔ اور وقت کے لاثانی مسلمان قرار دیا۔ تو کیا اس کے بعد بھی مذکورہ جملہ کی بنا پر ان پر نفاق کا الزام لگایا جا سکتا ہے۔؟

اگر وقتی ناراضگی وجۂ نفاق قرار دی جائے۔ تو ایسی ناراضگی بیعت رضوان کے تمام شرکاء سے ہوئی۔ جبکہ انہوں نے قربانیاں کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ام سلمہ کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اظہار بھی فرمایا۔ ان شرکاء میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو پھر کسی کو بھی نفاق سے بری نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر بری ہیں۔ اور واقعی ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمیت سبھی بری ہیں۔

اور اگر کوئی شیعہ یہ بڑھ ہانکے۔ کہ چونکہ آپ ناراض ہو گئے تھے۔ اس لیے آپ کی ناراضگی کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ دین سے نکل گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کی کبھی معافی نہیں ہو سکتی۔ تو ذرا دل تھام کر جواب دیجیے۔ کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا۔ اور ان کی زوجہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ناراض ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس ارادے پر سخت غصہ اور ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اور اسی ناراضگی کے عالم میں آپ منبر پر جلوہ فرما ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ نبی کی بیٹی اور کافر دشمن کی بیٹی ایک شخص کے عقد میں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ اس واقعہ کا تذکرہ معتبر کتب شیعہ میں موجود ہے۔ مثلاً امالی شیخ صدوق۔ بحار الانوار۔ اور جلاء العیون وغیرہ۔

تو ہم آپ سے دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی تادم آخر قائم رہی۔ اور اس کی معافی نہ ہو سکی۔ اور اس کی وجہ سے اسلام وایمان ہاتھ سے جاتا رہا؟ ہرگز ہرگز نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی وقتی تھی۔ آپ بعد میں راضی ہو گئے۔ اور اس کی معافی دے دی گئی۔ اور اس سے ایمان و اسلام میں کوئی فرق نہ پڑا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے بعد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ اور بعد وفات تاقیامت حضور ہی کے پہلو میں قیام پذیر ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سیدہ ام کلثوم عقد میں دے دی۔ جس کا تفصیلی ذکر ہم دوسری جلد میں کر چکے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کامل الایمان ہونے کی یہ دلیل کیا کم ہے۔ کہ جب حضرت عمر کا انتقال ہوتا ہے۔ تو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ان کے جنازے کے قریب کھڑے ہو کر یہ دعا مانگتے ہیں۔

حضرت علی کا کردارِ عمر پر رشک

ما احد احب الی، ان القی اللہ بصحیفتہٖ من ھذا المسجی۔

(معانی الاخبار صفحہ نمبر ۴۱۲۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ کہ جب میں اللہ تعالیٰ کے حضور جاؤں۔ تو میرے ہاتھوں میں اس کفن پوش (یعنی عمر بن الخطاب) کا،

نامۂ اعمال ہو۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پکا اور کامل مومن سمجھتے تھے۔ ورنہ کسی منافق کے نامۂ اعمال کو ہاتھ میں لے کر اللہ کے حضور جانے کی کون تمنا کرتا ہے۔ ایسا کہنا حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی توہین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا کرے۔ اور کرتا ہے لیکن جن کے بخت اور مقدر ہی سڑے گلے ہوں۔ ان پر قرآن کی حقانیت کیا اثر کرے گی۔

وباللہ التوفیق

جواب پنجم: شک دور ہو جانے پر طعن نہیں رہتا

ہم گزشتہ سطور میں تحریر کر چکے ہیں۔ کہ واللہ ما شککت کے الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نہیں ہیں۔ بلکہ راوی نے اپنے اجتہاد سے ان کی طرف منسوب کر دیئے۔ چلو ہم تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ یہ الفاظ حضرت عمر کے تھے۔ اور ان سے ثابت بھی ہو گیا۔ کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک بھی پڑ گیا۔ لیکن کیا شک ختم نہ ہوا؟ یہ حقیقت ہے۔ کہ شک زائل ہو گیا تو پھر زوال شک بھی پڑ گیا۔ ان پر زبان طعن دراز کرنا اور ان پر نفاق و کفر کے فتوے جڑنا کون سا عقلمندی کا ثبوت ہے۔ یہاں تو ان الفاظ کی نسبت میں بھی یقین نہیں۔ ہم تمہیں ایک روایت ایسی بیان کیے دیتے ہیں۔ جس میں نہ راوی کا اجتہاد نہ نسبت میں شک اور الفاظ ایسے دوٹوک اور سخت کہ روایت مذکورہ بالا ان کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ اس روایت کے الفاظ دیکھو۔ پھر فیصلہ کرو۔ کہ کیا کہہ رہے تھے۔ اور کیا کہو گے۔

فروع کافی:

عَنْ حِمْرَانَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ ذُكِرَ هٰؤُلَآءِ عِنْدَهٗ وَسُوْءُ حَالِ
الشِّيْعَةِ عِنْدَ هُمْ فَقَالَ اِنِّيْ سِرْتُ مَعَ اَبِيْ
جَعْفَرَ الْمَنْصُوْرِ وَ هُوَ فِيْ مَرْكَبِهٖ وَ هُوَ
عَلٰى فَرَسٍ وَّ بَيْنَ يَدَيْهِ خَيْلٌ وَمِنْ خَلْفِهٖ
خَيْلٌ وَّ اَنَا عَلٰى حِمَارٍ اِلٰى جَانِبِهٖ ۔۔۔۔۔۔۔
فَلَمَّا رَجَعْتُ اِلٰى مَنْزِلِيْ اَتَانِيْ بَعْضُ مَوَالِيْنَا
فَقَالَ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَ اللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُكَ
فِيْ مَرْكَبِ اَبِيْ جَعْفَرَ وَ اَنْتَ عَلٰى حِمَارٍ وَ
هُوَ عَلٰى فَرَسٍ وَ قَدْ اَشْرَفَ عَلَيْكَ
يُكَلِّمُكَ كَاَنَّكَ تَحْتَهٗ فَقُلْتُ بَيْنِيْ وَ
بَيْنَ نَفْسِيْ هٰذَا حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَى الْخَلْقِ
وَ صَاحِبُ هٰذَا الْاَمْرِ الَّذِيْ يُقْتَدٰى بِهٖ
وَ هٰذَا الْاٰخَرُ يَعْمَلُ بِالْجَوْرِ وَيَقْتُلُ اَوْلَادَ
الْاَنْبِيَآءِ وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ فِي الْاَرْضِ
بِمَا لَا يُحِبُّ اللّٰهُ وَ هُوَ فِيْ مَرْكَبِهٖ وَاَنْتَ
عَلٰى حِمَارٍ فَدَخَلَنِيْ مِنْ ذٰلِكَ شَكٌّ حَتّٰى
خِفْتُ عَلٰى دِيْنِيْ وَ نَفْسِيْ فَقَالَ فَقُلْتُ لَوْ
رَاَيْتَ مَنْ كَانَ حَوْلِيْ بَيْنَ يَدَيَّ وَمِنْ
خَلْفِيْ وَعَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ
مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ لَاحْتَقَرْتَهٗ وَ
احْتَقَرْتَ مَا هُوَ فِيْهِ فَقَالَ الْاٰنَ

سَكَنَ قَلْبِي۔

(روضہ کافی جلد ۸ ص ۳۶ - ۳۷ - تذکرہ
حدیث ابی عبداللہ علیہ السلام مع المنصور
طبع جدید تہران۔)
(روضہ کافی جلد ۳ ص ۱۶ طبع قدیم)

ترجمہ:

حمران کہتا ہے۔ کہ جب امام جعفر صادق کے پاس ان کے شیعوں کا تذکرہ کیا گیا۔ اور ان کی بدحالی کا ذکر ہوا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں ابوجعفر منصور کے ساتھ جا رہا تھا۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ اور اس کے آگے پیچھے بھی گھڑ سوار تھے۔ لیکن میں گدھے پر سوار ایک طرف تھا۔ پھر جب میں اپنے گھر واپس آیا۔ تو میرے چاہنے والوں میں سے ایک آیا۔ اور کہنے لگا۔ میں آپ پر قربان! خدا کی قسم میں نے آپ کو ابوجعفر کے سواروں میں دیکھا۔ آپ گدھے پر سوار تھے۔ اور ابوجعفر گھوڑے پر سوار تھا۔ اور وہ آپ سے بلند ہو کر آپ سے گفتگو کرتا یوں نظر آتا تھا۔ کہ آپ اس کے ماتحت ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے دل میں کہا۔ ان میں یہ (امام جعفر) زمین پر اللہ کی حجت ہے۔ اور صاحب الامر ہے۔ کہ لوگ اس کی اقتدا کرتے ہیں۔ اور وہ دوسرا (ابوجعفر) ظالم شخص ہے۔ نبی کی اولاد کو قتل کرنے والا اور زمین میں خونریزی کرنے والا ہے۔ خدا کو قطعاً پسند بھی نہیں۔ لیکن وہ گھوڑے پر اور آپ گدھے پر۔ تو اس واقعہ کو دیکھ کر مجھے ایسا شک پڑا۔ یہاں تک کہ مجھے اپنی ذات اور اپنے دین کا خوف لاحق ہو گیا تو یہ سن کر امام جعفر نے اس سے فرمایا۔ اگر تو میرے گرد و نواح میں فرشتوں کو دیکھ پاتا۔ تو ابوجعفر اور اس کی شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کو بالکل حقیر سمجھتا۔ جب امام موصوف

نے یہ فرمایا۔ تو وہ محب کہتا ہے۔ کہ میں نے کہا۔ اب میرا دل سکون پذیر ہو گیا۔ (اور شک جاتا رہا)۔

حضرات! جب اس پختہ شک کرنے والے محب امام جعفر کا شک دُور ہو گیا۔ اور اس کے شک کی بنا پر کسی نے اس کو برا نہیں کہا۔ حالانکہ اس میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ شک والا جملہ خود متکلم کا اپنا ہے۔ کسی نے اس کی طرف منسوب نہیں کیا۔ تو جب تمہارے مجتہدین کے فتوے نہ لگانے کی وجہ سے اس کا ایمان قائم رہا۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا شک جو بعد میں رفع ہو گیا۔ ان پر فتویٰ نفاق جاری کیا جا رہا ہے۔ خدا کا خوف کرو عظیم المرتبت صحابی کو بدنام کرنے کی ناپاک جسارت کرنے سے تمہیں شرم نہیں آتی۔ ان جوابات سے صاف عیاں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ذات اس طعن سے کوسوں دُور ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

طعن چہارم

(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر پر دروازہ گرا کر ان کا حمل ضائع کر دیا ہے۔

نجم الحسن کراروی نے "چودہ ستارے" اور غلام حسین نجفی نے "سہم مسموم" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات پر ایک طعن ذکر کیا۔ ان دونوں معترضین نے کتاب الملل والنحل للشہرستانی اور معارج النبوۃ تصنیف ملا معین کاشفی (جو کہ کتب اہل سنت ہیں) کا حوالہ بھی دیا۔ معترضین کی دونوں کتب کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

چودہ ستارے:

حضرت عمر آگ اور لکڑیاں لے کر آئے۔ اور کہا گھر سے نکلو ورنہ ہم آگ لگا دیں گے۔ یہ سن کر فاطمہ دروازہ کے قریب آئیں۔ اور فرمایا کہ اس گھر میں رسول کے نواسے حسنین بھی موجود ہیں۔ کہا ہوا کرنے دیجئے۔ (تاریخ طبری۔ الامامت والسیاست جلد ۱ ص ۱۲)

اس کے بعد برابر شور وغل ہوتا رہا۔ اور علی کو گھر سے باہر نکال لینے کا مطالبہ ہوتا رہا۔ مگر علی نہ نکلے۔ فاطمہ کے گھر کو آگ لگادی گئی۔ جب شعلے بلند ہونے لگے۔ تو فاطمہ دوڑ کر دروازہ کے قریب آئیں۔ اور فرمایا۔ ارے میرے باپ کا کفن بھی میلا نہ ہونے پایا۔ کہ یہ تم کیا کر رہے ہو یہ سن کر فاطمہ کے اوپر دروازہ گرادیا گیا۔ جس کے باعث معصومہ کے شکم پر ضرب لگی۔ اور فاطمہ کے بطن میں محسن نامی بچہ شہید ہوگیا۔ (کتاب الملل والنحل شہرستانی۔ طبع مصر ص ۲۰۔)

علامہ معین کاشفی لکھتے ہیں۔ کہ بداں مرض فاطمہ از جہاں رحلت فرمود۔ فاطمہ اسی ضرب عمر سے رحلت کرگئیں۔

ملاحظہ ہو معارج النبوۃ رکن چار باب ع ۳ ص ۴۲)

(چودہ ستارے تصنیف کرار دی شیعی ص ۱۰۰-۱۰۱ مطبوعہ لاہور)

سہم مسموم:

عمر کے ظلم سے سیدہ زہرا کے شکم کا بچہ بھی شہید ہوا ہے

عمر کے ظلم سے سیدہ زہرا کے بچے کا گرنا، عمر کا بنی ہاشم کو دھمکی دینا، سیدہ زہرا کی انصار سے فریاد، سیدہ زہرا کا وصیت کرنا کہ ان میں سے کوئی بھی میرے جنازے میں حاضر نہ ہو۔ روشن دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت زہرا رنج وغم میں اس دنیا سے وفات پاگئیں۔

ثبوت ملاحظہ ہو۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب الملل والنحل
جلد ۱ ص ۵۹۔ ذکر النظامیہ مؤلف
محمد بن عبدالکریم شہرستانی مطبوعہ قاہرہ
طبع جدید)

فَقَالَ اِنَّ عُمَرَ ضَرَبَ بَطْنَ فَاطِمَۃَ عَلَیْہَا السَّلَامُ یَوْمَ الْبَیْعَۃِ حَتّٰی اَلْقَتِ الْمُحْسِنَ مِنْ بَطْنِہَا وَ کَانَ یُصِیْحُ اَحْرِقُوا الدَّارَ بِمَنْ فِیْہَا وَ مَا کَانَ فِی الدَّارِ غَیْرُ عَلِیٍّ وَ فَاطِمَۃَ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ۔

(سم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم تصنیف غلام حسین نجفی ص ۷۶ ۷۷ مطبوعہ لاہور)

ترجمہ:

نظام کہتا ہے۔ کہ روزِ بیعت نبی کی بیٹی فاطمہ زہرا کے شکم پر عمر نے دُرّہ مارا حتی کہ سیدہ کا بچہ شہید ہو کر گرا اور نیز عمر چیخ رہے تھے۔ کہ اس گھر کو بمعہ ان لوگوں کے جو اس میں ہیں جلا دو اور گھر میں سوائے علی، فاطمہ اور حسن و حسین کے اور کوئی نہ تھا۔

جواب اول:

کتاب الملل والنحل کا مصنف الحاد و زندقہ سے ملوث تھا۔ اور اسماعیلی شیعہ تھا۔

اوپر ذکر شدہ طعن وہ مشہور طعن ہے۔ جو ہر شیعہ کی زبان پر جاری ہے۔ اور اس کے ذریعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) ظالم اور دشمنِ اہل بیت ثابت کرنے کی ناپاک جسارت

کی جاتی ہے۔ غلام حسین نجفی نے اس طعن میں رنگ بھرنے کی خاطر کتاب الملل والنحل کا حوالہ دیا ہے۔ آیئے اس کتاب کی اہمیت اور قدر و منزلت خود اس کے مصنف کے حالات کی روشنی میں معلوم کریں۔ تاکہ اس کے حوالہ کے قابلِ اعتبار ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ ہو جائے۔

لسان المیزان:

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيْمِ بْنِ اَحْمَدَ اَبُوْ الْفَتْحِ الشَّهْرَسْتَانِيْ صَاحِبُ كِتَابِ الْمِلَلِ وَالنِّحَلِ تَفَقَّهَ عَلٰى اَحْمَدَ الْجَوَانِيْ وَاَخَذَ الْكَلَامَ عَنْ اَبِيْ نَصْرِ بْنِ الْقُشَيْرِيْ قَالَ ابْنُ السَّمْعَانِيْ وَرَدَ بَغْدَادَ وَاَقَامَ بِهَا ثَلَاثَ سِنِيْنَ وَكَانَ يَعِظُهَا وَلَهٗ قُبُوْلٌ عِنْدَ الْعَوَامِ وَسَاَلْتُهٗ عَنْ مَوْلِدِهٖ فَقَالَ سَنَةُ تِسْعٍ وَسَبْعِيْنَ وَاَرْبَعِ مِائَةٍ وَمَاتَ سَنَةَ ثَمَانٍ وَاَرْبَعِيْنَ وَخَمْسِ مِائَةٍ قَالَ ابْنُ السَّمْعَانِيْ فِيْ مُعْجَمِ شُيُوْخِهٖ وَكَانَ مُتَّهَمًا بِالْمَيْلِ اِلٰى اَهْلِ الْبِدَعِ يَعْنِي الْاِسْمَاعِيْلِيَّةَ وَالدَّعْوَةَ اِلَيْهِمْ لِضَلَالَاتِهِمْ وَقَالَ الْخُوَارِزْمِيْ صَاحِبُ الْكَافِيْ لَوْلَا تَخْلِيْطُهٗ فِي الْاِعْتِقَادِ وَمَيْلُهٗ اِلٰى اَهْلِ الزَّيْغِ وَالْاِلْحَادِ لَكَانَ هُوَ

الْإِمَامُ فِي الْإِسْلَامِ۔

(لسان المیزان تصنیف ابن حجر عسقلانی جلد ۵

ص ۴۲۳ حرف المیم مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

کتاب الملل والنحل کے مصنف محمد بن عبدالکریم بن احمد ابوالفتح شہرستانی نے احمد الخوافی سے علم فقہ حاصل کیا۔ اور ابونصر بن القشیری سے علم کلام سیکھا ابن السمعانی نے کہا۔ کہ مصنف ہذا بغداد میں آیا۔ اور تین سال یہاں رہا۔ وعظ کرنے میں عوام میں بڑا مقبول تھا۔ میں نے اس کی پیدائش کے بارے میں پوچھا۔ تو کہا۔ چار سو اناسی ہجری میں پیدا ہوا اور پانچ سو اڑتالیس میں وفات پائی۔ ابن السمعانی نے اپنے مشائخ کی "معجم" میں کہا۔ یہ مصنف ایک شیعی بدعتی فرقہ اسماعیلیہ کی طرف میلان کی وجہ سے متہم تھا۔ اور ان کے گمراہ کن عقائد کی دعوت دیا کرتا تھا۔ خوارزمی کا کہنا ہے۔ کہ اگر اس کے عقائد میں خلط ملط نہ ہوتا۔ اور گمراہ لوگوں کی طرف اس کا رجحان نہ ہوتا۔ تو مسلمانوں کا ایک بڑا امام متصور ہوتا۔

طبقات شافعیۃ الکبریٰ:

فِي تَارِيْخِ شَيْخِنَا الذَّهَبِيِّ اَنَّ ابْنَ السَّمْعَانِيِّ ذَكَرَ اَنَّهُ كَانَ مُتَّهَمًا بِالْمَيْلِ اِلَى اَهْلِ الْقِلَاعِ يَعْنِي الْاِسْمَاعِيْلِيَّةَ وَالدَّعْوَةَ اِلَيْهِمْ وَالنُّصْرَةِ لِطَامَاتِهِمْ وَاَنَّهُ قَالَ فِي التَّحْبِيْرِ اَنَّهُ مُتَّهَمٌ بِالْاِلْحَادِ وَالْمَيْلِ

اِلَيْهِمْ غَالٍ فِي التَّشَيُّعِ۔
(طبقات شافعیہ الکبری جزء رابع ص۹۰)

ترجمہ:

ہمارے شیخ امام الذہبی کی تاریخ میں مذکور ہے۔ کہ ابن السمعانی نے اس کے بارے میں ذکر کیا۔ یہ فرقہ اسماعیلیہ کی طرف میلان کی وجہ سے متہم تھا ان کے عقائد کی دعوت اور ان کے بے اصل اقوال کی تائید کی وجہ سے بدنام تھا۔ اور ابن سمعانی نے اپنی کتاب "تحبیر" میں کہا۔ کہ یہ بے دینی بے دینوں کی طرف میلان کی وجہ سے بدنام تھا۔ اور کٹر شیعہ تھا۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے واضح ہوا۔ کہ صاحب الملل والنحل محمد بن عبدالکریم شہرستانی، صحیح العقیدہ اور پختہ مسلمان نہ تھا۔ بے دین اور زندیق ہونے کے علاوہ شیعیت کی طرف بھی مائل تھا۔ لہٰذا غلام حسین نجفی کا یہ کہنا کہ "کتاب الملل والنحل سنیوں کی معتبر کتاب ہے" سراسر غلط اور لغو ہے۔ الحاد اور زندقہ کی تویث سے اس کا فلسفی ہونا تو ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا پکا متبع ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس کے متعلق مشہور ہے۔ کہ وہ اپنے وعظ و تبلیغ کے دوران اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کرتا تھا۔ اور مسائل شرعیہ سے کتراتا تھا۔ شہرستانی کے متعلق ان خیالات کا اکیلے ہم ہی نہیں بلکہ اہل تشیع کے ایک عظیم مجتہد شیخ عباس قمی نے بھی ایسا ہی تذکرہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

الکنی والالقاب:۔

حموی در معجم البلدان در حق ایں مرد بدیں لفظ گفتہ است۔ اگر غلو او در عقیدہ و میلش بالحاد نبود او باید کہ پیشوا بود و بسیاری شد کہ ما در شگفت بودیم۔

ازانکہ باوفور فضل وکمال عقل خود چگونہ میل کند بچیزے کہ اصلے ندارد وامرے را برگزیند کہ از عقل ونقل دلیلے ندارد پناہ خدا از خذلان وحرمان از نور ایمان واین نیست مگر برائے روگردانی او از نور شریعت وپرداختن او بظلمات فلسفہ ومیان ما گفتگوھا وبررسیھا بود واو در نصرت مذاہب فلاسفہ ودفاع ازآں امبالغہ می کرد ومن درچند جلسہ وعظ او حضور داشتم ودرآنہا نہ از خدا می گفت ونہ از رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ونہ جواب از مسائل شرعیہ وخدا او ناتراست بحال او پایان درآواخر شعبان ۵۴۸ ھ فوت کرد۔

(الکنی والالقاب جلد ۲ ص ۳۶۴)

ترجمہ:

حموی نے معجم البلدان میں اس (شہرستانی) کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں۔ "اگر اس شخص کے عقیدہ میں گڑبڑ اور بے دینی کی طرف اس کا رجحان نہ ہوتا۔ تو اس کو پیشوائے مسلمانان ہونا چاہیئے تھا۔ اور بہت مرتبہ ایسا ہوا۔ کہ ہم اس معاملہ میں حیران رہ جاتے۔ کہ اس قدر فضل وکمال کے ہوتے ہوئے اس نے ایسے عقائد کی طرف کیونکر میلان کر لیا۔ کہ جن کی کوئی اصلیت نہیں۔ اور ایسے راستہ پر چل پڑا جس کی عقل ونقل کے اعتبار سے کوئی دلیل نہیں ملتی۔ ایمان کے نور سے محرومی اور ذلت پر اللہ کی پناہ۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا۔ کہ اس نے شریعت کے نور سے روگردانی کی۔ اور فلسفیانہ اندھیروں میں جا پڑا۔ ہمارے درمیان گفتگو بھی ہوئی۔ اور ویسے بھی تعلقات تھے۔ یہ شخص فلاسفہ کے مذہب پر کیے گئے اعتراضات کا بڑھ چڑھ کر جواب دیا کرتا تھا اور ان کے نظریات کا حامی تھا۔ میں (شیخ عباس قمی) بذاتِ خود اس کے

چند جلسوں اور اس کی چند مجالس وعظ میں شریک ہوا ہوں۔ ان مجالس میں نہ تو اس نے کوئی خداوند قدوس کی بات کی۔ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا۔ اور نہ ہی شرعی مسائل کا جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کی حالت بخوبی جانتا ہے۔ شعبان کی آخری تاریخوں میں ۹۴۵ھ میں فوت ہوا۔

معارج النبوت کا مقام اور اس کے حوالہ کی حقیقت۔

نجم الحسن کراروی شیعی نے طعن مذکور کو ثابت کرنے کے لیے "معارج النبوۃ" کا حوالہ ذکر کیا۔ اس سلسلہ میں اولیں گزارش یہ ہے۔ کہ اس کتاب کا مصنف ملا معین کاشفی محض ایک واعظ تھا۔ اور اس نے مذکور کتاب میں جو کچھ لکھا۔ وہ واعظانہ رنگ میں ہے۔ اسی لیے اس نے اس کتاب میں اچھا بُرا بہت کچھ جمع کر دیا ہے۔ امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس کے بارے میں کسی سائل کے جواب میں فرمایا۔

"کہ وہ ایک واعظ تھا اس کی کتابوں میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔" احکام شریعت لہٰذا ایسے واعظ کو محقق سنّی نہیں کہا جا سکتا۔ اور نہ ہی ایسے شخص کی تحریر اہل سنت کے عقائد کی ترجمانی کر سکتی ہیں۔ اور دوسری گزارش یہ کہ ملا معین کاشفی کی کتاب سے جو حوالہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے نقل کرنے میں نجم الحسن کراروی نے فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

معارج النبوۃ:

گویند دراں زفاف سعد بن معاذ گوسفندے فرستاد و بعضے از انصار چند صاع برنج آوردند و طعام عروسی فاطمہ رضی اللہ عنہا آں بود و ذکر او صاف آں ستودہ خصال زیادہ ازاں است کہ دریں مختصر مذکور گردد و بقول راضی اللہ عنہا

حق تعالیٰ چند فرزند از امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ ارزانی داشت نخست حسن و حسین و زینب و ام کلثوم و رقیہ و محسن کہ سقط شد و بداں مرض رضی اللہ عنہا از جہاں رحلت نمود۔

(معارج النبوۃ تصنیف ملا معین کاشفی
رکن چہارم باب ۳ ص ۲۲۴ مطبوعہ سکھر)

ترجمہ:

بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شب عروسی کے وقت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک بکری ان کے ہاں بھیجی۔ اور انصارِ مدینہ میں سے بعض نے چند سیر چاول حاضر خدمت کیے۔ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی شادی کا کھانا انہی اشیاء کا تھا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کے اوصاف اور خوبیاں اس قدر ہیں۔ کہ اس مختصر کتاب میں ان کا تذکرہ ناممکن ہے۔ حضرت بتول کے ہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چند بچے پیدا ہوئے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ حسن و حسین و زینب ام کلثوم اور رقیہ۔ ایک بچے محسن نامی دورانِ حمل ساقط ہو گئے۔ (یعنی مدت حمل پوری ہونے سے پہلے ہی پیدا ہو کر فوت ہو گئے یا پیدا ہی مردہ ہوئے تھے) اور حضرت خاتونِ جنت اسی بیماری میں اللہ کی پیاری ہو گئیں۔

لمحہ فکریہ:

معارج النبوۃ کی فارسی عبارت اور اس کا اردو ترجمہ آپ حضرات نے ملاحظہ کیا۔ کیا اس میں اس فرضی واقعہ کہ جس کو بیان کر کے نجم الحسن کراروی نے طعن کی بنیاد رکھی۔ کا کہیں اتہ پتہ ہے؟ حضرت عمر نے آگ لگائی۔ سیدہ فاطمہ باہر نکلنے لگیں۔ تو ان کو دھکا

دیا گیا۔ ان پر دروازہ گرا۔ اور پیٹ میں موجود بچہ ساقط ہو گیا۔ ان باتوں میں سے کسی ایک کا بھی مذکورہ حوالہ میں ثبوت و وجود نظر آتا ہے؟ اتنے بڑے بڑے جھوٹ اور بہتان لگانے والا "فخر العلماء، حجۃ الاسلام، الحاج مولانا مولوی" کہلاتا ہے۔ نہیں بلکہ دنیائے شیعیت نے انہی عظیم سیاہ کارناموں پر اسے یہ منصب عطا کیے۔ آخر ایسا کیوں نہ ہو جن کے مذہب کی اہم بنیاد تقیہ سے ہو تو جو اس میں ید طولیٰ رکھتا ہو گا۔ وہ ان کے علماء کا فخر اور ان کے "اسلام" کی "حجۃ" اور ان لا وارثوں کا "مولا" نہیں ہو گا۔ تو اور کیا ہو گا؟ آسمان کے ستارے (نجوم جو نجم کی جمع ہے) شیطان پر پڑتے ہیں۔ اور امام حسن کا نجم (نجم الحسن) خود امام موصوف کے ممدوح اور یہی خواہ حضرت عمر پر؟ خدا حق بین بنائے۔ اور حق قبول کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔ (آمین)

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب دوم:

”الملل والنحل“ کی مذکورہ عبارت میں ایک شیطان صفت آدمی کا عقیدہ بیان کیا گیا نہ کہ تاریخی واقعہ

غلام حسین نجفی نے الملل والنحل کی تھوڑی سی اپنے مطلب کی عبارت لکھ کر طعن کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر یہ ”غلام“ مکمل عبارت نقل کرتا تو مذکور طعن کا ثبوت مہیا نہ کر سکتا۔ اس ”غلام“ نے اپنے اوپر پڑنے والے ”نجم“ کی طرح انتہائی مکر و فریب اور چابکدستی سے کام لیا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ شہرستانی موصوف نے معتزلہ کے مختلف فرقوں کے عقائد کی بحث کرتے ہوئے ایک فرقہ ”نظامیہ“ کا ذکر کیا۔ اور اس کے عقائد میں سے ”گیارھواں عقیدہ“ ذکر کرتے ہوئے عبارت مذکورہ لکھی۔ مکمل عبارت درج ذیل ہے۔

الملل والنحل:۔

(الحادی عشر) مَیْلُهٗ اِلَى الرَّفْضِ وَوَقِيْعَتُهٗ فِيْ كِبَارِ الصَّحَابَةِ قَالَ اَوَّلًا لَا اِمَامَةَ اِلَّا بِالنَّصِّ وَ التَّعْيِيْنِ ظَاهِرًا مَكْشُوْفًا وَقَدْ نَصَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ فِيْ مَوَاضِعَ وَ

اَظْهَرَهٗ اِظْهَارًا لَمْ يُشْتَبِهْ عَلَى الْجَمَاعَةِ اِلَّا اَنَّ عُمَرَ كَتَمَ ذٰلِكَ وَهُوَ الَّذِيْ تَوَلّٰى بَيْعَةَ اَبِيْ بَكْرٍ يَوْمَ السَّقِيْفَةِ وَنَسَبَهٗ اِلَى الشَّكِّ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ فِيْ سُؤَالِهٖ عَنِ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ قَالَ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ اَلَيْسُوْا عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ نَعَمْ قَالَ عُمَرُ فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِيْ دِيْنِنَا قَالَ هٰذَا شَكٌّ فِي الدِّيْنِ وَوِجْدَانُ حَرَجٍ فِي النَّفْسِ مِمَّا قَضٰى وَحَكَمَ وَزَادَ فِي الْفِرْيَةِ فَقَالَ اِنَّ عُمَرَ ضَرَبَ بَطْنَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ يَوْمَ الْبَيْعَةِ حَتّٰى اَلْقَتِ الْمُحْسِنَ مِنْ بَطْنِهَا وَكَانَ يَصِيْحُ اَحْرِقُوْا الدَّارَ بِمَنْ فِيْهَا وَمَا كَانَ فِي الدَّارِ غَيْرُ عَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ۔

(الملل والنحل جزء اول ص ۷۷ مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ۔ زیر بحث فرقہ نظامیہ)

ترجمہ:

(ابراہیم بن السیار النظام جو فرقہ نظامیہ کا بانی ہے۔ اس کے عقائد میں سے گیارہواں عقیدہ) اس کا رجحان رافضیوں کی طرف تھا۔ اور بزرگ صحابہ کرام کے بارے میں تبرّا باز تھا۔ اس نے اول یہ کہا۔ کہ امامت کے لیے نص اور تعیین ضروری ہے۔ جس میں کوئی پوشیدگی نہیں ہونی چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی امامت کا ثبت سے

مقامات پر واضح ذکر فرمایا۔ اور اسے اس قدر ظاہر فرما دیا۔ کہ جماعت صحابہ میں سے ماسوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کو اشتباہ نہ تھا۔ یہی عمر بن الخطاب ہے۔ جو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کا ٹھیکہ دار بنا۔ جب ثقیفہ میں گفتگو ہو رہی تھی۔

اسی (ابراہیم الیسار معتزلی) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف مقام حدیبیہ کے واقعہ پر "شک" کی نسبت کی۔ یہ اس وقت ہوا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کیا ہم حق پر نہیں، کیا وہ یعنی کفار مکہ باطل پر نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیوں نہیں ایسے ہی ہے۔ پھر حضرت عمر نے عرض کیا۔ تو ہم پھر کیوں دنیوی شرائط کے تحت اپنے دین کو چھوڑے جا رہے ہیں۔ نظام کہتا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا "دین میں شک اور وجدان میں سستی ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلا اور قضا کے ضمن میں ان کے دل سے نکلا"

نظام معتزلی نے بہت سے جھوٹوں اور تہمتوں میں ایک جھوٹ اور تہمت یہ بھی لگائی۔ کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت صدیق کے موقعہ پر حضرت خاتون جنت کے شکم اطہر پر ضرب لگائی۔ جس کی وجہ سے ان کے پیٹ میں موجود محسن نامی بچہ گر گیا۔ عمر چلا چلا کر کہہ رہے تھے۔ اس گھر کو بمعہ اس کے مکینوں کے جلا دو۔ حالانکہ اس وقت اس گھر میں حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم تھا تھے۔

ابراہیم السیار معتزلی شیطان تھا۔ (نعمت اللہ جزائری شیعی)

قارئین کرام! نجفی شیعی کی دھوکہ دہی، غلط بیانی اور الزام تراشی آپ نے ملاحظہ فرمائی صاحب الملل والنحل نے ایک معتزلی ابراہیم السیار نامی شخص کے عقائد بیان کرتے ہوئے اس کا گیارھواں عقیدہ بیان کیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو جلانے کا حکم اور ان کے پیٹ پر ضرب لگا کر ان کے پیٹ میں موجود بچہ کو گرا دینے کا الزام۔ اسی معتزلی کا عقیدہ بیان کیا۔ لیکن نجفی نے اسے اہلسنت کی طرف منسوب کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ نظام معتزلی اگرچہ نجفی سے کچھ ملتا جلتا ہے۔ اور شائد ایک ہی دبخت کی شاخیں ہوں لیکن نجفی کے بڑے اس معتزلی کو شیطان کا بھائی کہہ رہے ہیں۔ بھائی کون ہے اور شیطان کون ناظرین اس کو بخوبی جانتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

انوار نعمانیہ:۔

وَمِنْهُمُ النَّظَامِيَّةُ اَصْحَابُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ السَّيَّارِ النَّظَامِ وَهُوَ مِنَ الشَّيَاطِيْنِ الْقَدَرِيَّةِ طَالَعَ كُتُبَ الْفَلَاسِفَةِ وَخَلَطَ كَلَامَهُمْ بِكَلَامِ الْمُعْتَزِلَةِ۔

(انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۲۲۸۔ فی بیان الفرق و ادیانہا۔ مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:

ان معتزلہ شیعہ فرقوں میں سے ایک فرقہ نظامیہ ہے۔ جو ابراہیم بن السیار النظام نامی شخص کے پیروکار ہیں۔ یہ شخص قدریہ شیطانوں میں سے ایک

تھا۔ اس نے فلاسفہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اور ان کے کلام کو معتزلہ کے کلام میں خلط ملط کر دیا۔

نظام معتزلی شیعہ عقائد کا بھی حامل تھا

اوپر سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ نظام معتزلی بزرگ صحابہ کرام کی شان میں تبرا بازی کیا کرتا تھا یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام تراشی کرنا اس کا مشغلہ تھا۔ اسی الزام تراشی کا ایک نمونہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایمان کا کمزور بلکہ شک کرنے والا کہا۔ دوسرا نمونہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خاتون جنت کے مکان کو آگ لگانے والا اور انہیں زدوکوب کرنے والا وغیرہ کہا ان الزامات کے علاوہ ایک عقیدہ اس کا یہ بھی تھا۔ کہ ولایت "منصوص من اللہ" ہوتی ہے۔ اس کا یہ عقیدہ اور اس کے ضمن میں ایک تبرا کا خود شیعہ مصنف بھی اقرار کر رہا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

انوار نعمانیہ:

وَ مِنْهَا اَنَّهُمْ مَالُوْا اِلٰی وُجُوْبِ النَّصِّ عَلَی الْاِمَامِ وَ ثُبُوْتِ النَّصِّ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ عَلٰی عَلِیٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لٰكِنْ كَتَمَهٗ عُمَرُ۔

(انوار نعمانیہ جلد ۲ ص ۲۲۹ تذکرہ نور فی بیان الفرق مطبوعہ تبریز۔ طبع جدید۔)

ترجمہ:

فرقہ نظامیہ کے عقائد میں سے ایک یہ ہے۔ انہوں نے اس طرف رجحان

کیا ہے۔ کہ امام کی امامت پر نص کا ہونا واجب ہے۔ اور اس بات کا بطور نص ذکر ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے امامت منصوص فرما دی تھی لیکن اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھپائے رکھا۔

الحاصل :-

گزشتہ اوراق میں ہم "امامت" کے بارے میں اہل تشیع کا عقیدہ ذکر کر چکے ہیں۔ کہ ان کے ہاں یہ مسئلہ "منصوص من اللہ" ہونا چاہیے۔ اور حضرات صحابہ کرام کے حضور جو ان کی مردود تحریریں ہیں۔ وہ بھی آپ کے سامنے ہیں۔ من جملہ دیگر عقائد نظام معتزلی ان دونوں میں ان کا ساتھی ہے۔ اور بھائی بند ہے۔ چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی کو "وھو من الشیاطین" کہا ہے۔ اور اس شیطان کے بکواسات میں سے ایک یہ بھی ذکر کیا۔ کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر کو آگ لگانا اور ان کے شکم پر ضرب مار کر بچہ گرانا اسی نظام کا افتراء ہے۔ "انوار نعمانیہ" نے اس کو بہت بڑا جھوٹ کہا۔ اور نجفی نے اسی جھوٹ کو اہل سنت کا عقیدہ ذکر کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر طعن لگانے کی کوشش کی۔ اگر وہ بڑا مفتری اور کذاب ایک فرقہ کا بانی بن سکتا ہے۔ بلکہ بن گیا تو کیا عجب کہ نجفی بھی اسی پروانہ کے لیے پر تول رہا ہو۔

"صاحب انوار نعمانیہ" نے اسی قدریہ شیطان کا ایک اور عقیدہ بیان کیا۔ کہ وہ امامت کے لیے وجوب نص کا معتقد تھا۔ اب ذرا سینہ پر ہاتھ رکھ کر (نہیں بلکہ مار کر) بتلائیے اس شیطان کے عقیدہ کے ساتھ کس کا عقیدہ ملتا جلتا ہے۔؟ صاف بات ہے۔ کہ اس شیطان بے دین اور بدعتی نے جو عقائد وضع کیے۔ انہی کی بنا پر یہ ان القاب کا سزاوار ٹھہرا۔ ورنہ آدمی شریف ہوگا۔ شہرستانی کی طرح اگر ان خرابیوں کا حامل نہ ہوتا۔ تو دنیائے اسلام کا قابل قدر آدمی ہوتا۔ شہرستانی کی کتاب الملل والنحل میں سرے سے یہ

طعن مذکور نہیں۔ اور اگر کچھ ٹوٹا پھوٹا بنا بھی لیا جائے۔ تو وہ خود شیعہ اسماعیلیہ تھا۔ ہمارا آدمی کب تھا؟ نہ شہرستانی ہمارا نکلا۔ اور نہ ہی اس نے اپنی کتاب میں جو یہ عبارت لکھی۔ وہ ہمارا عقیدہ تھی۔ بلکہ نظام معتزلی کا عقیدہ ذکر کیا۔ اور ملا معین کاشفی نے رطب و یابس سب کچھ جمع کر دیا۔ لیکن وہاں بھی آگ لگانے اور دروازہ گرانے کا نام ونشان نہیں۔ تو ان واضح شہادتوں اور ظاہر دلائل کے ہوتے ہوئے نجفی اور کرار دی نے سادہ لوح سنیوں کو فریب دیکر یہ باور کرانے کی کوشش کی۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے ظالم تھے (معاذ اللہ) امید ہے۔ کہ صاحبِ انصاف ہماری اس وضاحت و تحقیق کے بعد مطمئن ہو جائے گا۔ اور حق کو اپنانے کی جرأت کر کے اپنی آخرت اچھی کرے گا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

باب سوم

سیّدنا عثمان غنی رض پر کیے گئے بقیہ

شیعہ

مطاعن

باب سوم:

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اہل تشیع کے بقیہ مطاعن

طعن دوم

جناب عثمان ذوالنورین نے اپنی بیوی ام کلثوم کی موت کے بعد ان کے مردہ کے ساتھ ہم بستری کر کے نبی کریم کو اذیت پہنچائی

از قول مقبول اثبات وحدۃ بنت الرسول

نوٹ:۔ اہل تشیع کے ایک عالم غلام حسین نجفی شیعی نے اپنی تصنیف ”قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول“ میں یہ طعن ذکر کیا۔ اور اس کے ثبوت کے لیے درج ذیل حوالہ جات تحریر کیے۔

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب۔ صحیح بخاری ص ۱۷۱ جلد ۱ کتاب الجنائز۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب الجنائز۔

۳۔ " " " " " " ۔ عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب الجنائز ص ۸۵ جلد ۲

۴۔ " " " " " ۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز

۵۔ " " " " ۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۸۵

۶۔ " " " " ۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۸۰ جلد ۴ کتاب الجنائز

۷۔ " " " " ۔ تیسیر الوصول الی جامع الاصول ج ۳ ص ۱۸۲ ذکر تعجیل الدفن

۸۔ " " " " ۔ نیل الاوطار ج ۴ ص ۹۸ کتاب الجنائز

۹۔ " " " " ۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ص ۲۹۸ و ذکر رقیہ ص ۴۶۶

۱۰۔ " " " " ۔ الاستیعاب فی اسماء الاصحاب ص ۷۹۴ ذکر ام کلثوم

۱۱۔ " " " " ۔ الطبقات الکبریٰ ص ۳۸ جلد ۸ ذکر ام کلثوم

۱۲۔ " " " " ۔ ذخائر العقبیٰ باب ۷ فصل ۶ ص ۱۹۶

۱۳۔ " " " " ۔ تاریخ خمیس جلد ۱ ص ۲۷۶

۱۴۔ " " " " ۔ تاریخ بغداد ص ۴۲۷ جلد ۱۲ ذکر قاسم بن نصر

۱۵۔ " " " " ۔ مدارج النبوۃ قسم پنجم باب ۱ ص ۴۵۹

۱۶۔ " " " " ۔ المستدرک ص ۴۷ جلد ۴ کتاب معرفۃ الصحابہ

۱۷۔ " " " " ۔ تلخیص المستدرک ص ۴۷ جلد ۴

۱۸۔ " " " " ۔ تاریخ صغیر لامام بخاری ص ۱۲۰ حدیث رقیہ

۱۹۔ " " " " ۔ کتاب روضۃ الاحباب ص ۲۰۷

بخاری شریف کی روایت ملاحظہ ہو۔

قول مقبول:۔

قَالَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ جَالِسٌ عَلَی الْقَبْرِ قَالَ فَرَاَیْتُ

عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ قَالَ فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَنَا قَالَ فَانْزِلْ فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا۔

ترجمہ:۔

جب ام کلثوم کی وفات ہوئی۔ اور ان کو دفن کیا جا رہا تھا۔ تو نبی کریم قبر پر بیٹھے تھے راوی کہتا ہے۔ کہ حضور پاک کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ اور نبی نے فرمایا۔ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے آج کی رات اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کی ہو۔ ابوطلحہ نے کہا میں نے نہیں کی۔ حضور نے فرمایا تم قبر میں اترو۔

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول تصنیف مولوی غلام حسین نجفی ص ۴۲۰-۴۲۱)

طریقہ استدلال:۔

بخاری شریف کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار کے جواب میں صرف حضرت ابوطلحہ ہی ایک ایسے صحابی نکلے۔ جن میں مذکورہ شرط موجود تھی۔ یعنی انہوں نے گزری رات میں اپنی بیوی سے ہم بستری نہیں کی تھی۔ آں مخاطبین میں حضرت عثمان غنی بھی موجود تھے۔ کہ جن کی بیوی کی میت قبر میں اتارنے کا معاملہ درپیش تھا۔ وہ اپنی بیوی کو قبر میں اتارنے کی تیاری کر رہے تھے۔ جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوچھی گئی شرط اپنے میں نہ پانے کی وجہ سے پیچھے ہٹ گئے۔ تو معلوم ہوا کہ انہوں نے بھی رات اپنی بیوی سے ہم بستری کی تھی۔ اور یہ بالکل واضح امر ہے۔ کہ اس وقت ان کی بیوی صرف ام کلثوم ہی تھیں۔ کوئی دوسری عورت ان کے نکاح میں نہ تھی۔ تو حضرت عثمان غنی

نے اپنی بیوی کے ساتھ اُن کی فوتیدگی کے بعد رات کو ہم بستری کی۔ جس کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پریشان اور غم زدہ تھے۔ اور اسی غم کی وجہ سے روتے ہوئے ام کلثوم کی قبر پر آپ نے پوچھا۔ میری بیٹی کو قبر میں وہ اتارے گا۔ جس نے آج رات اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کی ہو۔

جواب اول: حضرت عثمان نے اپنی لونڈی سے ہم بستری کی تھی

خلاصۂ جواب یہ ہے۔ کہ بخاری شریف کی ذکر کردہ عبارت میں مذکور طعن کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ بات دراصل یہ تھی۔ کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا عرصہ سے بیمار چلی آ رہی تھیں۔ ان کی طویل بیماری کے دوران حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خواہش جماع ہوئی۔ تو انہوں نے اپنی لونڈی سے ایک رات ہم بستری کی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا۔ کہ اسی رات سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی دارِ فانی سے کوچ کر گئیں۔ کسی کی موت کی کیا خبر کہ وہ کب چل بسے گا۔ حضرت عثمان غنی کو اس کا علم تک نہ تھا۔ کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا آج کی رات انتقال کر جائیں گی۔ یا آج رات گزرنے پر صبح کے وقت ان کا وصال ہو جائے گا۔ تاہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی خفی اس کا پتہ چل گیا۔ کہ عثمان غنی نے آج رات ہم بستری کی ہے۔ تو آپ نے کسی مصلحت کے تحت یہ شرط لگائی۔ کیونکہ اس مصلحت کا تقاضا یہ تھا۔ کہ عثمان غنی کے ذریعہ ام کلثوم قبر میں اتارنا وقوع پذیر نہ ہو۔

حدیث مذکور میں کوئی ایک آدھا لفظ بھی ایسا موجود نہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ حضرت عثمان غنی نے سیدہ ام کلثوم سے اس وقت ہم بستری کی۔ جب اُن پر حالت نزع طاری تھی۔ یا جب ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ یہ کس قدر دیدہ دلیری ہے۔ کہ اس قدر اشارہ تک نہ ہونے کے باوجود معترض نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ حضرت عثمان ذوالنورین نے ام کلثوم کی لاش سے ہم بستری کی۔ (معاذ اللہ)

ہاں اس قدر ضرور ہے۔ کہ اس اعتراض سے معترض کی کور باطنی اور دیدہ دلیری کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ ان انیس کتب اہل سنت کا نام لکھ کر اس لئے اپنی بات کا وزن بڑھانے کی کوشش کی۔ جب کہ ان تمام کتب میں مضمون ایک ہی نوعیت کا ہے۔ یہ تو ہماری کتب ہیں جو داہل تشیع کی کسی کتاب میں یہ طعن مذکور نہیں۔ جو بطور تائید نجفی صاحب پیش کر سکتے۔

بہرحال ہم ان کتب میں سے چند ایک کی اصل عبارات پیش کرتے ہیں۔ قارئین۔ ان کے مفہوم سے خود اندازہ لگا لیں گے۔ کہ مذکور طعن کی کیا حقیقت ہے۔ اور ان کتب سے اس کا ثبوت کیوں کر پیش کیا جا سکتا ہے؟ یہ عبارات خود ''قول مقبول'' کے مصنف نے ذکر کی ہیں۔

مذکورہ سُنّی کُتُب کی اصل عبارات

عمدۃ القاری:۔

وَ يُقَالُ إِنَّ عُثْمَانَ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ بَاشَرَ جَارِيَةً لَهُ فَعَلِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَلَمْ يُعْجِبْهُ حَيْثُ شَغَلَ عَنِ الْمَرِيْضَةِ الْمُحْتَضَرَةِ بِهَا وَهِيَ أُمُّ كُلْثُوْمٍ زَوْجَتُهُ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرَادَ أَنَّهُ لَا يَنْزِلُ فِي قَبْرِهَا مُعَاتَبَةً عَلَيْهِ فَكَنّٰى

بِہٖ عَنْہُ۔

(عمدۃ القاری للعینی شرح بخاری جلد ۸ ص ۷ کتاب الجنائز مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

کہا گیا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی نے اسی رات کو جس رات ام کلثوم کا وصال ہوا۔ اپنی ایک لونڈی سے ہم بستری کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا۔ تو آپ نے اس کو اچھا نہ جانا۔ کیونکہ ایک ایسی مریضہ سے جو قریب المرگ ہو روگردانی کرنا کوئی اچھی بات نہیں۔ یہ مریضہ ام کلثوم تھیں جو حضرت عثمان کی زوجہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں۔ تو اس روگردانی کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ کیا۔ کہ بطور تنبیہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ام کلثوم کی قبر میں نہ اترنے دیا جائے۔ تو آپ نے اشارہ کنایہ کے ذریعہ ان کو تنبیہ کر دی۔

فتح الباری:۔

وَحُکِیَ عَنِ ابْنِ حَبِیْبٍ اَنَّ السِّرَّ فِیْ اِیْثَارِ اَبِیْ طَلْحَۃَ عَلٰی عُثْمَانَ اَنَّ عُثْمَانَ کَانَ قَدْ جَامَعَ بَعْضَ جَوَارِیْہِ فِیْ تِلْکَ اللَّیْلَۃِ فَتَلَطَّفَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَنْعِہٖ مِنَ النُّزُوْلِ فِیْ قَبْرِ زَوْجَتِہٖ بِغَیْرِ

تصریح

(فتح الباری شرح بخاری للعسقلانی جلد ۳ ص ۱۲۲ کتاب الجنائز باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ علیہ الخ مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ:۔

ابن حبیب سے حکایت کی گئی ہے۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بجائے۔ حضرت طلحہ کے ذریعہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی میت قبر میں اتارنے میں راز یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے وصال کی رات اپنی ایک لونڈی سے ہم بستری کی تھی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انوکھے اور پیارے انداز میں ان کو اپنی بیوی کی قبر میں اترنے سے روکا۔ (حالانکہ آپ واضح انداز میں بھی فرما سکتے تھے۔) لیکن آپ نے صراحت کے ساتھ منع کرنا پسند نہ فرمایا:۔

نوٹ:۔

"فتح الباری" میں اس عبارت سے قبل یہ صراحت بھی موجود ہے۔ جو نجفی صاحب شیعی کو نظر نہ آئی۔

فتح الباری:۔

وَ يُجَابُ عَنْهُ بِاِحْتِمَالِ اَنْ يَكُوْنَ مَرَضُ الْمَرْاَةِ طَالَ وَ احْتَاجَ عُثْمَانُ اِلٰى

اَلْوِقَاعِ وَلَمْ يَظُنَّ عُثْمَانُ اَنَّهَا تَمُوْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَلَيْسَ فِي الْخَبَرِ مَا يَقْتَضِيْ اَنَّهُ وَاقَعَ بَعْدَ مَوْتِهَا بَلْ وَلَا حِيْنَ اِحْتِضَارِهَا اَلْعِلْمُ عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى۔

(فتح الباری جلد ۳ ص ۱۲۲)

ترجمہ:-

(امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ حدیث زیر بحث میں لفظ "لم یقارف" درست نہیں۔ بلکہ "لَمْ يُقَاوِلْ" صحیح ہے۔ جس کا معنی یہ ہوگا۔ نماز عشاء کے بعد باہم گفتگو کرنا۔ یہ ایک تاویل تھی جسے امام طحاوی نے ذکر کیا۔ لیکن اس تاویل کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں۔)

اس کا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ عورت کی بیماری طول پکڑ گئی ہو۔ ادھر حضرت عثمان غنی کو جماع کی خواہش ہوگئی ہو۔ اور حضرت عثمان کو یہ قطعاً خیال نہ ہو۔ کہ میری زوجہ اسی رات انتقال کر جائے گی۔ اس حدیث کے کسی لفظ سے یہ بات سامنے نہیں آتی۔ کہ حضرت عثمان نے ام کلثوم کی فوتیدگی کے بعد ان سے جماع کیا۔ اور نہ ہی یہ اشارہ ملتا ہے۔ کہ بوقت مرگ یہ واقعہ ہوا۔ باقی صحیح علم اللہ کو ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ:-

قِيْلَ اِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ اِرَادَةَ اَنَّهٗ یَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ وَكَانَ تَحْتَهٗ بِنْتُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الَّتِیْ تُوُفِّیَتْ هَلْ خَالَطَ امْرَاَتَهٗ اَیِ الْاُخْرٰی تِلْكَ اللَّیْلَةَ فَلَمْ یَقُلْ عُثْمَانُ لَمْ اُقَارِفْ اَنَا۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۴ ص ۸۰ کتاب الجنائز باب دفن المیت فصل ثالث مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ:۔

کہا گیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے یہ معلوم کرنا چاہا کہ میری بیٹی ام کلثوم کی فوتیدگی کی رات کو کیا تم نے کسی دوسری عورت سے ہم بستری کی ہے۔ تو اس استفسار کے جواب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ نہ کہا کہ میں نے کسی دوسری عورت سے جماع نہیں کیا۔ (بلکہ خاموش رہے جس کا مطلب تھا کہ ایسا ہوا ہے)

اشعۃ اللمعات:۔

گفت انس حاضر شدیم ما دختر آں حضرت را در حالے کہ دفن کردہ می شود و آں ام کلثوم بود کہ زوجہ عثمان بود و حال آنکہ آنحضرت نشستہ بود نزد قبر پس دیدم من ہر دو چشم آنحضرت را کہ اشک می ریختند پس گفت آنحضرت آیا ہست در میان شما ہیچ یکے کہ گناہ نہ کردہ است یا جماع نہ کردہ است با زن امشب...

وگفتہ اند کہ عثمان دریں شب یکے از کنیزکاں خود را پیش خود طلبیدہ بود و جماع کرد پس آنحضرت تعریض بوے کرد در منع کردن وے از نزول و ناخوش داشتن آں فعل را از عثمان وگفتہ اند کہ عذر عثمان درآں فعل آں بود کہ بیماری ام کلثوم دراز کشیدہ بود وگمان نداشت عثمان کہ امشب فوت خواہد کرد وے و بے طاقت شدہ کردہ۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اوّل،
ص ۷۰۲ مطبوعہ نولکشور۔ طبع قدیم)

ترجمہ:۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر جناب ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین کے وقت حاضر ہوئے۔ یہ بی بی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر کے قریب جلوہ فرما تھے۔ تو میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشک بار ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم حاضرین میں سے کوئی ایسا ہے کہ جس نے آج رات کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ یا عورت کے ساتھ ہم بستری نہ کی ہو؟ ....
بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس رات اپنی ایک لونڈی کو اپنے پاس بلوایا۔ اور اس سے ہم بستری کی۔ تو اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کام کے سرانجام دینے میں بے احتیاطی سے کام لینے میں تعریض و تنبیہ فرمائی۔ وہ اس طرح کہ انہیں اپنی ہی زوجہ کی قبر میں اترنے سے روک دیا گیا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فعل پسند نہ آیا۔
لوگوں (علماء) نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں اس فعل کا ایک معقول عذر تھا۔ اور وہ یہ کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی بیماری طول پکڑ چکی تھی۔ ادھر حضرت عثمان کو اپنی بیوی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی اس رات فوتیدگی کا قطعاً گمان

نہ تھا۔ اور آپ نے اپنی لونڈی سے اس رات جماع بوجہ مجبوری کیا تھا۔

ارشاد الساری:-

قِيْلَ وَالسِّرُّ فِيْ اِيْثَارِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَلٰى عُثْمَانَ اِنَّ عُثْمَانَ قَدْ جَامَعَ بَعْضَ جَوَارِيْهِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَلَطَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَنْعِهٖ مِنَ النُّزُوْلِ فِيْ قَبْرِ زَوْجَتِهٖ حَيْثُ لَمْ يُعْجِبْهُ اَنَّهٗ اشْتَغَلَ عَنْهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ بِذٰلِكَ لٰكِنْ يَحْتَمِلُ اَنَّهٗ طَالَ مَرَضُهَا وَاحْتَاجَ عُثْمَانُ اِلَى الْوِقَاعِ وَلَمْ يَكُنْ يَظُنُّ اَنَّهَا تَمُوْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَلَيْسَ فِي الْخَبَرِ مَا يَقْتَضِيْ اَنَّهٗ وَاقَعَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَلَا حِيْنَ اِحْتِضَارِهَا۔

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری للقسطلانی جلد ۲ ص ۴۰۲ مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو فوقیت دینے میں راز یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس رات کہ جس رات حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ اپنی ایک لونڈی سے ہم بستری کی۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فعل کچھ اچھا نہ لگا۔ اس لیے

آپ نے حضرت عثمان کو ام کلثوم کی قبر میں اترنے سے روک کر اس امر کا بطور تعریض اظہار فرمایا۔ لیکن اس میں یہ احتمال بھی ہے۔ کہ جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی بیماری طول پکڑ گئی۔ ادھر حضرت عثمان کو جماع کی شدید حاجت پیش آئی۔ اور اس کے ساتھ انہیں یہ ہرگز گمان نہ تھا۔ کہ اس رات ام کلثوم فوت ہو جائیں گی۔ اس حدیث میں کوئی ایسا جملہ اور اشارہ نہیں پایا جاتا۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم کی وفات کے فوراً بعد اپنی لونڈی سے ہم بستری کی۔ یا یہ کہ جب ان پر حالت نزع طاری تھی۔ تو ایسا کیا۔

لمحہ فکریہ:۔

حضرات قارئین! ان اہلسنت عدد کتب کہ جن کا حوالہ دیا گیا تھا۔ ہم نے ان میں سے چند کتب کی بعینہٖ عبارت نقل کی۔ ان کے تراجم اور اصل عبارت سے آپ اس امر کو بخوبی جان چکے ہوں گے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے اپنی زوجہ ام کلثوم کی میت کے ساتھ جماع کیا۔ کس قدر عظیم بہتان ہے۔ ان حوالہ جات میں کوئی ایسی ایک عبارت بھی موجود نہیں۔ جس سے یہ طعن ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف اس کی تردید موجود ہے یہ تو تھا ان کتب کی عبارات کا جائزہ کہ جن سے نجفی صاحب نے بڑی بے حیائی اور ڈھٹائی سے حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی ذات پر ایک بدنما داغ لگانے کی ناکام سعی کی۔ اب آیئے۔ ان اہل تشیع کی کتب کا بھی ذرا ملاحظہ ہو جائے۔ کہ وہ اس موضوع پر کیا کہتی ہیں۔ ان کی معتبر کتاب "فروع کافی" کی عبارت اور اس کا ترجمہ جو آغا نجفی صاحب شیعی نے کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اہل تشیع کی معتبر کتاب سے اہل سنت کے موقف کی تائید

فروع کافی:۔

وَكَانَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْاَحَدِ وَبَاتَ عُثْمَانُ مُلْتَحِفًا بِجَارِيَتِهَا فَمَكَثَتْ الْاِثْنَيْنِ وَالثُّلَاثَآءِ وَمَاتَتْ فِي الْيَوْمِ الرَّابِعِ فَلَمَّا حَضَرَ اَنْ تَخْرُجَ بِهَا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَخَرَجَتْ وَنِسَآءُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَعَهَا وَخَرَجَ عُثْمَانُ يُشَيِّعُ جَنَازَتَهَا فَلَمَّا نَظَرَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَطَافَ الْبَارِحَةَ بِاَهْلِهٖ اَوْ بِفَتَاتِهٖ فَلَا يَتَّبِعَنَّ جَنَازَتَهَا۔

(فروع کافی جلد ۳ ص ۲۵۳ کتاب الجنائز
باب النوادر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

یہ واقعہ اتوار کے دن کا ہے۔ اور عثمان اس شب اپنی کنیز سے ہم بستری کرتا

رہا۔ بچی پیر اور منگل کو زندہ رہی اور بدھ کے دن اس نے دنیا کو خیر باد کہا۔ اور مر گئی جب اس بچی کا جنازہ نکلا۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق فاطمہ اور مومنین کی عورتیں بھی اس جنازہ کے ساتھ چلیں۔ اور عثمان بھی اس جنازہ کے ساتھ چلا۔ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان کو دیکھا تو تین مرتبہ فرمایا۔ کہ جس نے گزشتہ رات اپنی کنیز سے ہم بستری کی ہے۔ وہ جنازے کے ساتھ نہ رہے۔

(قول مقبول فی اثبات وحدت بنت
الرسول ص ۱۰۱-۲۰ تصنیف نجفی شیعی)

سیدنا حضرت عثمان غنی ذوالنورین کی ذات پر جو الزام نجفی شیعی نے لگایا تھا۔ "فروع کافی" کا ترجمہ کرتے وقت اس معترض کو یہ بھی سمجھ نہ آئی۔ کہ میرا عقیدہ کیا ہے۔ اور میرے اکابر کی تحریرات کیا کہہ رہی ہیں۔ "فروع کافی" کے حوالے سے جو بات سامنے آتی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی ام کلثوم کو زد و کوب کیا۔ یہ واقعہ بروز اتوار ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا بھیجا۔ اور یہی وہ رات تھی۔ (یعنی اتوار کی) کہ جس رات عثمان غنی اپنی ایک لونڈی سے ہم بستر ہوئے۔ اس واقعہ کے بعد دو دن تک یعنی سوموار اور منگل تک حضرت ام کلثوم زوجہ عثمان غنی زندہ رہیں۔ کیونکہ "فروع کافی" کی روایت صاف صاف بتلا رہی ہے۔ کہ ان کا وصال بروز بدھ ہوا۔

اب اس طعن دھرنے والے نجفی سے ہی کوئی پوچھے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی لونڈی سے وطی کی۔ اور وہ بھی ام کلثوم کے وصال سے دو دن قبل کا واقعہ ہے۔ یہ

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بوقت وصال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تشریف فرما تھیں۔ اس وطی کو یہ رنگ کیوں کر دیا جا سکتا ہے۔ کہ "بعد طی ام کلثوم" کے ساتھ ہوئی۔ اور وہ بھی ان کی لاش کے ساتھ۔

ے برایں عقل و دانش بباید گریست

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ صاحب قول مقبول کا مذکور طعن محض ہرزہ سرائی ہے۔ اس میں نام کی بھی سچائی نہیں۔ عقل کے اندھے کو اتنی بھی نہ سوجھی۔ کہ کیا کہہ رہا ہوں۔ اور کس کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔؟

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ذات سے تکلیف پہنچی۔ آپ پریشان ہوئے۔ کیا خود اپنی کرتوت پر شرم نہ آئی۔ کہ بنتِ رسول (خدا جانے ام کلثوم کو کس گروہ سے بنتِ رسول مان لیا) کے لاشہ کے ساتھ ہم بستری ثابت کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو کس قدر اذیت پہنچائی جا رہی ہے؟ اور یہ سب کچھ ایک واقعہ کی غلط اور باطل توجیہات کی بنا پر کیا جا رہا ہے۔

جواب دوم

اصل واقعہ

نجفی صاحب شیعی نے اپنے طعن میں جس واقعہ کا ذکر کیا۔ اور اس کی سند کے لیے کتب اہل سنت کی ایک قطار باندھی۔ وہ واقعہ بخاری شریف و دیگر کتب میں یوں مذکور ہے۔ "حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ بدر کے لیے تیار ہوئے۔ دیگر صحابہ کرام کی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی غزوہ میں شرکت کی غرض سے تیاری فرمائی۔ اس پر حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ عثمان! تم تیاری نہ کرو۔ میری بیٹی "رقیہ" بیمار ہے۔ تم اس کی تیمارداری کرنا۔ لہٰذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر آپ کی بیٹی اور اپنی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی دیکھ بھال

کی خاطر بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ اور گھر پر ہی رہے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا۔ (یا باختلافِ روایت حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا) کافی عرصہ سے بیمار چلی آ رہی تھیں۔ تو ان کی طویل بیماری کے دوران حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جماع کی خواہش ہوئی۔ تو آپ نے اپنی کسی اور بیوی یا لونڈی سے خواہشِ جماع پوری کی۔ جس رات آپ نے ہم بستری کی۔ خدا کا کرنا کہ اسی رات حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا انتقال فرما گئیں۔ ان کے انتقال کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خیال تک نہ تھا۔ لیکن تقدیرِ الٰہی میں ایسا ہی تھا۔

اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ صحابہ کرام غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ اللہ رب العزت نے انہیں فتح و کامرانی سے سرشار فرمایا۔ فراغت پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو آپ کی آمد سے قبل حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا خدا کو پیاری ہو گئی تھیں آپ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور جب دفنانے کا وقت آیا۔ تو نورِ نبوت سے آپ نے جانا۔ کہ عثمان غنی نے اس رات اپنی کسی دوسری بیوی یا لونڈی سے جماع کیا ہے۔ تو آپ نے ان کا نام لیے بغیر تعریض کے طور پر فرمایا۔ کہ رقیہ کی میت قبر میں وہ اتارے جس نے آج رات ہم بستری نہ کی ہو۔"

یہ صرف ایک وقتی طور پر بات ہوئی اور ختم ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو ہمیشہ ناراضگی کا سبب نہ بنایا۔ اور یہ ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے۔ کہ عثمان غنی سے جو کچھ ہوا۔ وہ جان بوجھ کر نہیں ہوا تھا۔ انہیں کیا معلوم تھا۔ کہ یہ رات حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی آخری رات ہے۔ اگر یہ معلوم ہوتا۔ تو جہاں آپ نے کافی عرصہ ہم بستری نہ کی۔ ایک رات اور بھی گزار سکتے تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام حالات و واقعات کی روشنی میں صرف وقتی طور پر ناراض ہوئے۔ اس وقتی ناراضگی کا ثبوت بعد کے واقعات سے ملتا ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے دفنانے سے فارغ ہوئے۔ اور بدر سے حاصل شدہ مالِ غنیمت کی تقسیم شروع

کی۔ تو جہاں اس غزوہ میں شریک غازی صحابہ کرام کا حصّہ نکالا۔ وہیں ان کے برابر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بھی پورا حصّہ نکالا۔ اور اس پر جناب عثمان نے عرض کی حضور! مال غنیمت تو دے دیا ہے۔ لیکن غزوہ بدر میں شرکت کا ثواب؟ اس پر جناب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو ثواب غزوہ بدر کے شرکاء کو ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی عطا فرمائے گا۔ شیعہ کتب میں بھی یہ بات موجود ہے۔

سیدہ ام کلثوم کی وفات کے وقت نبی علیہ السلام عثمان سے راضی تھے

التنبیہ والاشراف وغیرہ:۔

وَقَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ لِكُلِّ رَجُلٍ سَهْمًا وَّ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَ ضَرَبَ لِثَمَانِيَةِ نَفَرٍ بِاَسْهُمِهِمْ لَمْ يَشْهَدُوا الْقِتَالَ وَهُمْ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ تَخَلَّفَ عَنْ بَدْرٍ لِمَرَضِ رُقَيَّةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ لَهٗ بِسَهْمِهٖ وَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ اَجْرِىْ

قَالَ اَجْرُكَ۔

(۱۔ البدایہ والاشراف للمسعودی ص ۲۰۵
ذکر السنۃ الثانیۃ من الھجرۃ
مطبوعہ قاہرہ۔ طبع جدید)
(۲۔ ناسخ التواریخ خلفاء جلد سوم ص ۹۳
دوران خلافت عثمان بن عفان۔ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

غزوہ بدر سے حاصل شدہ مال غنیمت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح تقسیم فرمایا۔ کہ پیدل لڑنے والے کو ایک حصہ اور گھڑ سوار کو دوگنا عطا فرمایا۔ اور آٹھ آدمی ایسے بھی تھے۔ جو اگرچہ غزوہ بدر میں شریک نہ ہوئے۔ لیکن آپ نے ان کے حصے بھی نکالے۔ ان آٹھ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ بدر میں ان کی شرکت اس وجہ سے نہ ہوئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (اور عثمان غنی کی بیوی) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سخت بیمار تھیں۔ (ان کی تیمارداری کے لیے حضرت عثمان کو گھر پر ہی رہنے دیا گیا۔) جب ان کا حصہ دیا گیا۔ تو عثمان نے عرض کی۔ حضور! ثواب شرکت کا کیا ہوگا۔؟ فرمایا۔ وہ تمہارا حق ہے۔ ملے گا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اگر تھی بھی تو وہ بھی وقتی تھی۔ اگر دائمی ہوتی۔ تو بدر کے مال غنیمت سے عثمان غنی کو حصہ نہ دیا جاتا۔ لیکن یہ اسی وقت ہو سکتا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کا یقین ہوتا۔ کہ عثمان نے یہ سب کچھ مجھے تکلیف پہنچانے اور میری بیٹی کو رنجیدہ کرنے کے لیے کیا ہے۔ بدر کے مال غنیمت میں

سے حصہ دینے پر ہی اکتفا نہ فرمایا۔ بلکہ بدریوں کے ثواب و اجر میں بھی شریک کر دیا۔ جس سے صاف عیاں ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی دائمی نہ تھی۔

غزوۂ بدر میں شریک حضرات کے اجر و ثواب کی ایک جھلک فریقین کی کتب میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:۔

إِنَّ اللّٰهَ قَدِ اطَّلَعَ عَلٰى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبِرِوَايَةٍ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ۔

(ناسخ التواریخ جلد اول ص ۲۷۵۔
وقائع سال دوم ہجرت۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اہل بدر کے (ایمان و عمل پر) بخوبی مطلع ہے۔ پس اس نے فرما دیا ہے۔ کہ اے اہل بدر! جیسے چاہو عمل کرو۔ میں نے تمہاری بخشش لکھ دی ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق فرمایا۔ میں نے تمہارے لیے جنت واجب کر دی ہے۔

لہٰذا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بدر میں شریک غازیوں کے برابر مال غنیمت بھی دیں۔ اور ان کے جنتی ہونے کی اللہ کی طرف سے خوشخبری بھی سنائیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آپ دائمی ناراضگی بھی

رکھیں؟

وضاحت :-

قارئین کرام کے ذہن میں گزشتہ عبارت سے ایک سوال بار بار اُبھرتا ہوگا۔ کہ نجفی شیعی کے طعن میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجہ کا نام ام کلثوم بتلایا گیا۔ اور واقعہ کی تفصیل و تحقیق میں ان کی زوجہ کا نام حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا مذکور ہوا۔ آخر یہ کیا ہے۔

بات دراصل یہ ہے۔ کہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مابین یہ بات مختلف فیہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جس بیٹی کی تیمارداری کے لیے پیچھے چھوڑا تھا۔ اس کا نام ام کلثوم تھا۔ یا رقیہ رضی اللہ عنہا۔ بعض نے اول الذکر اور بعض نے دوسرا نام لکھا ہے۔ جیسا کہ حاکم نے "المستدرک" میں تحریر کیا ہے۔

بہرحال نام میں اختلاف ہے۔ لیکن واقعہ درست ہے۔ اور وہ کوئی ایک بیٹی ہی ہو سکتی ہے۔

چیلنج

اس طعن کے ضمن میں ہم نجفی شیعی اور اس کے دیگر یار و مددگار سبھی کو یہ چیلنج کر رہے ہیں کہ تم نے طعن میں جو یہ ذکر کیا۔ کہ

"عثمان ذوالنورین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی لاش کے ساتھ ہم بستری کی اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی۔"

اور اس ضمن میں لمبی چوڑی کتب اہل سنت کی فہرست بھی جڑ دی۔ اگر تمہارے اس طعن میں کچھ صداقت ہے تو حوالہ کے لیے لکھی گئی کتب میں سے کسی ایک کتاب سے اصل عبارت پیش کر کے اسے ثابت کر دکھاؤ۔ اس پر تمہیں پچاس ہزار روپیہ نقد بطور انعام پیش کروں گا اگر ہمت ہے۔ تو "ھم خرما و ھم ثواب" کا موقع ضائع نہ کرو۔ اولین فرصت میں یہ کام کر دکھاؤ۔

لیکن کس میں یارا اور کس کی ہمت کہ اتنا بڑا الزام ثابت کر سکے۔ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی۔ وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین۔

طعن سوم

(یہ طعن بھی غلام حسین نجفی شیعی نے "قول مقبول" میں من وعن ذکر کیا ہے)

جناب عثمان نے اپنی بیوی ام کلثوم کو قتل کیا۔

ثبوت ملاحظہ ہو۔

اہل سنت کی معتبر کتاب الریاض النضرۃ ص ۱۴۲ جلد ۲ فصل ۷ میں لکھا ہے۔ کہ اسمٰعیل بن علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں انس بن خباب سے علم حدیث لینے آیا۔ اس نے پوچھا۔ کہ تو کہاں سے آیا ہے۔ میں نے کہا بصرہ سے۔ اس نے کہا کہ بصرہ تو وہ شہر ہے۔ کہ جس کے رہنے والے قاتلِ بنتِ نبی جناب عثمان سے محبت کرتے ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ اگر عثمان نے ایک لڑکی کو قتل کیا تھا۔ تو حضور نے دوسری کیوں دی۔

ارباب انصاف۔ ایک مرتبہ مذکورہ واقعہ میں نے میر صاحب کو سنا دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ عثمان نے پہلی بیوی رقیہ کو قتل نہیں کیا تھا۔ بلکہ دوسری بیوی ام کلثوم کو اذیت

جماع سے مار ڈالا تھا۔ اور پھر خلیفہ ولید کی طرح اس کے مردہ سے ہم بستری کرتا رہا۔ اور پوری دنیا میں یہ پہلا خلیفہ ہے۔ جس نے شرم وحیا کا باڈر توڑ کر اپنی بیوی کے مردہ سے ہم بستری کی ہے۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینے والا رحمتِ خدا کا حق دار نہیں ہے۔

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول

ص ۴۳۲ مطبوعہ لاہور)

جواب :

پچھلے طعن کی طرح اس طعن کو ثابت کرنے کیلئے بھی نجفی صاحب نے دھوکہ بازی اور مکاری سے کام لیا ہے۔ کتاب "ریاض النضرہ" کی عبارت کسی طور پر بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض وطعن کا ثبوت مہیا نہیں کر سکتی۔ اس عبارت کا پس منظر اور حقیقت کچھ یوں ہے۔

یونس بن خباب مذہب رفض سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے جب صاحب "الریاض النضرہ" سے بات چیت کی۔ تو سوال و جواب کو محب طبری صاحب "ریاض النضرہ" نے کچھ یوں بیان کیا۔ کہ

"جب اسماعیل بن علیہ سُنی نے یونس بن خباب رافضی سے کوئی سوال پوچھا۔ تو اس رافضی شیعی نے کہا۔ کہ تو اس شہر کا رہنے والا ہے۔ جس کے باشندے اس عثمان بن عفان سے محبت کرتے ہیں۔ جس نے (معاذ اللہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو قتل کیا؟ اس سوال یا طعنہ کے جواب میں اسماعیل بن علیہ نے کہا۔ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تو بقول تمہارے قتل کیا تھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دوسری بیٹی اُن کے عقد میں کیوں دی تھی؟ صاحب "ریاض النضرۃ" کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

الریاض النضرۃ:-

قُلْتُ قَتَلَ وَاحِدَۃً فَلِمَ زَوَّجَہُ الثَّانِیَۃَ۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ جزء دوم

صـ۱۰۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:-

میں نے پوچھا۔ (اگر تمہارے قول کے مطابق) حضرت عثمان نے ایک بیٹی کو قتل کر دیا تھا۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دوسری کیوں بیاہ دی تھی؟

قارئین کرام:- آپ نے صاحب "ریاض النضرہ" کی عبارت ملاحظہ فرمائی یہ تو اس شیعی رافضی کے ایک بکواس کا جواب دے رہے تھے۔ اور اس امر کی تردید کر رہے تھے۔ کہ حضرت عثمان غنی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا قاتل قرار دینا صرف تمہارے خبیث ذہن کی پیداوار ہے۔ ورنہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ صاحب "الریاض النضرہ" تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر کئے گئے۔ طعن کا جواب دے رہے ہیں۔ اور غلام حسین نجفی وغیرہ کو یہاں طعن نظر آ رہا ہے۔ بڑی ڈھٹائی سے اہل سنت کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ اہل سنت! دیکھو خود تمہارے اکابر کی کتب اس امر کی نشاندہی کر رہی ہیں۔ کہ وہ عثمان بن عفان، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر خواہ نہ تھے۔ بلکہ اذیت دینے والے تھے۔ اس میں مکر و فریب کے پیش نظر "یونس بن خباب" کے نام کے ساتھ اس کے مسلک و مذہب کی نشاندہی تک کرنی گوارا نہ کی۔ تاکہ کہیں حق واضح نہ ہو جائے۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ "یونس بن خباب" کٹر رافضی شیعی ہے۔ اور اپنے عقائد کے اعتبار سے خلفائے ثلاثہ کے متعلق اس کے خیالات وہی ہیں جو تقیہ اہل تشیع کے ہیں۔ یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس کو اللہ واسطے کا بیر ہے۔ کتب اہل سنت میں اسمائے رجال کے تحت

اس کی وضاحت یوں مذکور ہے۔

مذکورہ طعن کرنے والا یونس بن خباب شیعہ تھا۔

میزان الاعتدال:

يُوْنُسُ بْنُ خُبَابٍ الْاُسَيْدِيُّ مَوْلَاهُمْ
اَلْكُوْفِيُّ عَنْ طَاؤُسٍ وَمُجَاهِدٍ وَ
عَنْهُ شُعْبَةُ وَمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ
وَعِدَّةٌ وَكَانَ رَافِضِيًّا قَالَ
لِعَبَّادِ بْنِ عَبَّادٍ عُثْمَانُ قَتَلَ
بِنْتَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقُلْتُ لَهُ قَتَلَ وَاحِدَةً فَلِمَ
اَنْكَحَهُ الْاُخْرٰى .... اِبْرَاهِيْمُ
ابْنُ زِيَادٍ سَبَلَانُ ثَنَا عَبَّادُ بْنُ
عَبَّادٍ قَالَ اَتَيْتُ يُوْنُسَ بْنَ خُبَابٍ
فَسَاَلْتُهُ عَنْ حَدِيْثِ عَذَابِ
الْقَبْرِ فَحَدَّثَنِيْ بِهٖ فَقَالَ هُنَا
كَلِمَةٌ اَخْفُوْهَا النَّاصِبَةُ
قُلْتُ مَا هِيَ قَالَ اِنَّهُ يُسْاَلُ فِيْ
قَبْرِهٖ مَنْ وَلِيُّكَ فَاِنْ قَالَ عَلِيٌّ
نَجَا فَقُلْتُ وَاللّٰهِ مَا سَمِعْنَا

هٰذَا فِي اٰبَائِنَا الْاَوَّلِيْنَ فَقَالَ لِيْ مِنْ اَيْنَ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ قَالَ اَنْتَ عُثْمَانِيٌّ خَبِيْثٌ اَنْتَ تُحِبُّ عُثْمَانَ وَاٰنَّهُ قَتَلَ بِنْتَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ قَتَلَ وَاحِدَةً فَلِمَ زَوَّجَهُ الْاُخْرٰى فَاَمْسَكَ۔

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال جلد نمبر ۲
ص ۲۲۷ تذکرہ یونس بن خباب حرف الیاء
مطبوعہ مصر طبع جدید)

ترجمہ:۔

یونس بن خباب اسیدی کوفی کے بارے میں بہت سے ناقدین اور اسمائے رجال کے محققین نے کہا کہ یہ رافضی تھا۔ اس یونس نامی رافضی نے عباد بن عباد سے کہا۔ کہ عثمان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیٹیوں کو قتل کیا تھا۔ تو میں (عباد بن عباد) نے اُسے کہا۔ اچھا اگر یہی بات تھی۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیٹی کے قتل کے بعد دوسری بیٹی عثمان بن عفان سے کیوں بیاہی؟ یہی عباد بن عباد کہتے ہیں۔ کہ میں ایک مرتبہ اسی یونس بن خباب کے پاس آیا اور اس سے عذاب قبر کے متعلق حدیث کے بارے میں پوچھا۔ اس نے مجھے وہ حدیث سنائی۔ اور ساتھ ہی کہا۔ کہ اس حدیث میں ایک کلمہ ایسا بھی ہے

جیسے ناصبی (اہل سنت) چھپا دیتے ہیں۔ اور بیان نہیں کرتے۔ میں نے پوچھا۔ وہ کلمہ کیا ہے؟ کہنے لگا۔ قبر میں مُردے سے یہ بھی سوال کیا جائے گا۔ کہ تیرا ولی کون ہے؟ اگر اُس نے کہا۔ کہ میرے ولی حضرت علی المرتضےٰ ہیں۔ تو نجات پا جائے گا۔ (ورنہ نہیں) میں نے یہ سُن کر کہا۔ خدا کی قسم! ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے یہ کلمہ ہرگز نہیں سُنا۔ اس پر وُہ برافروختہ ہوا۔ اور کہنے لگا۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا۔ میرا بصرہ سے تعلق ہے۔ کہنے لگا۔ اچھا تم عثمانی ہو۔ اور خبیث ہو تم حضرت عثمان سے محبت کرتے ہو۔ حالانکہ اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیٹیوں (ام کلثوم۔ رقیہ) کو قتل کیا تھا۔ میں نے پوچھا۔ (اگر واقعی یہ درست ہے) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیٹی کے قتل ہو جانے کے بعد دوسری بیٹی اُن کے نکاح میں کیوں دی۔ اس پر وُہ خاموش ہو گیا۔

بددیانتی اور دھوکہ دہی کی حد ہو گئی۔

نجفی صاحب نے اپنی دیرینہ روایات و عادات کے مطابق تبرہ بازی کے شعار کو اپناتے ہوئے جو طعن لگایا۔ اس کا تفصیلی جواب تو ہو چکا ہے۔ البتہ اس طعن کے ضمن میں اس کو باطن کی یہ منطق کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دونوں بیٹیوں کو قتل نہیں کیا تھا۔ بلکہ دوسری کے قاتل تھے۔ یہ فریب اور مکر اس لیے کیا گیا۔ تاکہ اپنے طور پر اپنے ہم مسلک یونس بن خباب کا جس بات پر وہ خاموش ہو گیا تھا اس کا جواب بنایا جائے۔ اعتراض یہ تھا۔ کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں بیٹیوں کو یکے بعد دیگرے قتل کر دیا تھا۔ تو آپ نے ایک کے قتل کے بعد دوسری کی شادی کیوں کر دی تھی؟ اس کا جواب یوں گھڑا جا رہا ہے۔ کہ ایک ہی بیٹی قتل ہوئی تھی۔ اور وہ بھی دوسری تھی۔ لہٰذا اس قتل کے بعد کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پھر سے شادی کی پیش کش کی ہو۔ اس دھوکہ دہی

اور فریب کاری کا جواب بھی اسی کتاب یعنی "الریاض النضرۃ" میں بقول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یوں منقول ہے۔

الریاض النضرۃ:-

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ كَانَ عِنْدِيْ اَرْبَعُوْنَ بِنْتًا لَزَوَّجْتُ عُثْمَانَ وَاحِدَةً بَعْدَ وَاحِدَةٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنْهُنَّ وَاحِدَةٌ۔

(الریاض النضرہ جزء ثالث ص ۱۱
مطبوعہ بیروت طبع جدید۔ ذکر
اختصاصہ بعظیم الشرف
وشرف المنقبۃ بتزویج ابنتی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الخ

ترجمہ:-

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں۔ تو بھی میں یکے بعد دیگرے ان کی شادی حضرت عثمان سے کر دیتا۔ یہاں تک کہ ایک بھی باقی نہ رہتی۔

لمحہ فکریہ:-

شیعی نجفی کے مذکور طعن کی حقیقت کھل کر سامنے آ گئی۔ صاحب "الروض النضرۃ"

کی عبارت کہ جس کا طعن میں سہارا لیا گیا تھا وہ الٹی رفض و تشیعیت کی قاطع ہے۔ عبارت مذکورہ میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ۔ جو معترض کے دعویٰ کے اثبات میں پیش کیا جا سکے۔ اس طرح خود اپنی تردید میں لکھی گئی عبارت سے نجفی شیعی کو رسوائی ہوئی۔ عبارت مذکورہ سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ انس و محبت اور پیار تھا معترض نے ایک چور راستہ ڈھونڈ کر دھوکہ دینے کی فطری جسارت کی۔ لیکن ہم نے اس کی بھی خبر لی۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت بھرے ارشاد کو بھی ذکر کر دیا۔ اس عبارت سے کتنا، پیار ٹپک رہا ہے۔ " اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں۔ تو ایک ایک کر کے ان کا عقد عثمان سے کر دیتا "، لیکن دو ہی بیٹیاں تھیں۔ (حضرت خاتون جنت اور زینب رضی اللہ عنہا کو چھوڑ کر) جو آپ نے حضرت عثمان کی زوجیت میں دے دیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہی وہ خوش نصیب شخص ہیں۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ تک کسی پیغمبر کی دو بیٹیاں جس کے عقد میں آئی ہوں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اپنے بیگانے سبھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو " ذوالنورین " کہتے ہیں۔ یہ دو نور دو ہی صاحبزادیاں تھیں۔ جن کی زوجیت سے حضرت عثمان کو یہ لقب ملا۔ کتب شیعہ بھی اس لقب کی وجہ تسمیہ میں اس مفہوم پر متفق ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

عثمان کا لقب ذوالنورین شیعہ کتب سے

منتخب التواریخ:

واما مخدرۂ مکرمہ ام کلثوم اسم شریفش آمنہ بود و بعد از جناب رقیہ بعثمان تزویج شد۔ لہٰذا عثمان را ذوالنورین مے گویند۔

(منتخب التواریخ ص ۲۵ باب اول مطبوعہ تہران ۔ طبع جدید)

ترجمہ:۔

صاحبۂ عزت وکرامت حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا اصل نام آمنہ تھا۔ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی فوتیدگی کے بعد حضرت عثمان کی زوجیت میں آئیں۔ اسی لیے حضرت عثمان کو "ذوالنورین" کہتے ہیں۔

دنیا میں "ذوالنورین" کے لقب سے شہرت پانے والے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دائمی عقیدت اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابدی پیار کی درج ذیل قول کتنی بڑی دلیل ہے۔ فرمایا

الریاض النضرۃ:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ نَبِیٍّ رَفِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَرَفِیْقِیْ عُثْمَانُ۔

(الریاض النضرہ جز ثالث ص ۲، مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جنت میں ہر نبی کا کوئی نہ کوئی رفیق ہوگا۔ اور میرا رفیق عثمان غنی ہے۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

طعن چہارم

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایسے جلیل القدر صحابی کو عثمان غنی نے بلاوجہ جلاوطن کیا

سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی تھے۔ جو اپنی حق گوئی اور بے باکی کی وجہ سے مشہور تھے۔ حتیٰ کہ خلفائے ثلاثہ کے مظالم اور زیادتیوں کے بیان کرنے سے بھی نہ چوکتے تھے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ حضرت عثمان نے اپنی خلافت کے زمانہ میں انہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سرزمین شام میں بھیج دیا۔ لیکن ابوذر تھے کہ وہاں پہنچنے پر بھی ان کی استقامت اور حق گوئی و بے باکی میں کوئی فرق نہ آیا۔ اہل بیت کے فضائل و مناقب اور خلفائے ثلاثہ کی داستان مظالم ان کی زبان کی زینت تھیں۔ اسی بے باکی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سوچنے پر مجبور کیا۔ کہ یہ شخص ایسا نہ ہو۔ کہ کوئی مسئلہ کھڑا کر دے لہذا حضرت عثمان کو لکھا۔ کہ آپ ابوذر غفاری کو واپس بلا لیں۔ ورنہ حکومت کا معاملہ درہم برہم ہو جائے گا۔ اس پر حضرت عثمان نے جناب ابوذر رضی اللہ عنہ کو واپس مدینہ منورہ بلا لیا۔

کچھ دنوں بعد ان کو مکہ مکرمہ کے نزدیک واقع مقام "ربذہ" کے جنگل میں جلاوطن کر دیا یہاں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بڑی بے بسی اور کس مپرسی کے عالم میں کچھ عرصہ گزارا۔ اور اسی بے یار و مددگار ماحول میں دنیا سے پردہ فرما گئے۔ یہ تاریخی المیہ اہل سنت کی معتبر کتاب، "کامل ابن اثیر" جلد ۳ ص ۱۱۵ پر تفصیل سے تحریر ہے۔

اس واقعہ کی سنگینی اور ہوس اقتدار کی خاطر ایک جلیل القدر صحابی کو جلاوطنی کی زندگی میں دھکیلنا ہر ذی عقل کو یہ ماننے پر مجبور کرتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کا ان لوگوں سے کیا سلوک رہا ہے۔ جو اہل بیت کے بہی خواہ اور محب تھے۔ اور وقت کے حکمرانوں کے لیے چیلنج تھے۔

جواب ۱:۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی سرزمین شام کو روانگی کی اصلیت

طعن مذکورہ میں دو اہم باتوں کا معترض نے ذکر کیا۔ اوّل یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مجبور ہو کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے ملک شام بھیجا۔ وہاں اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حکومت کے عامل تھے۔ ہم پہلے اس واقعہ کی اصلیت کی طرف آتے ہیں۔ یعنی یہ کہ کیا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ملک شام بھیجا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فطری طور پر درویش منش اور سادگی پسند تھے۔ ترک دنیا و زہد و تقویٰ اور للہیت ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ یہی فطری اوصاف تھے۔ کہ انہوں نے بارگاہِ رسالت سے "مسیح الاسلام" کا لقب پایا۔ زہد و رع

بخوں کا توں کار فرما تھا۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رحلت سے اس میں اور اضافہ ہو گیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نہایت شکستہ خاطر ہو گئے۔ ہر وقت بجھے بجھے سے رہنے لگے۔ بالآخر انہی حالات میں انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ مجھے اب مدینہ چھوڑ دینا چاہیے۔ اور کسی ایسی جگہ چلا جانا چاہیئے۔ جہاں غربت کی زندگی گزار سکوں۔ لہذا آپ اس فیصلہ کی تکمیل کے لیے مدینہ منورہ سے سرزمین شام چلے گئے۔ اور عزلت کی زندگی اختیار فرمائی۔

(الاستیعاب لابن عبدالبر جلد اوّل ص ۸۳)

جواب ۲:۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا پس منظر۔

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا دورِ خلافت وہ زمانہ تھا جس میں سادگی اور بے تکلفی اپنی حقیقت کے ساتھ جلوہ فرما تھی۔ زندگی سادہ، خوراک سادہ، رہن سہن سادہ گویا ہر طرف سادگی کی ہی چھاپ تھی۔ پھر جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ تو اس دور میں مسلمانوں پر فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ جن کی وجہ سے مال و دولت کی فراوانی ہو گئی۔ مالِ غنیمت کی کثرت نے لوگوں کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا۔ جس کا قدرتی نتیجہ تھا۔ کہ اب وہ سادگی اور بے تکلفی نہ رہی۔ جو اس سے قبل تھی۔ زندگی پر تکلف، رہن سہن خوش گوار اور خوراک و پوشاک میں بہت سی آسودگیوں نے جگہ لے لی۔

سیدنا فاروق اعظم کے دور میں ان فتوحات سے ملنے والے مال غنیمت کے انبار ضرور لگے۔ لیکن مذکورہ معاشی و معاشرتی تبدیلیاں فوری طور پر معرض وجود میں نہ آئیں۔ جب دور فاروقی قریب الاختتام ہوا۔ تو پھر اس کے اثرات ظاہر ہونے لگے۔ مملکت اسلامیہ میں سے خاص کر سرزمین شام سرحدی علاقہ تھا۔ اس کے بالکل قریب اس پار رومی تھے۔ جن کی تہذیب جن کا تمدن اور معاشی و معاشرتی اقدار اپنے عروج پر تھیں۔ لہٰذا مال و زر کی فراوانی کے اثرات جو شامیوں نے قبول کیے۔ وہ دوسرے علاقہ جات کی بہ نسبت کہیں زیادہ تھے۔ یہاں کے مسلمانوں کی بود و باش بڑی تکلفانہ اور ٹھاٹھ باٹھ کی تھی۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ حکومت کی سیاسی حکمتِ عملی کا بھی اس اثر کے قبول کرنے میں کافی دخل تھا۔

ادھر یہ عالم تھا۔ اور اُدھر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جن مقاصد و ارادوں کی خاطر مدینۃ الرسول چھوڑ کر یہاں آئے تھے۔ وہ خواب و گمان بن گئے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو ایسی زندگی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ وہ اس بات کے متمنی تھے۔ کہ ایسی سادگی اور بے تکلفی کا دور دورہ ہو۔ جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے دور پاک میں تھی۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ ہر شخص ان کی طرح خالی ہاتھ زندگی بسر کرے۔ عیش و عشرت کو قریب نہ آنے دے۔ ان کی تمنا تھی۔ اور ان کا معمول تھا۔ کہ آج کے لیے جو کچھ کھانے کو میسر آ جائے۔ اس پر اکتفا کر لی جائے۔ کل کی ضروریات خدا پوری کر دے گا۔ گویا زندگی گذارنے کا ان کا یہ ایک سادہ اور پختہ نظریہ تھا۔ جس پر خود بھی عمل پیرا تھے۔ اور دوسروں کا بھی اس پر کاربند ہونا ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے اس نظریہ کی بڑی بے باکی اور جوانمردی سے تبلیغ فرمانی شروع کر دی۔ مملکت کے کارپردازوں کے جاہ و حشمت اور عیش و عشرت کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ ان کی عیش پرستی پر نقطہ چینی کی۔ یہ سب کچھ قرآن کریم کی آیت سے بطور استدلال پیش فرماتے۔ آیت یہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا

فِی سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَبَشِّرۡہُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ (التوبہ)

ترجمہ:-

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ میں اُسے خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے استدلال کو درست نہ مانتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا۔ کہ اس آیت سے قبل چونکہ یہود و نصاریٰ کا ذکر ہے۔ اس لیے اِس آیت کا تعلق بھی انہی کے ساتھ ہے۔ اُدھر حضرت ابوذر غفاری اس کے قطعًا قائل نہ تھے۔ بلکہ وہ اسے یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں سبھی کے لیے عام تصور کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بحکم "ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ" سے یہ مراد لیتے تھے۔ کہ تمام کا تمام مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیئے۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس سے صرف زکوٰۃ و صدقات واجبہ مراد لیتے تھے۔ ان کے خیال میں ایک مسلمان کے لیے دولت جمع کرنا کوئی معیوب نہ تھا۔ جب کہ وہ زکوٰۃ و صدقات وغیرہ عبادات مالیہ بجالاتا ہو۔ بہر حال حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی زندگی جس طرز معاشرت اور معیشت میں ڈھل چکی تھی۔ وہ اس سے دست بردار ہونے کے لیے ہرگز آمادہ نہ تھے۔ اُدھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے موقف پر سختی سے ڈٹے ہوئے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ اور وعظ و نصیحت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطرہ لاحق ہوا۔ کہ عجب نہیں کہ شام میں اس سے کوئی فتنہ رونما ہو جائے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان تمام حالات سے حضرت عثمان غنی کو مطلع کیا۔ اس پر حضرت عثمان غنی نے جناب ابوذر کو مدینہ منورہ بلوالیا۔ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے۔ تو یہاں کے معاشرتی اور تہذیبی حالات میں کافی تبدیلی آچکی تھی۔ مدینہ منورہ میں جو سادگی اور بے تکلفی دورِ نبوت اور دورِ شیخین میں تھی۔ اس میں بڑا فرق آچکا تھا۔ وہ

لوگ جو سادگی اور زہد و تقویٰ میں دنیا والوں کے لیے نمونہ تھے۔ وہی لوگ اور ان کی جانشین اولاد اب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے۔ جدھر نکلتے لوگوں کا ایک ہجوم ان کے گرد کھڑا ہو جاتا۔ اور آپ کی سادگی کو تعجب سے دیکھا جاتا۔ آپ نے ماحول کا مطالعہ کیا۔ لیکن سازگاری کے آثار نظر نہ آئے۔ لہذا اپنی فطرت اور پیدائشی سادگی کی وجہ سے حضرت عثمان غنی سے درخواست کی۔ کہ آپ مجھے مکہ مکرمہ کے نزدیک "زبرہ" نامی مقام پر بھیج دیں۔ میں وہاں ہی سکونت رکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں رہنے کی اجازت دیدی۔ اجازت ملنے پر آپ بمعہ اہل و عیال مدینہ منورہ سے عازم ہوئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں پوری عزت اور شان و شوکت سے الوداع کیا۔ جاتے وقت دو غلام کچھ اونٹنیاں اور نقدی بھی عطاء کی۔ حوالہ کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

(۱۔ البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۵۵-۱۵۶
سنۃ ثلاثین من هجرة النبويه
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۲۔ طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۲۲۷
تذکرہ ابوذر واسمہ جندب)
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۳۔ الکامل فی التاریخ لابن الاثیر۔ جلد ۳
ص ۱۱۵ ذکر تسیرابی ذرالی الربذة
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مقام "ربذہ" میں تشریف لانے سے اُن لوگوں کو ایک اور موقعہ ہاتھ لگا۔ جن کا کام ہی فساد تھا۔ مفسدین نے اس واقعہ کو خوب ہوا دی۔

اور چاروں طرف اس کی تشہیر کی۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان نے اس لیے مدینہ میں نہیں رہنے دیا۔ کہ یہ اُن کی غلطیاں نکالتے تھے۔ اور بداعمالیوں کی لوگوں میں تشہیر کرتے تھے اور حق کی تبلیغ کرتے تھے۔ لیکن یہ سب باتیں عثمان غنی کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھیں۔ اس لیے انہیں مدینہ بدر کر دیا۔ حالانکہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا مقام "ربذہ" میں سکونت اختیار فرمانا خود ان کی صوابدید پر ہوا تھا۔ ان کی طہارت و تقویٰ اور نیک نیتی کی وجہ سے تھا۔ لیکن فسادیوں نے اسے اُلٹا ہی رنگ دے دیا۔ خود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ورغلانے کی کوششیں بھی ہوئیں۔ اسی سلسلہ میں عراقیوں کا ایک وفد ان سے مقام "ربذہ" میں ملنے آیا۔ اور یہ کہہ کر بھڑکانے کی کوشش کی۔ کہ "حضرت عثمان غنی کا آپ سے سلوک نہایت ظالمانہ ہے آپ جیسے مرنجاں مرنج آدمی کو نہ شام میں رہنے دیا۔ اور پھر مدینہ بلا کر وہاں سے بھی باہر نکال دیا۔ اس سلوک کی وجہ سے ہمیں آپ پر ترس آتا ہے۔ اور عثمان غنی کی اس حرکت پر ہمارے دل رنجیدہ ہیں۔ لہذا اگر آپ امیرالمومنین کے خلاف آواز اٹھائیں۔ تو ہم آپ کے دست و بازو بن جائیں گے۔ اور ان کی خلافت کو ختم کرنے میں آپ کی ہر طرح معاونت کریں گے۔ ان عراقیوں کے جواب میں آپ نے فرمایا۔

طبقات ابن سعد:۔

دو مسلمانو! اس معاملہ میں تم دخل نہ دو۔ اپنے حاکم کو بدنام نہ کرو۔ کیونکہ جس نے اپنے حاکم کو ذلیل کیا۔ وہ توبہ کی قبولیت سے محروم رہا۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مجھ کو سُولی پر بھی چڑھا دیتے۔ تو مجھ کو عذر نہ ہوتا۔ اور میں اسی بات میں اپنے لیے بہتری سمجھتا۔ اگر وہ مجھے بجائے ربذہ کے ایک اُفق سے دوسرے اُفق یا مشرق سے مغرب بھیج دیتے۔ تب بھی میں ان کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا۔ اور اسی میں اپنی بھلائی سمجھتا۔ اور اگر وہ مجھے کہیں نہ بھیجتے

اور مجھ کو میری قیام گاہ پر ہی لوٹا دیتے۔ تو بھی مجھے کوئی عذر نہ ہوتا۔ اور اس میں بھی میں اپنی سعادت سمجھتا۔"

(طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۲۲۸
تذکرہ ابوذر اسمہ جندب)
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے جب عراقیوں نے یہ جواب سُنا۔ تو اپنے ارادوں میں ناکامی کی صورت میں اپنا سا مُنہ لے کر واپس پلٹ گئے۔ لیکن اپنی شیطنت سے باز نہ آئے۔ اور شب و روز لوگوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف اکساتے رہے۔ اور ان کی خلافت کو کمزور کرنے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف رہے۔

ان تاریخی حقائق سے تین امور ثابت ہوئے

امر اوّل:۔

سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایسے درویش منش صحابی تھے کہ ترکِ دُنیا اور زہد و تقوای سے آپ کی زندگی عبارت تھی۔ دینوی مال و دولت کو زہر قاتل سمجھتے۔ اور صرف اس قدر خوراک کو جائز سمجھتے۔ کہ جس سے آج کا وقت گزر جائے۔

امر دوم:۔

اپنے نظریہ اور مقصد کی ہر لمحہ تبلیغ فرماتے۔ اور اس سلسلہ میں کسی کی پرواہ تک

کرتے۔ والذین یکنزون الذھب والفضۃ الخ آیت کریمہ آپ کا اوڑھنا بچھونا تھی۔ اس کو بطور استدلال پیش فرماتے۔ اور مزید کہتے۔ کہ آدمی کو اپنا سارا مال راہِ خدا میں صرف کر دینا چاہیئے۔ آپ کے نظریہ کی جو مخالفت کرتا۔ اُسے ضرورت پڑنے پر سزا بھی دیتے۔

امر سوم:-

نظریہ میں لچک نہ ہونے کی وجہ سے انہیں سرزمین شام جانا پڑا۔ اور پھر وہاں سے واپس مدینہ منورہ بلوایا گیا۔ لیکن یہاں کے رہن سہن سے تنگ آکر مقام "ربذہ" جانے کی خواہش کی۔ جسے حضرت عثمان نے بخوشی قبول فرمایا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پیش کش کی۔ کہ اگر آپ قبول فرمائیں۔ تو میں آپ کو اپنا ذاتی مال و متاع پیش کردوں

امور درج بالا کی کتب اہل تشیع سے تائید

تائید امر اوّل

ابوذر غفاری کا زہد و ترک دنیا

بحار الانوار:-

قِيْلَ لَهُ عِنْدَ الْمَوْتِ يَا اَبَاذَرٍّ مَا مَالُكَ؟ قَالَ عَمَلِيْ قَالُوْا اِنَّمَا نَسْأَلُكَ عَنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ قَالَ مَا اَصْبَحَ وَلَا اَمْسٰى وَمَا اَمْسٰى وَلَا اَصْبَحَ -

(۱)۔ بحار الانوار جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۴۰۰
باب کیفیۃ اسلام ابی ذر مطبوعہ
تہران طبع جدید

(۲)۔ تنقیح المقال جلد ۱ ص ۲۳۶
باب جنادہ وجندب -
مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بوقت وصال پوچھا گیا۔ آپ کا مال

کیا کیا ہے؟ فرمایا میرا مال میرے اعمال ہی ہیں۔ پوچھنے والوں نے پوچھا۔ ہم سونے اور چاندی کے بارے میں آپ سے سوال کر رہے ہیں۔ تو فرمایا۔ (میرا عقیدہ یہ ہے) کہ جو صبح کو ہو۔ وہ شام کو نہ رہے۔ اور جو شام کو میسر آئے۔ وہ صبح تک نہیں رہنا چاہیے۔

اصول کافی:۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ کَانَ اَبُوْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ فِیْ خُطْبَتِہٖ یَا مُبْتَغِیَ الْعِلْمِ کَاَنَّ شَیْئًا مِّنَ الدُّنْیَا لَمْ یَکُنْ شَیْئًا اِلَّا مَا یَنْفَعُ خَیْرُہٗ وَیَضُرُّ شَرُّہٗ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰہُ یَا مُبْتَغِیَ الْعِلْمِ لَا یَشْغَلُکَ اَہْلٌ وَّ مَالٌ عَنْ نَفْسِکَ اَنْتَ یَوْمَ تُفَارِقُہُمْ کَضَیْفٍ بِتَّ فِیْہِمْ ثُمَّ غَدَوْتَ عَنْہُمْ اِلٰی غَیْرِہِمْ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ کَمَنْزِلٍ تَحَوَّلْتَ مِنْہُ اِلٰی غَیْرِہٖ وَمَا بَیْنَ الْمَوْتِ وَالْبَعْثِ اِلَّا کَنَوْمَۃٍ نِمْتَہَا ثُمَّ اسْتَیْقَظْتَ مِنْہَا۔

(۱۔ اصول کافی جلد ۲ ص ۱۳۴/ کتاب الایمان والکفر باب ذم الدنیا الخ مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)

(۲۔ بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۴۰۱/ باب کیفیۃ اسلام ابی ذر مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت ابی عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ دورانِ خطبہ فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ کے طالب! دنیا کی کوئی چیز اہم نہیں۔ مگر وہ چیز جو اچھی ہو اور نفع دے یا بُری ہو اور ضرر کا باعث بنے۔ مگر جس پر اللہ رحم فرمائے۔ اے علم کے طالب! تجھے تیرا اہل وعیال اور مال و دولت کہیں اس ارادے سے روک نہ دے۔ کیونکہ ایک دن تو نے ان سب کو چھوڑ دینا ہے۔ تیرا تعلق ان کے ساتھ ایسا ہے۔ کہ کوئی مہمان ان کے ہاں رات گزارتا ہے۔ پھر صبح اٹھ کر آگے چل پڑتا ہے۔ دنیا اور آخرت دو منزلیں ہیں۔ کہ ایک کو چھوڑ کر دوسری کی طرف پلٹ جانا ہے۔ موت اور قیامت میں دوبارہ اٹھنے کے درمیان بس اتنا وقفہ ہے۔ کہ تو سویا۔ اور پھر بیدار ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے حضرت ابوذر کی متوکلانہ زندگی کا مژدہ جانفزا

حیات القلوب:۔

حضرت فرمود کہ اے ابوذر خدا ترا رحم کند تو تنہا و غریب زندگانی خواہی کرد و تنہا خواہی مرد و تنہا مبعوث خواہی شد و تنہا داخل بہشت خواہی شد

(۱۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۷۰۴ باب ششم احوال ابوذر مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

(۲۔ رجال کشی ص ۲۸/ تذکرہ ابوذر
غفاری۔ مطبوعہ کربلا۔ طبع جدید)

(۳۔ بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۳۹۸
باب کیفیت اسلام ابی ذر مطبوعہ
تہران طبع جدید)

(۴۔ تنقیح المقال جلد ۱ صفحہ نمبر ۲۳۵
من ابواب الجیم۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوذر! اللہ تم پر رحم کرے تم اکیلے اور غربت کی زندگی بسر کرو گے۔ اور تنہائی کے ماحول میں دنیا سے رخصت ہو گے۔ اور قبر سے علیحدہ ہی تمہاری بعثت ہو گی۔ اور بہشت میں بھی انفرادی طور پر داخل ہو گے۔

امر دوم کی کتب شیعہ سے تائید۔

سارا مال راہ خدا میں خرچ کرنا ابوذر غفاری کے نزدیک فرض تھا

بحار الانوار:۔

وَرَوٰی اَبُوْعُثْمَانَ الْجَاحِظُ عَنْ جَلَامِ ابْنِ

جَنْدَلٍ الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنْتُ عَامِلًا لِمُعَاوِيَةَ عَلٰى قِنَّسْرِيْنَ وَالْعَوَاصِمِ فِيْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ فَجِئْتُ اِلَيْهِ يَوْمًا اَسْأَلُهُ عَنْ حَالِ عَمَلِيْ اِذْ سَمِعْتُ صَارِخًا عَلٰى بَابِ دَارِهٖ يَقُوْلُ اَتَتْكُمُ الْقِطَارُ بِحَمْلِ النَّارِ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْاٰمِرِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ التَّارِكِيْنَ لَهٗ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ النَّاهِيْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الْمُرْتَكِبِيْنَ لَهٗ فَازْبَاَرَّ مُعَاوِيَةُ وَتَغَيَّرَ لَوْنُهٗ وَقَالَ يَاجَلَّامُ اَتَعْرِفُ الصَّارِخَ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ لَا قَالَ مَنْ عَذِيْرِيْ مِنْ جُنْدُبِ ابْنِ جُنَادَةَ يَاْتِيْنَا كُلَّ يَوْمٍ فَيَصْرِخُ عَلٰى بَابِ قَصْرِنَا بِمَا سَمِعْتَ ثُمَّ قَالَ اَدْخِلُوْهُ فَجِيْئَ بِاَبِيْ ذَرٍّ بَيْنَ قَوْمٍ يَقُوْدُوْنَهٗ حَتّٰى وَقَفَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لَهٗ مُعَاوِيَةُ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّ رَسُوْلِهٖ تَاْتِيْنَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ فَتَصْنَعُ بِمَا تَصْنَعُ .... فَاَقْبَلَ عَلٰى مُعَاوِيَةَ وَقَالَ مَا اَنَا بِعَدُوٍّ لِلّٰهِ وَلَا لِرَسُوْلِهٖ بَلْ اَنْتَ وَاَبُوْكَ عَدُوَّانِ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ۔

(بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۴۱۵ تا ۴۱۶
باب کیفیت اسلام ابی ذر
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

ابو عثمان جاحظ نے جلام بن جندل سے روایت کی۔ کہ میں امیر معاویہ کی طرف سے قنسرین اور عواصم پر عامل مقرر تھا۔ ان دنوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تھی۔ میں ایک مرتبہ امیر معاویہ کے پاس اپنے عامل ہونے کے متعلق رپورٹ کے بارے میں حاضر ہوا۔ تو اچانک امیر معاویہ کے دروازے سے ایک چلانے والے کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ اے معاویہ! تمہارے پاس اونٹوں کی قطار آئی ہے۔ جن پر آگ لدی ہوئی ہے اے اللہ! نیکی کا حکم دینے والوں پر لعنت کر۔ جو خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ اے اللہ! برے کاموں سے روکنے والوں پر لعنت کر جو خود نہیں رکتے۔ اس سے امیر معاویہ کو غصہ آیا۔ اور ان کے چہرہ کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ اور پوچھا اے جلام! جانتے ہو یہ چیخنے والا کون ہے؟ میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ خود ہی کہا۔ کہ میرے ایک عزیز نے بتلایا کہ یہ جندب ابن جنادہ (ابوذر غفاری) ہے۔ روزانہ آتا ہے۔ اور ہمارے گھر کے سامنے اسی طرح چیختا چلاتا ہے۔ پھر کہا۔ اسے اندر لے آؤ۔ تو دیکھا کہ لوگوں نے ابوذر کو پکڑا ہوا ہے۔ اور انہیں امیر معاویہ کے پاس لا رہے ہیں۔ ابوذر آئے۔ اور امیر معاویہ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ امیر معاویہ نے انہیں کہا۔ اے اللہ اور اس کے رسول کے دشمن! تم یہاں روزانہ آتے ہو۔ اور جو چاہتے ہو کرتے ہو......... یہ سن کر ابوذر حضرت امیر معاویہ کے اور قریب آئے۔ اور کہا۔ اللہ اور اس کے رسول کا میں دشمن نہیں ہوں بلکہ تم اور تمہارے باپ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں۔

نوٹ:۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی شدتِ تبلیغ کا یہ ایک نمونہ ہے جس سے ان کی حقیقتِ حال عیاں ہو جاتی ہے۔

بحار الانوار :-

وَفِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی لَا اَنْعَمَ اللّٰہُ بِكَ عَیْنًا یَاجُنَیْدَبُ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ اَنَا جُنْدَبُ وَ سَمَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰہِ فَاخْتَرْتُ اِسْمَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ الَّذِیْ سَمَّانِیْ بِہٖ عَلٰی اِسْمِیْ فَقَالَ لَہٗ عُثْمَانُ اَنْتَ الَّذِیْ تَزْعَمُ اَنَّا نَقُوْلُ یَدُ اللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ وَّ اَنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَنَحْنُ اَغْنِیَآءُ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ لَوْ كُنْتُمْ لَا تَقُوْلُوْنَ ھٰذَا لَاَنْفَقْتُمْ مَالَ اللّٰہِ عَلٰی عِبَادِہٖ -

(بحار الانوار جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۴۱۶ / باب کیفیت اسلام ابی ذر / مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :-

ایک اور روایت میں ہے۔ (جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے) تو حضرت عثمان نے کہا۔ اے جنیدب! اللہ تیرا بھلا نہ کرے۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں جندب ہوں (جنیدب نہیں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام عبداللہ رکھا ہے۔ اس لیے میں نے اپنے پہلے نام کی بہ نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تجویز کردہ نام پسند کر لیا ہے۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا۔ تم وہی ہو کہ جس

کا ہمارے متعلق یہ زعم ہے۔ کہ ید اللہ مغلولۃ اور ان اللہ فقیر و نحن اغنیاء، سب کچھ دینے والے ہم ہیں۔ (یعنی اللہ کا ہاتھ تنگ ہو گیا اور ہم مالدار ہیں۔ اور اللہ محتاج ہے) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اگر تم نے یہ نہ کہا ہوتا یا تم اس کے مضمون کو مانتے) تو پھر وہ مال جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔ اس کو اس کے بندوں پر خرچ کر ڈالتے۔

وضاحت:۔

روایت مذکورہ سے جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا مسلک و مشرب نظر آتا ہے۔ یعنی یہ کہ جو شخص اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا۔ تو یہ اللہ کو تنگ دست اور خود کو غنی سمجھنے کے برابر ہے۔ یہ ان کا درویشانہ اور متوکلانہ مشرب تھا۔ بہر حال تقویٰ کے انتہائی اعلیٰ معیار پر تو اس کی گنجائش ہے۔ لیکن احکام شرع میں اسے سختی سے ہی موسوم کیا جائے گا۔ ان کے عاشقانہ مسلک کا حضرات صحابہ کرام کی ذات سے دور کا بھی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔

بحار الانوار:۔

لَمَّا اَمَرَ عُثْمَانُ بِنَفْيِ اَبِيْ ذَرٍّ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِلَى الرَّبْذَةِ دَخَلَ عَلَيْهِ اَبُوْ ذَرٍّ وَّ كَانَ عَلِيْلًا مُتَوَكِّيًا عَلٰى عَصَاهُ وَ بَيْنَ يَدَيْ عُثْمَانَ مِائَةُ اَلْفِ دِرْهَمٍ قَدْ حُمِلَتْ اِلَيْهِ مِنْ بَعْضِ النَّوَاحِيْ وَ اَصْحَابُهُ حَوْلَهُ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ وَ يَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّقَسِّمَهَا

فِيْهِمْ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ لِعُثْمَانَ مَا هٰذَا الْمَالُ؟ فَقَالَ عُثْمَانُ مِائَةُ اَلْفِ دِرْهَمٍ حُمِلَتْ اِلَيَّ مِنْ بَعْضِ النَّوَاحِيْ اُرِيْدُ اَنْ اَضُمَّ اِلَيْهَا مِثْلَهَا ثُمَّ اَرٰى فِيْهَا رَأْيِيْ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ يَا عُثْمَانُ اَيُّمَا اَكْثَرُ مِائَةُ اَلْفِ دِرْهَمٍ اَوْ اَرْبَعَةُ دَنَانِيْرَ فَقَالَ عُثْمَانُ بَلْ مِائَةُ اَلْفِ دِرْهَمٍ فَقَالَ اَمَا تَذْكُرُ اَنَا وَ اَنْتَ وَقَدْ دَخَلْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ عَشِيًّا فَرَاَيْنَاهُ كَئِيْبًا حَزِيْنًا فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا السَّلَامَ فَلَمَّا اَصْبَحْنَا اَتَيْنَاهُ فَرَاَيْنَاهُ ضَاحِكًا مُسْتَبْشِرًا فَقُلْنَا لَهٗ بِاَبَائِنَا وَ اُمَّهَاتِنَا دَخَلْنَا عَلَيْكَ الْبَارِحَةَ فَرَاَيْنَاكَ كَئِيْبًا حَزِيْنًا وَّ عُدْنَا اِلَيْكَ الْيَوْمَ فَرَاَيْنَاكَ فَرِحًا مُسْتَبْشِرًا فَقَالَ نَعَمْ كَانَ قَدْ بَقِيَ عِنْدِيْ مِنْ فَيْئَةِ الْمُسْلِمِيْنَ اَرْبَعَةُ دِيْنَانِيْرَ لَمْ اَكُنْ قَسَّمْتُهَا وَخِفْتُ اَنْ يُّدْرِكَنِي الْمَوْتُ وَهِيَ عِنْدِيْ وَ قَدْ قَسَّمْتُهَا الْيَوْمَ

فَاسْتَرَحْتُ مِنْهَا۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۴۲۶
باب کیفیت اسلام ابی ذر۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۴۲۲۔۱۱۔
باب شم احوال ابی ذر غفاری۔
مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

(۳۔ تفسیر قمی ص ۴۳ پارہ اوّل زیر آیت
واذا اخذنا میثاقکم لاتسفکون
دماءکم الخ رکوع ۹
مطبوعہ ایران طبع قدیم)

(۴۔ تفسیر صافی۔ جلد اول ص ۱۱۱ / مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مقام "ربذہ" کی طرف جلاوطن کرنے کا حکم دیا۔ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے۔ اس وقت جناب ابوذر کچھ علیل تھے۔ اور لاٹھی کے سہارے چل کر آئے تھے حضرت عثمان کے پاس اس وقت ایک لاکھ درہم پڑے تھے۔ جو گردو نواح کے دیہات سے لائے گئے تھے۔ بہت سے لوگ حضرت عثمان کے چاروں طرف بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔ کہ کب تقسیم کرتے ہیں۔ اور ہمیں بھی کچھ دیتے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

یہ کیسا مال ہے؟ فرمایا گرد و نواح کے دیہات سے اکٹھا کر کے لائے گئے۔
ایک لاکھ درہم ہیں۔ میرا ارادہ ہے۔ کہ اتنے اور ان میں ملاؤں۔ اور پھر جو رائے
بنے اس کے مطابق عمل کروں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ ایک لاکھ
درہم زیادہ ہوتے ہیں۔ یا چار دینار۔ حضرت عثمان نے کہا۔ ایک لاکھ درہم زیادہ
ہوتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بولے۔ کیا تمہیں وہ واقعہ یاد نہیں۔
جب میں اور تم دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ شام کا وقت
تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت غمناک اور سر جھکائے بیٹھے تھے۔ ہم نے
سلام پیش کیا۔ لیکن آپ نے سلام کا جواب نہ دیا۔ پھر دوبارہ بوقتِ صبح ہم
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ خوش و خرم
ہیں۔ عرض کی۔ ہمارے باپ دادا اور مائیں آپ پر قربان! ہم گزشتہ رات حاضر
خدمت ہوئے تھے۔ آپ اس وقت بہت پریشان تھے۔ لیکن آج ہم آپ
کو خوش و خرم دیکھ رہے ہیں۔ (اس کی کیا وجہ تھی) فرمایا۔ ہاں ایسا ہی تھا۔ بات
یہ تھی۔ کہ مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے چار دینار میرے پاس بچے تھے۔ جو
تقسیم نہ ہو سکے تھے۔ مجھے یہ خوف ہوا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ ان کی تقسیم سے پہلے میں
دنیا سے چل بسوں۔ آج میں ان کی تقسیم سے فارغ ہو چکا ہوں۔ اس لیے
اب مجھے ان کی طرف سے گھبرانے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ (اس لیے
کل غمگین تھا۔ اور آج خوش و مطمئن ہوں)

سارے مال کی زکوٰۃ فرض نہ جاننے والے کو ابوذر ڈنڈوں سے پیٹتے تھے۔

بحار الانوار:-

فَنَظَرَ عُثْمَانُ اِلٰی کَعْبِ بْنِ الْاَحْبَارِ فَقَالَ لَهٗ یَا اَبَا اِسْحٰقَ مَا تَقُوْلُ فِیْ رَجُلٍ اَدّٰی زَکٰوۃَ مَالِهِ الْمَفْرُوْضَۃَ هَلْ یَجِبُ عَلَیْهِ فِیْمَا بَعْدَ ذٰلِکَ فِیْهَا شَیْءٌ قَالَ لَا وَلَوِ اتَّخَذَ لَبِنَۃً مِّنْ ذَهَبٍ وَلَبِنَۃً مِّنْ فِضَّۃٍ مَا وَجَبَ عَلَیْهِ شَیْءٌ فَرَفَعَ اَبُوْ ذَرٍّ عَصَاهُ فَضَرَبَ بِهٖ رَاْسَ کَعْبٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ یَا ابْنَ الْیَهُوْدِیَّۃِ الْکَافِرَۃِ مَا اَنْتَ وَ النَّظْرُ فِیْ اَحْکَامِ الْمُسْلِمِیْنَ قَوْلُ اللّٰهِ اَصْدَقُ مِنْ قَوْلِکَ حَیْثُ قَالَ "وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُکْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا

كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ " فَقَالَ عُثْمَانُ يَا اَبَاذَرٍ اِنَّكَ شَيْخٌ خَرِفْتَ وَذَهَبَ عَقْلُكَ ۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۴۲۶۔۴۲۷
باب کیفیت اسلام ابی ذر۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۴۱۲ تا ۴۱۴
باب شصتم احوال ابی ذر غفاری
مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۳۔ تفسیر قمی ص ۴۲ پارہ اول رکوع ۹
زیر آیت واذ اخذنا میثاقکم
لا تسفکون دماءکم الخ۔
مطبوعہ ایران طبع قدیم)

(۴۔ تفسیر صافی جلد ۱ ص ۱۱۱ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب بن الاحبار کی طرف دیکھا اور ان سے پوچھا۔ اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو اپنے مال کی فرضی زکوۃ ادا کر دیتا ہے۔ کیا اس کے علاوہ اس پر کوئی اور بھی چیز دینی واجب ہے۔؟ جناب کعب نے فرمایا نہیں۔ اب اگرچہ وہ ایک اینٹ سونے کی اور دوسری چاندی کی بنا کر مکان تعمیر کرے۔ پھر بھی اس پر کوئی وجوب مالی

نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب کے سر پر لاٹھی دے ماری۔ اور کہا۔ اے یہودی کافر عورت کے بچے! تجھے مسلمانوں کے احکام میں دخل دینے کا کیا حق ہے؟ اللہ تعالیٰ کا قول تمہاری بات سے کہیں زیادہ سچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ بنا کر رکھ لیتے ہیں۔ اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ جس دن اس سونے چاندی کو دوزخ کی آگ میں گرم کر کے اس کے مالکوں کے ماتھوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا۔ (اور کہا جائے گا کہ) یہ ہے وہ مال کہ جس کو تم نے بطور خزانہ جمع کر رکھا تھا۔ پس اپنے جمع کردہ خزانے کا مزہ چکھو۔

کیفیت اختلاف کی نشاندہی

ملا باقر شیعی مجلسی کی زبانی دو عدد حوالہ جات سے جو امر ہمارے سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ۔

۱۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مابین کوئی خلافت کے امور میں تنازعہ نہ تھا۔

۲۔ آیت کریمہ والذین یکنزون الذھب الخ۔ کا مقصود و مطلب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ تھا کہ صرف صبح کے لیے اپنے پاس رکھ کر بقیہ فی سبیل اللہ خرچ کر دینا چاہیے۔ شام کا اللہ وارث ہے۔ اور اگر کوئی شخص اس سے زیادہ اپنے پاس رکھتا ہے۔ تو چاہے وہ زکوٰۃ وغیرہ مالی واجبات ادا کرتا ہو۔ پھر بھی وہ "یکنزون الذھب" میں داخل ہے۔ لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

نے اس آیت کی شرعی تفسیر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت کعب بن الاحبار رضی اللہ عنہ سے کروائی۔ جو یہ تھی۔ کہ اس سے مراد وہ جمع شدہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو۔

۲۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس جو ایک لاکھ درہم موجود تھے۔ انہیں تقسیم اس لیے نہ فرمایا۔ کہ انسے اور آجائیں۔ پھر یہ مجموعی نقدی بانٹی جائے تاکہ ہر ایک کو کچھ نہ کچھ مل جائے۔ ان ایک لاکھ دراہم کو جمع کرنے کا خیال نہ تھا۔ لیکن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس کو بھی اچھا نہ سمجھا۔ ان کا مسلک تھا۔ کہ جو آگیا وہ تقسیم کر دیا جائے۔ اور آئے گا۔ تو دیکھا جائے گا۔ اپنے اسی نظریہ کی تائید میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار دینار کا واقعہ بھی پیش کیا۔ اور اپنے موقف پر سختی سے قائم ہونے کی وجہ سے حضرت کعب بن الاحبار رضی اللہ عنہ کے سر پر لاٹھی بھی دے ماری۔

یہ ہے اس اختلاف کی نوعیت جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ ان کے مابین اختلاف کی وجہ کوئی اور تھی۔ جیسا کہ اہل تشیع نے اسے رنگ دینے کی کوشش کی۔ اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی۔ کہ اس اختلاف کی بنیاد یہ تھی۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو یہ برداشت نہ تھا۔ کہ کوئی شخص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہے۔ اور بقول اہل تشیع حضرت عثمان و دیگر حضرات صحابہ کرام چونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرتے تھے۔ اس لیے ابوذر غفاری نے ان کی مخالفت کی۔

چونکہ ان حضرات کے درمیان آیت مذکورہ کی تفسیر و مطلب میں کچھ اختلاف تھا۔ اس لیے اس موقعہ پر ہم نے مناسب سمجھا۔ کہ آیت مذکورہ کی تشریح و تفسیر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ذکر کر دیں۔ اور حضرات

آئمہ اہل بیت کی احادیث لکھی۔

آیت:

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ

کی تفسیر و تشریح شیعہ کتب سے

تفسیر صافی:

وَ فِی الْاَمَالِی لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ کُلُّ مَا تُؤَدّٰی زَکٰوتُهٗ فَلَیْسَ بِکَنْزٍ وَ اِنْ کَانَتْ تَحْتَ سَبْعِ اَرْضِیْنَ وَ کُلُّ مَالٍ لَا تُؤَدّٰی زَکٰوتُهٗ فَهُوَ کَنْزٌ وَ اِنْ کَانَ فَوْقَ الْاَرْضِ وَ فِی الْکَافِیْ وَ الْعَیَاشِیْ عَنِ الصَّادِقِ عَلَیْهِ السَّلَامُ مُوَسَّعٌ عَلٰی شِیْعَتِنَا اَنْ یُّنْفِقُوْا مِمَّا فِیْ اَیْدِیْهِمْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا قَامَ قَائِمُنَا حَرَّمَ کُلَّ ذِیْ کَنْزٍ کَنْزَهٗ حَتّٰی یَاْتِیَهٗ بِهٖ فَیَسْتَعِیْنُ بِهٖ عَلٰی عَدُوِّهٖ وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ الاٰیة

(تفسیر صافی جلد اول ص ۶۹۹ سورۃ التوبہ

مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)

ترجمہ:

"امالی" میں ہے۔ کہ جب آیت "والذین یکنزون الذھب" الخ۔ نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر وہ مال کہ جس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو وہ "کنز" نہیں اگرچہ ساتوں زمینوں کے نیچے ہو۔ اور ہر وہ مال کہ جس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی۔ اگر وہ زمین کے اوپر ہی کیوں نہ ہو۔ وہ کنز ہی ہے۔ کافی اور عیاشی میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ہمارے شیعوں کو یہ آسائش ہے۔ کہ وہ اپنے مال کو معروف طریقہ سے خرچ کریں۔ اور جب امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ تو وہ ہر خزانے والے پر اس کا خزانہ حرام کر دیں گے۔ جب تک وہ اپنا خزانہ لے کر ان کی بارگاہ میں حاضر نہ کر دے۔ پھر امام مہدی اس خزانے کی مدد سے اپنے دشمنوں کے خلاف اپنے قدم مضبوط کریں گے۔ وہ آیت یہ ہے۔ والذین یکنزون الذھب والفضۃ الخ۔

تفسیر منہج الصادقین:-

مراد بعدم انفاق عدم زکوٰۃ است یعنی زکوٰۃ نمی دہند چہ در خبر آمدہ است کہ ما اڈی زکوتہ فلیس بکنز۔ الخ۔ آنچہ زکوٰۃ آن دادہ اند گنج نیست۔ و نیز از آنحضرت مروی است کہ۔ کل مالم تود زکوتہ فھو کنز وان کان ظاھرا وکل ما اذیت زکوتہ فلیس بکنز وان کان مدفونا فی الارض۔ و ابن عباس و حسن و شعبی و سدی نیز بر آیند و جبائی در این باب دعوے اجماع کردہ۔

(۱۔ تفسیر منہج الصادقین جلد ۱۰ ص ۲۶۱
الجزء العاشر۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

(۲۔ تفسیر منہج الصادقین جلد سوم جزء
پنجم ص ۲۶ / مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے سے مراد زکوٰۃ کی عدم ادائیگی ہے۔ یعنی وہ لوگ جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ حدیث میں آیا ہے۔ وہ مال کہ جس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔ وہ کنز نہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے۔ ہر وہ مال کہ جس کی زکوٰۃ نہ ادا کی جائے وہ کنز ہے۔ اگرچہ کھلی زمین پر ظاہر پڑا ہو اور ہر وہ مال کہ جس کی زکوٰۃ دی گئی۔ وہ کنز نہیں۔ اگرچہ زمین میں دفن شدہ ہو۔ حضرت ابن عباس، حسن، شعبی اور سدی سے بھی یہی تفسیر مذکور ہے۔ اور جبائی نے تو اس مفہوم پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

فروع کافی:۔

وَمَنْ اَدّٰى مَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَقَدْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ وَ اَدّٰى شُكْرَ مَا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِيْ مَالِهٖ اِذَا هُوَ حَمِدَهٗ عَلٰى مَا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِيْهِ مِمَّا فَضَّلَهٗ بِهٖ مِنَ السَّعَةِ عَلٰى غَيْرِهٖ وَلِمَا وَفَّقَهٗ لِاَدَاءِ مَا فَرَضَ اللّٰهُ

عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۴۹۸ کتاب الزکاۃ
باب فرض الزکوٰۃ الخ مطبوعہ
تہران ۔ طبع جدید)

ترجمہ :-

اللہ تعالیٰ نے جو کسی بندے پر فرض کیا ۔ (یعنی زکوٰۃ) وہ اس نے ادا کر دیا ۔ تو اس نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کر دیا ۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو اُسے نعمتِ مال عطا کی ۔ اور وسعتِ مالی کے ذریعہ دوسروں پر فضیلت بخشی ۔ اس نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی ۔ اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنا فرض بجالانے کی توفیق مرحمت فرمائی ۔ اور اس کی مدد فرمائی ۔

فروع کافی :-

عَنْ عَلِيِّ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ اَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَعْنِي الْاَوَّلَ قَالَ سَمِعْتُهٗ مَنْ اَخْرَجَ زَكٰوةَ مَالِهٖ تَامَّةً فَوَضَعَهَا فِيْ مَوْضِعِهَا لَمْ يُسْئَلْ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَ مَالَهٗ ۔

(فروع کافی جلد ۳ ص ۵۰۴ کتاب الزکوٰۃ
باب فرض الزکات ۔ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

علی بن عقبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (امام اوّل) سے روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے امام موصوف کو یہ کہتے ہوئے سُنا۔ جو شخص اپنے مال کی مکمل طور پر زکوٰۃ نکال دیتا ہے۔ اور اُسے اپنے صحیح مصرف پر خرچ کرتا ہے۔ اس سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا۔ کہ یہ مال اس نے کہاں سے کمایا۔؟

لمحہ فکریہ:۔

قارئین کرام! آپ نے آیت مذکورہ کی تشریح و تفسیر بحوالہ کتب اہل تشیع ملاحظہ فرمائی۔ جس سے صاف طور پر معلوم ہوا۔ کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات صحابہ و آئمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے۔ وہ آیت میں موجود لفظ "کنز" کے تحت داخل نہیں ہونا چاہیے۔ وہ ساتوں زمینوں کے نیچے رکھا ہوا "کنز" وہی مال ہے۔ جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے۔ لیکن حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا مسلک درویشانہ اور تفسیر صوفیانہ اگرچہ اُن کے ہاں درست تھی۔ لیکن تفسیر شرعی نہ ہونے کی بنا پر کسی دوسرے پر حجت نہیں بن سکتی۔ اہل تشیع بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ وہ تو اس گنجائش کے قائل ہیں۔ کہ امام زمانہ کے ظہور و خروج تک انہیں کنز رکھنے کی اجازت ہے۔ ہاں امام مہدی کے ظہور کے وقت ان کو اپنی تمام جائیداد امام موصوف کے قدموں میں لا ڈالنی پڑے گی۔ تاکہ دشمنوں پر قابو پانے میں اسے استعمال کیا جا سکے۔

جب زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد مال و دولت کا جمع کرنا باعث طعن نہیں۔ اور شرعاً منع نہیں۔ تو اہل تشیع کو کھلے دل سے یہ بات بھی مان لینی چاہیے۔ کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان و امیر معاویہ کے درمیان باعث نزاع یہی تفسیری اختلاف

تھا کوئی ذاتی رنج و عناد کارفرما نہ تھا۔ اس لیے اس اختلاف کو بہانہ بنا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرنا بالکل بلاوجہ ہے۔ اور اس کے لیے کوئی عقلی و اخلاقی سبب نظر نہیں آتا۔

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد کسی سے یہ بھی نہیں پوچھا جائے گا۔ کہ اس نے وہ دولت کمائی کیسے تھی؟ آپ کے اس ارشاد اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے صوفیانہ مسلک کے بعد کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی ذات کو تبرہ جات کا نشانہ بنایا جائے۔ اگر ان دونوں صحابیوں کا یہی تصور تھا۔ کہ وہ حضرت ابوذر کی تفسیر و تشریح سے متفق نہ تھے۔ تو یہی بات حضرت علی المرتضیٰ کے قول پر بھی کہی جا سکتی ہے۔ بلکہ خود حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر بھی ایسا قول کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عثمان و امیر معاویہ پر اس وجہ سے طعن کرنے والو! ذرا سوچو کیا یہی باتیں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہنا بھی پسند کرو گے۔؟

امر سوم کی تائید

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا شام کو منتقل ہونا ان کے اپنے درویشانہ مسلک کی وجہ سے تھا۔ جس پر وہ سختی سے قائم تھے حضرت علی المرتضیٰ کے حقِ امامت کی تبلیغ اس کا سبب نہ تھی

بحار الانوار:۔

جَعَلَ اَبُوْ ذَرٍّ یَقُوْلُ بَیْنَ النَّاسِ وَ فِی الطُّرُقَاتِ وَ الشَّوَارِعِ بَشِّرِ الْکَافِرِیْنَ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ وَیَرْفَعُ بِذٰلِکَ صَوْتَہٗ وَیَتْلُوْا قَوْلَہٗ تَعَالٰی وَ الَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَ الْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ فَرُفِعَ اِلٰی عُثْمَانَ ذٰلِکَ مِرَارًا وَھُوَسَاکِتٌ

ثُمَّ اِنَّہٗ اَرْسَلَ اِلَیْہِ مَوْلًی مِنْ مَوَالِیْہِ اَنِ انْتَہِ عَمَّا بَلَغَنِیْ عَنْکَ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ اَیَنْھَانِیْ عُثْمَانُ عَنْ قِرَاءَۃِ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ عَیَّبَ مَنْ تَرَکَ اَمْرَ اللّٰہِ فَوَ اللّٰہِ لَاَنْ اُرْضِیَ اللّٰہَ بِسُخْطِ عُثْمَانَ اَحَبُّ اِلَیَّ وَخَیْرٌ لِّیْ مِنْ اَنْ اُسْخِطَ اللّٰہَ بِرِضٰی عُثْمَانَ فَاَغْضَبَ عُثْمَانَ ذٰلِکَ وَ اَحْفَظَہٗ فَتَصَابَرَ وَتَمَاسَکَ اِلٰی اَنْ قَالَ عُثْمَانُ یَوْمًا وَ النَّاسُ حَوْلَہٗ اَیَجُوْزُ لِلْاِمَامِ اَنْ یَّاْخُذَ مِنْ بَیْتِ الْمَالِ شَیْئًا قَرْضًا فَاِذَا اَیْسَرَ قَضٰی فَقَالَ کَعْبُ الْاَحْبَارِ لَا بَاْسَ بِذٰلِکَ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ یَا ابْنَ الْیَھُوْدِ یَّیْنِ اَتُعَلِّمُنَا دِیْنَنَا فَقَالَ عُثْمَانُ قَدْ کَثُرَ اَذَاکَ لِیْ وَتَوَلُّعَکَ بِاَصْحَابِیْ اَلْحِقْ بِالشَّامِ فَاَخْرَجَہٗ اِلَیْھَا۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۴۱۴ تا ۴۱۵
باب کیفیۃ اسلام ابی ذر مطبوعہ
تہران طبع جدید)

(۲۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۵۲
باب شصتم در حال ابوذر
غفاری۔ مطبوعہ نولکشور
طبع قدیم)

ترجمہ:-

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنے نظریات کی تبلیغ کرتے ہوئے سڑکوں گلی کوچوں میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ ”کفار کو دردناک عذاب کی خوشخبری دیجئے“ یہ کہتے وقت آواز بلند ہوتی۔ اور اس کے ساتھ قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کرتے۔ ”والذین یکنزون الذھب والفضۃ الخ اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں۔ اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دیجئے“ اس بات کو کئی مرتبہ حضرت عثمان تک پہنچایا گیا۔ وہ سن کر صبر و خاموشی اختیار فرماتے۔ بالآخر ایک مرتبہ ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا غلام بھیجا۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ ابوذر سے کہنا اس طریقۂ تبلیغ سے باز آ جائے۔ یہ سن کر حضرت ابوذر نے کہا۔ کیا عثمان مجھے قرآن کی تلاوت سے روکتا ہے؟ پھر اس پر شدید نکتہ چینی کی جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور کہا۔ خدا کی قسم! اللہ کی خوشنودی میرے لیے عثمان کی ناراضگی سے کہیں بہتر ہے۔ حضرت عثمان غنی نے یہ سن کر صبر و سکون اختیار فرمایا۔ پھر کچھ دن ٹھہر کر حضرت عثمان نے کہا۔ اس وقت بہت سے لوگ آپ کے اردگرد بیٹھے تھے۔ کیا کسی امام و خلیفہ کے لیے یہ جائز ہے۔ کہ بوقتِ مجبوری بیت المال سے کچھ روپیہ بطور قرض لے کر اپنی ضروریات پوری کرے اور جب کہیں سے روپیہ آ جائے۔ تو واپس بیت المال کو لوٹا دے حضرت کعب الاحبار نے کہا۔ اس میں کوئی گناہ نہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے یہودی والدین کے بیٹے! کیا تو ہمیں دین سکھائے گا۔؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا۔ ابوذر! تیرا مجھے ستانا بکثرت ہو گیا ہے۔ اور میرے ساتھیوں سے تیرا جھگڑنا شدت اختیار کر گیا ہے۔

لہٰذا تم شام چلے جاؤ۔ یہ کہہ کر حضرت عثمان نے انہیں شام بھیج دیا۔

مروج الذہب:۔

وَمِنْ ذٰلِكَ مَا فَعَلَ بِاَبِیْ ذَرٍّ وَهُوَ اَنَّهٗ حَضَرَ مَجْلِسَهٗ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ عُثْمَانُ اَرَاَيْتُمْ مَنْ زَكّٰى مَالَهٗ هَلْ فِيْهِ حَقٌّ لِغَيْرِهٖ فَقَالَ كَعْبٌ لَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَدَفَعَ اَبُوْ ذَرٍّ فِیْ صَدْرِ كَعْبٍ وَقَالَ لَهٗ كَذَبْتَ يَا ابْنَ الْيَهُوْدِيِّ ثُمَّ تَلَا (لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ الاٰية) فَقَالَ عُثْمَانُ اَتَرَوْنَ بَاْسًا اَنْ نَاْخُذَ مَالًا مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ فَنُنْفِقُهٗ فِيْمَا يَنُوْبُنَا مِنْ اُمُوْرِنَا وَنُعْطِيْكُمُوْهُ فَقَالَ كَعْبٌ لَا بَاْسَ بِذٰلِكَ فَرَفَعَ اَبُوْ ذَرٍّ الْعَصَا فَدَفَعَ بِهَا فِیْ صَدْرِ كَعْبٍ وَقَالَ يَا ابْنَ الْيَهُوْدِيِّ مَا اَجْرَاَكَ عَلَى الْقَوْلِ فِیْ دِيْنِنَا فَقَالَ لَهٗ عُثْمَانُ مَا اَكْثَرَ اَذَاكَ لِیْ غَيِّبْ وَجْهَكَ عَنِّیْ فَقَدْ اٰذَيْتَنَا فَخَرَجَ اَبُوْ ذَرٍّ اِلَى الشَّامِ۔

(مروج الذہب جلد دوم ص ۳۳۹۔۳۴۰
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

ان باتوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے۔ جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی شام کی طرف رحلت کا سبب بنی۔ ایک دن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر تھے۔ حضرت عثمان نے حاضرین سے پوچھا۔ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دیتا ہے۔ کیا اس پر کسی دوسرے کا حق رہتا ہے؟ حضرت کعب نے کہا۔ نہیں یا امیر المومنین۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جناب کعب کے سینہ میں زور سے مارا۔ اور کہا۔ اے یہودی کے بیٹے! تو نے جھوٹ کہا۔ پھر یہ آیت پڑھی "مشرق و مغرب کی طرف منہ کر لینا کوئی نیکی نہیں الخ" حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا حاضرین! تمہاری کیا رائے ہے کہ ہم مسلمانوں کے بیت المال سے کچھ لے لیں۔ اور اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر لیں۔ پھر ہم وہ واپس بھی کر دیں۔ حضرت کعب نے کہا۔ اس میں کیا حرج ہے؟ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے لاٹھی اٹھائی۔ اور کعب الاحبار کے سینہ میں دے ماری۔ اور کہا۔ کہ اے یہودی کے بیٹے! ہمارے دین کے متعلق ایسی بات کرنے کی تجھے کیسے جرأت ہوئی؟ حضرت عثمان نے سن کر فرمایا۔ ابوذر! تمہاری اذیت میرے حق میں کتنی بڑھ گئی ہے۔ جاؤ مجھ سے دور ہو جاؤ۔ ہمیں تم نے بہت ستایا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سرزمین شام کی طرف چلے گئے۔

قارئین کرام! ان حوالہ جات سے آپ کو بخوبی علم ہو گیا ہو گا۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی نے کسی ذاتی دشمنی کی بنا پر مدینہ منورہ سے نہیں نکالا تھا۔ اور نہ ہی ان کے سرزمین شام جانے کی یہ وجہ تھی۔ کہ آپ امامی مشن کی تبلیغ کرتے تھے

جس کی پاداش میں آپ کو شام بھیج دیا گیا۔ بلکہ وہاں جانے کا سبب یہ تھا۔ کہ آپ درویشانہ نظریہ پر اس طرح سختی سے کاربند تھے۔ کہ اس کے خلاف ہر ایک سے ٹکرا جاتے۔ اور مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے۔ حضرت کعب الاحبار ایسے بزرگ کی بات بھی برداشت نہ کر سکے۔ اور ان کے سینہ میں لاٹھی دے ماری۔ ملکِ شام آپ کا جانا خود آپ کی اپنی رائے سے ہوا۔ جس پر "مروج الذہب" کے یہ الفاظ شاہد ہیں۔ فخرج الی الشام" یعنی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ خود شام کی طرف نکل پڑے۔ لہٰذا شیعی پروپیگنڈا محض ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔ کتب اہل تشیع بھی اس کی تردید کرتی ہیں۔

ملک شام کی طرح "ربذہ" روانگی بھی اسی سبب سے تھی۔ (یعنی درویشانہ مسلک کی شدت

بحار الانوار:۔

فَقَالَ عُثْمَانُ لِكَعْبِ الْاَحْبَارِ مَا تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ اَدّٰى زَكٰوةَ مَالِهٖ هَلْ يَجِبُ بَعْدَ ذٰلِكَ شَيْءٌ قَالَ لَا لَوِ اتَّخَذَ لُبْنَةً مِّنْ ذَهَبٍ وَّ لُبْنَةً مِّنْ فِضَّةٍ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَا ابْنَ الْيَهُوْدِيَّةِ مَا اَنْتَ وَ النَّظْرُ فِيْ اَحْكَامِ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ عُثْمَانُ لَوْ لَا صُحْبَتُكَ لَقَتَلْتُكَ ثُمَّ سَيَّرَهٗ

إِلَى الرَّبَذَةِ

(۱۔ بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۴۲۲/ باب کیفیۃ اسلام ابی ذر مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

(۲۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۴۲ باب شصتم احوال ابی ذر مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب الاحبار سے کہا۔ ایسے شخص کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دیتا ہے۔ کیا اس پر اور بھی کوئی واجب ہے؟ حضرت کعب نے کہا۔ نہیں۔ اگرچہ وہ ایک اینٹ سونے کی اور دوسری چاندی کی بنا کر مکان تیار کرلے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے یہودن کے بیٹے! تو اور مسلمانوں کے احکام میں غور وخوض؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا۔ ابوذر! اگر تجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل نہ ہوتی۔ تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ پھر انہیں ربذہ بھیج دیا۔

مروج الذہب:۔

وَكَانَ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ قَدْ اُتِيَ عُثْمَانُ بِتَرِكَةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفِ الزُّهْرِيِّ مِنَ الْمَالِ فَنُثِرَتِ الْبِدَرُ حَتّٰى حَالَتْ بَيْنَ

عُثْمَانَ وَ بَيْنَ الرَّجُلِ الْقَائِمِ فَقَالَ عُثْمَانُ
إِنِّي لَا رْجُوا لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ خَيْرًا لِاَنَّهُ كَانَ
يَتَصَدَّقُ وَ يُقْرِئُ الضَّيْفَ وَتَرَكَ مَا تَرَوْنَ
فَقَالَ كَعْبُ الْاَحْبَارِ صَدَقْتَ يَا اَمِيْرَ
الْمُؤْمِنِيْنَ فَشَالَ اَبُوْ ذَرٍّ الْعَصَا فَضَرَبَ
بِهَا رَاسَ كَعْبٍ وَلَمْ يَشْغَلْهُ مَا كَانَ
فِيْهِ مِنَ الْاَلَمِ وَقَالَ يَا ابْنَ الْيَهُوْدِيِّ
تَقُوْلُ لِرَجُلٍ مَاتَ وَتَرَكَ هٰذَا الْمَالَ
إِنَّ اللّٰهَ اَعْطَاهُ خَيْرَ الدُّنْيَا وَ خَيْرَ
الْاٰخِرَةِ وَ تَقْطَعُ عَلَى اللّٰهِ بِذٰلِكَ وَ اَنَا
سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ
مَا يَسُرُّنِيْ اَنْ اَمُوْتَ وَ اَدَعَ مَا يَزِنُ
قِيْرَاطًا فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ وَارِ عَنِّيْ
وَجْهَكَ فَقَالَ اَسِيْرُ اِلٰى مَكَّةَ قَالَ لَا
وَاللّٰهِ قَالَ فَسَيِّرْنِيْ حَيْثُ شِئْتَ مِنَ الْبِلَادِ
قَالَ فَاِنِّيْ مُسَيِّرُكَ اِلَى الرَّبْذَةِ۔

(مروج الذہب جلد دوم ص ۳۴۰/
ذکر ذی النورین عثمان بن
عفان مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

اسی دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی

کے ترکہ کا مال لایا گیا۔ جب اُسے کھولا گیا۔ تو حضرت عثمان اور لانے والے آدمی کے درمیان کی جگہ اُس مال سے بھر گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں عبدالرحمٰن کے لیے بھلائی کی امید کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ صدقہ و خیرات بھی کیا کرتے تھے۔ اور مہمانوں کی خاطر مدارات بھی ان کا شیوہ تھا۔ اور اس کے باوجود تم دیکھ رہے ہو بہت سا ترکہ بھی چھوڑ گئے۔ حضرت کعب الاحبار کہنے لگے۔ اے امیر المؤمنین! آپ نے سچ کہا ہے۔ اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنا عصا لگا لیا اور حضرت کعب کے سر پر دے مارا۔ اس کے مارنے سے جو حضرت کعب کو درد ہوا۔ جناب ابوذر کو اس کا قطعاً احساس نہ ہوا۔ اور کہا۔ اے یہودی کے بیٹے! تو ایک آدمی کے لیے بھلائی کی بات کر رہا ہے۔ جس نے مرتے وقت اتنا کثیر مال چھوڑا۔ اور تو کہتا ہے۔ کہ اس نے دنیا اور آخرت کی بھلائی سمیٹ لی۔ تو نے یہ کہہ کر اللہ کے حکم کی عدولی کی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ فرمایا کہ میں اس طرح مرنے پر ہرگز خوش نہیں ہوں گا۔ کہ میرے پاس ایک قیراط وزن بھی باقی رہ جائے۔ یہ سن کر انہیں حضرت عثمان نے کہا مجھ سے دور ہٹ جاؤ۔ کہا تو پھر میں مکہ کی طرف چلا جاتا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ نہیں ادھر نہیں خدا کی قسم۔ کہا پھر جدھر تم چاہو بھیج دو۔ حضرت عثمان نے نہیں ربذہ کی طرف جانے کو کہا۔

لمحہ فکریہ

قارئین کرام! سرزمین شام کے بعد حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مقام ربذہ تشریف لانے کے اسباب مذکورہ حوالہ جات سے آپ نے ملاحظہ کر لیے۔ ان حوالہ جات میں کہیں اشارۃً بھی اس امر کا تذکرہ نہیں ملتا۔ کہ آپ کو حضرت عثمان غنی رضی

نے اپنی ذاتی مخالفت اور ولائت علی کے بارے میں فضاء کو ساز گار کرنے کی پاداش میں مدینہ منورہ سے پہلے شام اور پھر ربذہ بھیجا۔ بلکہ اس کا سبب ایک ہی تھا۔ وہ یہ کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنے مشرب و مسلک پر اس قدر پختہ تھے۔ کہ نہ تو اس سے دستبردار ہونے کے لیے تیار تھے۔ اور نہ ہی اس میں کسی رواداری کے حامی تھے۔ دیکھئے آخر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی جن اوصاف پر تعریف کی گئی۔ کیا یہ تعریف ناجائز تھی۔ ایسے آدمی کی تعریف قرآن و حدیث میں مذکور ہے۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی تعریف کر دی۔ اور حضرت کعب الاحبار نے اس کی تصدیق کر دی تو اس میں کس آیت یا حدیث کا انکار ثابت ہوتا تھا۔ کہ جس کی بنا پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جوش میں آئے۔ اور سر پر ڈنڈا دے مارا۔ پھر ڈنڈا مارنے کے بعد حضرت کعب کے درد والم کا خیال تک نہ آیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے اپنے نظریہ کی پختگی اور اس کا بے لچک ہونا ہی ان کے مہاجر ہونے کا سبب بنا۔ کوئی دوسری بات ان کی ہجرت کا سبب نہیں بنی۔ اس لیے معلوم ہوا۔ کہ یہ کہنا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ہجرت اس لیے وقوع پذیر ہوئی۔ کہ خلیفہ وقت اور ان کے ہمنوا غیر شرعی زندگی گزار رہے تھے۔ اور یہ حضرت ابوذر کو قطعی طور پر ناپسند تھی۔ بالکل غلط اور من گھڑت حیلہ ہے اور حضرات صحابہ کرام پر ایک عظیم بہتان ہے۔

خلیفۂ وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے تا دمِ آخر زندگی حسن سلوک

ہم نے جو گزشتہ اوراق میں حوالہ جات ذکر کیے۔ ان تمام کا تعلق اہل تشیع کی کتب سے ہے۔ جن سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا سرزمین شام اور مقام ربذہ کی طرف ہجرت کرنا محض ان کی درویشانہ اور متوکلانہ عادت کی وجہ سے ہوا۔ اس سبب کے علاوہ کتب شیعہ میں یہ بھی مذکور ہے .... کہ انہیں حضرت عثمان غنی نے صرف جلاوطن ہی نہیں کیا۔ بلکہ طرح طرح کی تکالیف اور مصائب بھی ان کے لیے روا رکھے۔ کتب اہل سنت میں اس الزام کی صاف صاف تردید موجود ہے۔ اور اسے غلط اور باطل قرار دیا گیا ہے۔ فریقین کی کتب سے یہ بات متفقہ طور پر ثابت ہے۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی سا اجازت طلب کی۔ اور حضرت عثمان نے اس کی اجازت دے دی۔ کتب اہل سنت میں اس اجازت کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے۔ کہ جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت کے لیے دو غلام اور کچھ اونٹ بھیجے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا روزینہ بھی مقرر فرمایا تھا۔ آپ کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کس قدر خیال تھا۔ کتنی محبت تھی۔ اس کا اندازہ آپ اس امر سے کر سکتے۔ کہ جناب ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان نے ان کے اہل و عیال کو اپنے ہاں بلا لیا تھا۔

کامل ابن اثیر:

فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ لِعُثْمَانَ تَاْذَنُ لِیْ فِی الْخُرُوْجِ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَنِیْ بِالْخُرُوْجِ مِنْھَا اِذَا بَلَغَ الْبِنَآءُ سَلْعًا فَاَذِنَ لَہٗ فَنَزَلَ الرَّبْذَۃَ وَبَنٰی بِھَا مَسْجِدًا وَ اَقْطَعَہٗ عُثْمَانُ صِرْمَۃً مِّنَ الْاِبِلِ وَاَعْطَاہُ مَمْلُوْکَیْنِ وَاَجْرٰی عَلَیْہِ کُلَّ یَوْمٍ عَطَاءًا۔

(الکامل فی التاریخ لابن الاثیر جلد سوم ص ۱۱۵ ذکر تسیر ابی ذر الی ... الربذۃ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان سے مدینہ منورہ سے چلے جانے کی اجازت طلب کی۔ کیونکہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ابوذر جب مدینہ کی آبادی سلعۃ نامی پہاڑی تک پہنچ جائے۔ تو یہاں سے ہجرت کر جانا۔ یہ سن کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مقام ربذہ میں تشریف لے آئے۔ یہاں ایک مسجد تعمیر کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اونٹوں کا ایک گلا اور دو عدد غلام ساتھ دیئے۔ اور ان کا روزینہ بھی مقرر فرمایا۔

طبقات ابن سعد:۔

فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ قَالَ لَهٗ عُثْمَانُ كُنْ عِنْدِيْ تَغْدُوْ عَلَيْكَ وَتَرُوْحُ اللِّقَاحُ قَالَ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْ دُنْيَاكُمْ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِيْ حَتّٰى اَخْرُجَ اِلَى الرَّبْذَةِ فَاَذِنَ لَهٗ فَخَرَجَ اِلَى الرَّبْذَةِ وَقَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَعَلَيْهَا عَبْدٌ لِعُثْمَانَ حَبْشِيٌّ فَتَاَخَّرَ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ تَقَدَّمْ فَصَلِّ فَقَدْ اُمِرْتُ اَنْ اَسْمَعَ وَ اُطِيْعَ وَلَوْ لِعَبْدٍ حَبْشِيٍّ فَاَنْتَ عَبْدٌ حَبْشِيٌّ۔

(طبقات ابن سعد جلد ۴ صفحہ نمبر ۲۲۷
تذکرہ ابوذر واسمہ جندب
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔ کہ آپ میرے پاس قیام رکھیں۔ صبح و شام دودھ دینے والی اونٹنیاں آپ کو پیش کی جائیں گی۔ فرمانے لگے مجھے تمہاری دنیا کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ پھر فرمایا۔ مجھے اجازت مرحمت فرمائیے۔ تاکہ میں ربذہ چلا جاؤں۔ حضرت عثمان نے اجازت عطا فرما دی۔ در بذہ تشریف لانے کے بعد نماز کا وقت آیا) تو نماز کی اقامت کہی گئی۔

وہاں نماز پڑھانے کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک حبشی غلام امام مقرر کیا گیا تھا۔ وہ پیچھے ہٹنے لگا۔ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اُسے فرمایا چلو جماعت کراؤ۔ مجھے تو حکم یہ دیا گیا ہے۔ کہ اگر حبشی غلام بھی کوئی حکم دے۔ تو اس کو سنوں اور اُس کی اطاعت کروں۔ تو بھی حبشی غلام ہے۔ (لہٰذا تیری اقتدار میں میں ضرور نماز پڑھوں گا پیچھے ہٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔)

کامل ابن اثیر اور طبقات ابن سعد کی عبارت سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے حضرت عثمان نے زبردستی نہیں نکالا تھا۔ بلکہ ہوا یوں۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جب یہ محسوس کیا۔ کہ میرے درویشانہ مسلک پر چلنے کے لیے لوگ تیار نہیں۔ اور آپ نے یہ بھی عہد کیا ہوا تھا۔ کہ میں خود اس نظریہ کو نہیں چھوڑوں گا تو اس کیفیت میں روزانہ کے جھگڑوں سے بہتر ہے۔ کہ میں کنارہ کش ہو جاؤں۔ لہٰذا انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ربذہ جانے کی اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر وہاں تشریف لے گئے۔ ساتھ ہی حضرت عثمان نے بہت سے اونٹ اور دو عدد غلام بھی بھیجے۔ اور روزینہ بھی مقرر فرما دیا۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان کی خلافت کو برحق مانتے تھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مدینہ منورہ سے چلے جانے کی اجازت طلب فرما رہے ہیں کیونکہ خلیفہ کی اطاعت لازم ہوتی ہے۔

حضرت عثمان غنی سے اسلامی محبت کا ہی یہ نتیجہ تھا۔ کہ ان کے غلام کے پیچھے نماز پڑھنے کو ترجیح دی۔ حالانکہ وہ غلام انہیں دیکھ کر مصلائے امامت ان کے سپرد کر رہا تھا۔ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ناجائز سمجھتے جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے۔ تو ان کے غلام کو زبردستی مصلائے امامت سے ہٹا دیتے۔ جو شخص اپنے نظریہ کی مخالفت کی وجہ سے کعب الاحبار جیسے عظیم صحابی کے سر پر لاٹھی مار

سکتا ہے۔ وہ ایک معمولی سے غلام کی اتباع کیونکر کرتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کا اس، اختلاف کو اور رنگ دینا بالکل بے اصل اور باطل محض ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کو لازم سمجھنے کی کتب شیعہ بھی تائید کرتی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت ابوذر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مابین حسن سلوک از کتب اہل تشیع

رجال کشی:۔

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ (ع) یَقُوْلُ اَرْسَلَ عُثْمَانُ اِلٰی اَبِیْ ذَرٍّ مَوْلَیَیْنِ لَهٗ وَمَعَهُمَا مِائَتَا دِیْنَارٍ فَقَالَ لَهُمَا اِنْطَلِقَا بِهِمَا اِلٰی اَبِیْ ذَرٍّ فَقُوْلَا لَهٗ اِنَّ عُثْمَانَ یَقْرَئُكَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ لَكَ هٰذِهٖ مِائَتَا دِیْنَارٍ فَاسْتَعِنْ بِهَا عَلٰی مَا نَابَكَ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ هَلْ اَعْطٰی اَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ مِثْلَ مَا اَعْطَانِیْ قَالَا لَا قَالَ فَاِنَّمَا اَنَا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَسَعُنِیْ مَا یَسَعُ الْمُسْلِمِیْنَ قَالَا لَهٗ اِنَّهٗ یَقُوْلُ هٰذَا مِنْ صُلْبِ مَالِیْ وَبِاللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ مَا خَالَطَهَا

حَرَامٌ وَلَا بَعَثَ بِهَا اِلَيْكَ اِلَّا مِنْ حَلَالٍ فَقَالَ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهَا وَقَدْ اَصْبَحْتُ يَوْمِيْ هٰذَا وَاَنَا مِنْ اَغْنَى النَّاسِ فَقَالَ لَهٗ عَافَاكَ اللّٰهُ وَاَصْلَحَكَ مَا نَرٰى فِيْ بَيْتِكَ قَلِيْلًا وَّلَا كَثِيْرًا مِمَّا تَسْتَمِعُ بِهٖ فَقَالَ بَلٰى تَحْتَ هٰذَا الْاِكَافِ الَّذِيْ تَرَوْنَ رَغِيْفَا شَعِيْرٍ قَدْ اَتٰى عَلَيْهِمَا اَيَّامٌ فَمَا اَصْنَعُ بِهٰذِهِ الدَّنَانِيْرِ لَا وَاللّٰهِ حَتّٰى يَعْلَمَ اللّٰهُ اَنِّيْ لَا اَقْدِرُ عَلٰى قَلِيْلٍ وَلَا كَثِيْرٍ۔

(۱۔ رجال کشی ص ۳۰/ تذکرہ ابوذرغفاری مطبوعہ کربلا طبع جدید)

(۲۔ تنقیح المقال جلد اول صفحہ نمبر ۲۳۵ ابواب الجیم۔ مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)

(۳۔ بحار الانوار جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۳۹۸ باب کیفیۃ اسلام ابوذر مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۴۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۴۹ باب ششم در حال ابو ذرغفاری۔ مطبوعہ نولکشور۔ قدیم)

ترجمہ:-

ابوبصیر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سُنا۔ فرماتے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی طرف اپنے دو غلاموں کو بھیجا۔ اور انہیں ۲۰۰ دوسو دینار بھی ساتھ دیئے۔ اور فرمایا۔ ابوذر کے پاس جاؤ۔ میرا اسلام کہنا۔ اور کہنا کہ یہ ۲۰۰ دوسو دینار قبول کریں۔ اپنی ضروریات میں انہیں کام میں لائیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ان دو غلاموں سے پوچھا۔ کیا اتنا مال دوسرے مسلمانوں کو بھی دیا گیا ہے۔ غلاموں نے کہا۔ نہیں۔ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آخر میں بھی انہی کی طرح ایک عام مسلمان ہوں۔ (پھر یہ امتیاز کیسا؟) جو ان کے لیے وہی میرے لیے ہونا چاہیئے۔ غلام کہنے لگے۔ نہیں جناب! حضرت عثمان کا فرمان تھا۔ کہ یہ رقم میرے ذاتی مال میں سے ہے۔ (مال غنیمت یا بیت المال سے نہیں) اور انہوں نے خدا وحدہ لاشریک کی قسم اٹھا کر کہا۔ کہ اس میں ایک پیسہ بھی حرام ذریعہ کا نہیں۔ جو کچھ آپ کی طرف بھیجا ہے۔ پائی پائی حلال مال ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں آج صبح کے وقت سے تمام لوگوں سے بڑھ کر غنی ہوں۔ غلام عرض کرنے لگے۔ یا حضرت! اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔ اور آپ کی اصلاح بھی فرمائے ہمیں تو آپ کے گھر میں قلیل وکثیر کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ جس سے آپ کچھ وقت گزار سکیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ اس کجاوے کے نیچے جسے تم دیکھ رہے ہو۔ جو کی ۲ دو روٹیاں ہیں۔ کئی دن گزر گئے۔ یہی ختم نہ ہو سکیں۔ میں ان دیناروں کو لے کر کیا کروں گا۔ خدا کی قسم! یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ کہ میں قلیل وکثیر کی قدرت نہیں رکھتا۔

ٹ

بحار الانوار:۔

فَاَمَرَهٗ بِالْمَسِيْرِ اِلَى الرَّبْذَةِ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ اَسْمَعْ وَاَطِعْ وَاَنْفِذْ حَيْثُ قَادُوْكَ وَلَوْ لِعَبْدٍ حَبْشِيٍّ مُجْدَعٍ فَخَرَجَ اِلَى الرَّبْذَةِ۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۴۰۴
باب كيفية اسلام ابي ذر۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۵۰
باب شصتم درحال ابوذر غفاری
مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ربذۃ کی طرف چلے جانے کو کہا تو انہوں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ بات اچھی طرح سننا اور اطاعت کرنا اگرچہ حکم دینے والا کوئی حبشی ناک اور کان کٹا غلام ہی کیوں نہ ہو۔ یہ کہہ کر ربذہ کی طرف چل پڑے

لمحہ فکریہ:۔

اہل تشیع کی معتبر کتابوں کے حوالہ جات آپ نے ملاحظہ کئے۔ ان سے یہی نتیجہ

اخذ ہوتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مابین کوئی مخاصمت اور عناد نہ تھا۔ بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کے بہی خواہ اور سچے ہمدرد تھے۔ تبھی تو آپ نے اپنے ذاتی مال سے کثیر رقم (جو آج کل کے دور میں لاکھوں کے برابر بنتی ہے۔) اور دو غلام وغیرہ ان کی خدمت میں بھیجے۔ یہ بیت المال سے نہ تھا۔ پیش کرنے والوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ذاتی اور حلال وطیب مال بتلایا لیکن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی درویشانہ صفت اور استغناء نے اس کی پرواہ تک نہ کی۔

ان حسن سلوک اور ہمدردی کے واقعات کو پڑھ کر پھر بھی اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے۔ کہ ان دونوں حضرات کے درمیان دشمنی تھی۔ تو اُسے ہٹ دھرم کے سوا کیا کہا جائے کتب اہل سنت اور اہل تشیع دونوں سے ہم نے بذریعہ حوالہ جات اس بات کو ثابت کیا ہے۔ کہ معاملہ ذاتی نہ تھا۔

ان عبارتوں سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو "خلیفۃ المسلمین" سمجھتے اور مانتے تھے۔ ان کی اطاعت کو لازم جانتے تھے۔ شام گئے تو ان کی اجازت سے اور ربذہ تشریف لے گئے تب بھی ان سے اجازت طلب کی۔ اس لیے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ آپ حضرت عثمان غنی کی خلافت وامامت کو برحق تسلیم نہ کرتے تھے۔ محض افتراء اور شرارت ہے۔ اگر ہماری اس بات پر اعتبار نہ آئے۔ تو آئیے تاریخ کے آئینہ میں اس الزام کی تائید و تصدیق دیکھیں۔ لیکن تائید و تصدیق کی بجائے ہمیں یہ نظر آئے گا۔ کہ جب بعض شیعوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی۔ تو انہوں نے اس کو شرارت قرار دیا۔ اور خود کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرنے والا ثابت کیا۔ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مخالف مردود بارگاہِ الٰہی ہیں۔ (ابوذر غفاری)

طبقات ابن سعد:-

عَنْ شَيْخَيْنِ مِنْ بَنِيْ تَغْلَبَةَ رَجُلٍ وَّامْرَأَتِهِ قَالَا نَزَلْنَا الرَّبْذَةَ فَمَرَّ بِنَا شَيْخٌ اَشْعَثُ اَبْيَضُ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ فَقَالُوْا هٰذَا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَّاهُ اَنْ نَّغْسِلَ رَأْسَهٗ فَاَذِنَ لَنَا فَاسْتَأْنَسَ بِنَا فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ اِذْ اَتَاهُ نَفَرٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ حَسِبْتُهٗ قَالَ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ فَقَالُوْا يَا اَبَا ذَرٍّ فَعَلَ بِكَ هٰذَا الرَّجُلُ مَا فَعَلَ هَلْ اَنْتَ نَاصِبٌ لَنَا رَايَةً فَلْيَكْمُلْ بِرِجَالٍ مَا شِئْتَ فَقَالَ يَا اَهْلَ الْاِسْلَامِ لَا تَعْرِضُوْا عَلَىَّ ذَاكُمْ وَلَا تُذِلُّوا السُّلْطَانَ فَاِنَّهٗ مَنْ اَذَلَّ السُّلْطَانَ فَلَا تَوْبَةَ لَهٗ وَاللّٰهِ لَوْ اَنَّ عُثْمَانَ صَلَبَنِيْ عَلٰى اَطْوَلِ خَشْبَةٍ اَوْ اَطْوَلِ جَبَلٍ لَسَمِعْتُ وَاَطَعْتُ وَصَبَرْتُ وَ

احْتَسَبْتُ وَرَأَيْتُ أَنَّ ذَالِكَ خَيْرٌ لِّيْ وَلَوْ سَيَّرَنِيْ مَا بَيْنَ الْأُفُقِ إِلَى الْأُفُقِ أَوْ قَالَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ وَصَبَرْتُ وَاحْتَسَبْتُ وَرَأَيْتُ أَنَّ ذَالِكَ خَيْرٌ لِّيْ وَلَوْ رَدَّنِيْ إِلَى مَنْزِلِيْ لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ وَصَبَرْتُ وَاحْتَسَبْتُ وَرَأَيْتُ أَنَّ ذَالِكَ خَيْرٌ لِّيْ۔

(طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۲۲۷
تذکرہ ابوذر واسمہ جندب
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:-

بنی ثعلبہ کے دو بوڑھے مردوں سے روایت ہے۔ کہ ہم مقام ربذہ گئے ہمارے پاس سے سفید سر اور سفید داڑھی والا ایک بزرگ گزرا۔ لوگوں نے اس کے متعلق کہا۔ کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے۔ ہم نے اس سے اس کا سر دھونے کی اجازت طلب کی۔ ہمیں اجازت مل گئی۔ وہ بزرگ ہم سے مانوس ہو گیا۔ ہم اسی طرح تھے۔ کہ ایک دفعہ عراقیوں کا ایک وفد آیا۔ میرا خیال تھا کہ یہ کوئی لوگ ہیں۔ ان عراقیوں نے حضرت ابوذر سے کہا۔ اس شخص (یعنی عثمان غنی) نے تمہارے ساتھ یوں یوں (برا سلوک) کیا۔ کیا آپ ہمیں کوئی جھنڈا دیں گے۔ تاکہ آپ کی خواہش کے مطابق (عثمان غنی کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے) بہت سے آدمی جمع کر سکیں۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے اہل اسلام! میرے سامنے اس قسم کی بات مت کرو۔ اور نہ ہی مسلمانوں کے خلیفہ کو ذلیل کرنے کی سوچو۔

کیونکہ جس نے خلیفہ کو ذلیل کیا۔ اس کی توبہ قطعاً قبول نہیں۔ خدا کی قسم! اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مجھے ایک لمبی لکڑی پر لٹکا دیں۔ یا اونچے پہاڑ سے لڑھکا دیں تو بھی میں ان کی بات سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔ اور صبر کروں گا۔ اور اپنے آپ کو قابو رکھوں گا۔ اور میں سمجھوں گا۔ کہ یہ میرے لیے بہتر ہی ہوا ہے۔ اور اگر وہ (عثمان غنی) مجھے دنیا کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ کی طرف نکال دیں۔ یا مشرق سے مغرب بھیج دیں۔ تو بھی میں ان کے سامنے اُف نہ کروں گا۔ بلکہ برضا و رغبت ان کے فیصلہ کو تسلیم کروں گا۔ اور سمجھوں گا۔ کہ یہی میرے لیے بہتر تھا۔ اور اگر وہ مجھے میرے گھر پر بھیج دیں۔ پھر بھی مجھ سے کسی قسم کا احتجاج نہ ہوگا۔ اور میں یہی سمجھوں گا۔ کہ میرے حق میں یہی بہتر تھا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ان کی اولاد سے حسن سلوک

البداية والنهاية:۔

ثُمَّ نَزَلَ الرَّبَذَةَ فَاَقَامَ بِهَا حَتّٰى مَاتَ فِيْ ذِي الْحِجَّةِ مِنْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَلَيْسَ عِنْدَهٗ سِوَى امْرَاَتِهٖ وَاَوْلَادِهٖ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى دَفْنِهٖ اِذْ قَدِمَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ مِنَ الْعِرَاقِ فِيْ جَمَاعَةٍ مِّنْ

اَصْحَابِهٖ فَحَضَرُوْا مَوْتَهٗ وَ اَوْصَاهُمْ كَيْفَ يَفْعَلُوْنَ بِهٖ وَ قِيْلَ قَدِمُوْا بَعْدَ وَفَاتِهٖ فَتَوَلَّوْا غُسْلَهٗ وَ دَفْنَهٗ وَكَانَ قَدْ اَمَرَ اَهْلَهٗ اَنْ يَطْبَخُوْا لَهُمْ شَاةً مِنْ غَنَمِهٖ لِيَاْكُلُوْهُ بَعْدَ الْمَوْتِ وَ قَدْ اَرْسَلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ اِلٰى اَهْلِهٖ فَضَمَّهُمْ مَعَ اَهْلِهٖ ۔

(البدایہ والنہایہ۔ جلد ۷ صفحہ نمبر ۱۶۵
ثم دخلت سنۃ ثنتین وثلاثین
تذکرہ ابوذر غفاری۔ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ربذہ پہنچے۔ وہیں قیام فرمایا۔ اور اسی سال ذوالحجہ کے مہینہ میں انتقال فرما گئے۔ ان کے گھر صرف ان کی بیوی اور بچے تھے۔ یہ حضرات ان کے دفن وکفن کے اخراجات پر بھی قادر نہ تھے۔ اسی دوران عراق سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت حضرت ابوذر غفاری موت کی تیاری میں تھے۔ جناب ابوذر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے مرنے کے بعد جو کچھ کرنا تھا اس کی وصیت فرمائی۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے انتقال کر چکنے کے بعد وہاں پہنچے تھے۔

بہر حال انہوں نے اِن کے کفن و دفن کا انتظام سنبھالا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کو مرنے سے قبل یہ وصیت کر گئے تھے۔ کہ ان مہمانوں کے لیے بکریوں میں سے ایک بکری ذبح کر لینا۔ تاکہ میرے انتقال کے بعد وہ کھانے سے محروم نہ رہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک کارندہ بھیجا۔ تاکہ وہ مقام ربذہ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال کو ان کے پاس لے آئے۔ جب وہ لے آیا۔ تو آپ نے اُن کو بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ ملا لیا۔

حاصل کلام :-

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مابین مخالفین نے جو فرضی دشمنی بنا رکھی ہے۔ یعنی یہ کہ وہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ چونکہ مسلک امامیہ کے بہت بڑے مبلغ تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بڑے سے بڑے لوگ ان کی گرفت سے نہ بچ سکتے تھے۔ اسی بنا پر انہوں نے خلفائے ثلاثہ اور امیر معاویہ کی خوب خبر لی۔ حتیٰ کہ ان پر لعن طعن تک کرتے!! بالآخر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان سے تنگ آ کر زبردستی انہیں پہلے سرزمین شام کی طرف علاقہ بدر کر دیا۔ لیکن ان کی حق گوئی اور مسلک امامیہ کی تبلیغ نے امیر معاویہ کو یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ کہ انہیں واپس مدینہ بھیج دیا جائے چنانچہ مدینہ منورہ لائے گئے۔ لیکن حضرت عثمان کو پھر ان کی تبلیغ سے خطرہ لاحق ہوا۔ تو انہیں مکہ کے نزدیک "ربذہ" نامی جگہ جلاوطن کر دیا۔ یہاں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے نہایت کسمپرسی کی زندگی بسر کی۔ اور پھر اسی کیفیت میں اللہ کو پیارے ہو گئے"

یہ ہے وہ اعتراض اور الزام جو اہل تشیع حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر لگاتے ہیں اور پھر اسے خوب مرچ مصالحہ لگا کر اپنی کتابوں میں تحریر کرتے ہیں۔ ہم نے نہایت

دیانت داری سے اپنی اور ان کی کتب سے اس کی حقیقت کو بیان کیا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی کسی خلیفہ کے ساتھ کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی۔ اور نہ ہی مسلکِ امامیہ وجہ نزاع تھا۔ بلکہ اختلاف یہ تھا۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ درویشانہ زندگی سب کے لیے چاہتے تھے۔ اور دنیوی مال و دولت سے بہت دور رہنے کی ہر ایک کو تبلیغ کرتے۔ حتیٰ کہ ایک وقت کے کھانے کے علاوہ زیادہ مقدار میں موجود غذا کو باعثِ عذاب سمجھتے۔ لیکن ان کے اِس نظریہ کی چونکہ قرآن و حدیث سے تائید نہ ہوتی تھی اس لیے صحابہ کرام نے اسے پسند نہ کیا۔ یہی درویشانہ مسلک اِن کے شام جانے اور پھر مدینہ واپس آکر مقام ربذہ جانے کا سبب بنا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں بیش قیمت تحفہ جات دیئے۔ غلام عطا کیے۔ لیکن انہیں اِن چیزوں کی پرواہ تک نہ تھی ان کے انتقال کے بعد حضرت عثمان نے ان کے اہل و عیال کو اپنے ہاں بلوا لیا۔ اور انہیں اپنے گھر والوں کے ساتھ ملا لیا۔ یہ سب باتیں کسی دشمن سے متوقع ہو سکتی ہیں۔؟ پھر سب سے بڑی یہ بات کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جناب عثمان غنی کو "خلیفۃ المسلمین" برحق مانتے تھے۔ اور ان کی اس حد تک اطاعت کرنے کے پابند تھے۔ کہ اگر حضرت عثمان ان کی سولی کا حکم دے دیں۔ تب بھی وہ اسے اپنے حق میں بہتر سمجھتے تھے۔ کیا ایسے جذبات ان دو افراد کے درمیان ہو سکتے ہیں۔ جو بقول معترض ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ فرضی دشمنی ان کی اپنی اختراع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد برحق ہے۔ کہ تمام صحابۂ رسول باہم مہربان تھے۔ (رحماء بینھم)

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

طعن پنجم

عثمان غنی نے عبداللہ بن مسعود کا وہ وظیفہ بند کر دیا۔ جو انہیں فاروق اعظم کے دور سے مل رہا تھا۔

نیز ان کا قرآن جلا دیا

اور زدوکوب بھی کیا

اہل سنت کی قابل قدر کتاب اسد الغابہ میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا وظیفہ دو سال تک بند رکھا۔ جب ان کا وقت وصال نزدیک آیا۔ تو عثمان غنی نے محض ریا اور دکھلاوے کی غرض سے ان کو سابقہ وظیفہ دینے کی پیش کش کی۔ لیکن ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول نہ کیا۔ اصل حوالہ یہ ہے۔

اسد الغابۃ:

قَالَ اَلَا اٰمُرُ لَكَ بِعَطَاءٍ قَالَ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ قَالَ يَكُوْنُ لِبَنَاتِكَ قَالَ اَتَخْشٰى

عَلٰی بَنَاتِی الْفَقْرَ اِنِّیْ اَمَرْتُ بَنَاتِیْ اَنْ یَّقْرَاْنَ کُلَّ لَیْلَۃٍ سُوْرَۃَ الْوَاقِعَۃِ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قَرَاَ الْوَاقِعَۃَ کُلَّ لَیْلَۃٍ لَمْ تُصِبْہُ فَاقَۃٌ اَبَدًا وَ اِنَّمَا قَالَ لَہٗ عُثْمَانُ اَلَا اٰمُرُ لَکَ بِعَطَائِکَ لِاَنَّہٗ کَانَ قَدْ حَبَسَہٗ عَنْہُ سَنَتَیْنِ۔

(اسد الغابۃ جلد ۲ ص ۲۵۹، ۲۶۰ ذکر عبد اللہ بن مسعود مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ کیا میں تیرا وظیفہ تجھے نہ دے دوں؟ ابن مسعود نے کہا۔ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں فرمایا۔ تیری بیٹیوں کے کام آئے گا۔ کہا، کیا تم میری بچیوں کے بارے میں یہ خوف رکھتے ہو۔ کہ وہ غربت میں زندگی بسر کریں گی۔ (سنو) میں نے انہیں حکم دے رکھا ہے۔ کہ روزانہ رات کو سورۃ الواقعہ پڑھ کر سویا کریں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص روزانہ رات کو سورۃ الواقعہ پڑھے گا۔ اسے عمر بھر فاقہ نہ چھوئے گا۔ حضرت عثمان نے جو یہ کہا۔ کہ میں تیرا وظیفہ تجھے نہ دے دوں؟ یہ اس لیے کہا۔ کہ انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا وظیفہ دو سال تک بند کئے رکھا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عثمان نے اپنے دور خلافت میں صحابہ کرام کو بہت تنگ کیا۔ ان پر مظالم ڈھائے۔ ان کی وجہ سے ہی انہیں بغاوت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور بالآخر قتل کر دیئے گئے۔

اس واقعہ کا اصل پس منظر

جواب

طعن مذکور کو پیش کرنے میں بڑی مہارت سے کام لیا گیا۔ اور قارئین و سامعین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر صحابہ کرام کے وظائف روک دیئے تھے۔ کاش معترضین یہ بھی دیکھ لیتے۔ کہ یہ نوبت کیوں آئی۔ اور اس کے اسباب کیا تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے وظیفہ کی بندش کا جو پس منظر ہے جب تک وہ معلوم نہ ہو۔ اس وقت تک حقیقتِ حال سے بے خبری رہے گی اس لیے ہم اس واقعہ کا پس منظر بیان کرتے ہیں۔ اور پھر اس کے تاریخی شواہد پیش کریں گے۔

واقعہ یہ تھا۔ کہ مدینہ منورہ سے باہر مختلف شہروں میں ایک اختلاف نے جنم لیا۔ اختلاف یہ تھا۔ کہ کچھ مسلمان حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت کتاب اللہ کو ترجیح دیتے تھے۔ اور قرآن پاک کو اسی کے مطابق پڑھنے پڑھانے پر زور دیتے تھے۔ کچھ دوسرے مسلمان دوسری قرأت کو زیادہ اہمیت دیتے اور اس کی مخالفت کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس کش مکش میں دو فریق بن گئے۔ اور آپس میں ان کے جھگڑے شروع ہو گئے۔ حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ اور درخواست کی۔ کہ اس اختلاف کو ابھی سے ختم کرنے کی کوشش کریں۔ ایسا نہ ہو کہ امت مسلمہ بھی اسی طرح تفرقہ بازی کا شکار ہو جائے۔ جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی آسمانی کتابوں میں کیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی درخواست کے جواب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اختلاف کو ختم کرنے کے لیے

قدم اٹھایا۔

اس اختلاف کے پیشِ نظر آپ نے سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا جمع کردہ وہ نسخہ منگوایا۔ کہ جس میں آیات منسوخہ اور تفسیری جملہ جات نکال دیئے گئے تھے۔ اور اصل قرآن کی عبارت موجود تھی۔ یہ نسخہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد فاروقِ اعظم اور ان کے وصال کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ نسخہ منگوا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی کئی اور جلدیں اور نقول تیار کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس عظیم کام کی ذمہ داری سپرد کر دی گئی۔ اور ہدایت دی گئی۔ کہ جہاں کہیں لغت قریش کے خلاف کوئی بات نظر آئے۔ اس کی اصلاح ہونی چاہیئے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بموجبِ امر چند ایک نسخہ جات تیار کیے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ نسخہ جات مختلف شہروں میں بھیج دیئے۔ اور ہدایت کی۔ کہ ان کی مزید نقول تیار کر کے ہر علاقہ میں تقسیم کر دی جائیں۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کافی عرصہ سے کوفہ میں سکونت پذیر تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کوفہ پر عبداللہ بن عامر گورنر مقرر تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہر شہر اور علاقہ کے عامل اور ذمہ دار شخص کو حکم دیا۔ کہ مذکورہ نسخہ کے خلاف جہاں کہیں بھی کوئی نسخہ ملے۔ اُسے بحکم سرکار ضبط کر لیا جائے اور پھر ان کو گرم پانی اور سرکہ سے دھو کر حروف اڑا دیئے جائیں۔ اور باقی ماندہ اوراق وغیرہ کو جلا دیا جائے۔ یہ ہدایات اس لیے دی گئیں۔ تاکہ اس فتنہ کا مکمل انسداد ہو جائے

گورنر کوفہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے درخواست کی۔ کہ آپ اپنا لکھا ہوا قرآنی نسخہ جمع کرا دیں۔ لیکن انہوں نے دینے سے انکار کر دیا۔ کوفہ کے گورنر نے اس انکار پر ان کے ساتھ تادیبی کاروائی کی۔ اس تادیبی کاروائی کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو علم نہ تھا۔ جب حضرت عبداللہ بن مسعود کے انکار کا حضرت عثمان غنی رضی

کو علم ہوا۔ تو انہوں نے بطور تنبیہ ان کا وظیفہ بند کر دیا۔ لیکن یہ بندش کسی ذاتی انتقام یا دشمنی کی بنا پر نہ تھی۔ بلکہ محض امت مسلمہ کے اتحاد اور اتفاق کی خاطر تھی۔ یہ بات قرین قیاس ہے۔ کہ جب تمام صحابہ کرام نے اس رائے کو درست تسلیم کیا۔ اور امت کے اتفاق کی خاطر ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا۔ تو ان تمام حضرات کی رائے کا حضرت عبداللہ بن مسعود کو بھی احترام کرتے ہوئے اپنا نسخہ جمع کرا دینا چاہیئے تھا۔ لیکن پھر بھی جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار پڑے۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پیدل چل کر ان کی عیادت کے لیے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اور وظیفہ کے اجراء کی پیش کش کی۔ اور معذرت تک پیش کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایسے وقت میں انکار کر دینا ایک بہت بڑے خطرہ کا باعث ہو سکتا تھا۔ اس کے باوجود حضرت عثمان وقت کے خلیفہ ہیں۔ انہوں نے کمال ہمدردی اور اخوت کا مظاہرہ فرمایا۔ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اور انہیں سابقہ وظیفہ قبول کرنے کو کہا۔ لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے قبول نہ کیا۔

اصل واقعہ کو مدنظر رکھ کر ہر قاری اس بات کو سمجھ جاتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا وظیفہ بند کر کے کوئی ظلم نہیں کیا۔ بلکہ ایک تنبیہ کے طور پر ایسا کیا گیا۔ اور ایسا کرنا وقت کا تقاضا بھی تھا۔ اسی لیے اس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ظالمانہ کاروائی کہنا از خود ایک ظلم ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کی ایک بھونڈی کوشش ہے۔ اصل واقعہ کا ثبوت کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:

وہم دریں سال آنگاہ کہ حذیفۃ الیمان از آذربائیجان مراجعت میکرد۔

نخست سعید بن العاص را دیدار نمود و گفت مرا امسال کارے صعب افتادہ است اگر از آں دست بدارم مردم در قرآن در دروغہا پویند چہ شنیدم کہ اہل حمص ہمی گفتند کہ قرأت ما از دیگر کسان نیکوتر است و ایشاں سند بمقداد می برند۔ و مردم دمشق و کوفہ ہمی گفتند ما ایں قرأت از عبد اللہ مسعود یاد آریم لاجرم بر دیگر کسان فضیلت داریم۔ و مرا واجب می آید کہ ایں سخن بعثمان برم چوں بنزدیک عثمان شد۔

وقال یا امیر المؤمنین ادرك هٰذه الامة قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیهود و النصاری۔

گفت امت پیغمبر را دریاب از آں پیش کہ در قرآن ہر کس دیگر گونہ سخن کند۔ چنانکہ یہود و نصاری در توریت و انجیل کردند۔ عثمان چوں ایں بشنید عمال خویش را در بلاد و امصار منشور کرد کہ بدست ہر کس مصحفی ہست ماخوذ داشتہ بنزدیک ما فرستید و بجمع مصاحف پرداخت و قرآنی را کہ ابوبکر از بہر خویش نگاشتہ بود و از پس او عمر بن الخطاب داشت ایں وقت در نزد حفصہ بود عثمان بفرستاد و آں مصحف از حفصہ بگرفت بشرط کہ استنساخ کند و باز بدو فرستد۔

(ناسخ التواریخ جلد ۳ ص ۵۰۷ جمع آوری مصاحف در نسخہ واحد مطبوعہ تہران)

ترجمہ

اسی سال جبکہ حضرت حذیفہ الیمان رضی اللہ عنہ آذربائیجان سے واپس تشریف لائے۔ سب سے پہلے ان کی ملاقات حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ اور کہنے لگے۔ کہ مجھے اس سال ایک

بہت مشکل کام کا سامنا ہے۔ کاش کہ میں اس میں کامیاب ہو جاؤں۔ لوگوں نے قرآن کریم کے متن میں ان باتوں کو درج کر لیا ہے۔ جو قرآن نہیں میں نے سنا۔ کہ حمص کے باشندے یہ کہتے ہیں۔ کہ ہماری قرأت دوسروں کی قرأت سے بہتر ہے۔ وہ اپنی قرأت کو حضرت مقداد تک پہنچاتے ہیں۔ اور دمشق و کوفہ کے لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ ہماری قرأت چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت ہے۔ اس لیے دوسری قرأت پر اس کی فضیلت ہے اب میں اس بات کو لازمی طور پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گوش گزار کروں گا۔ جب یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ تو کہا۔ اے امیر المومنین! اس امت کو قرآن پاک میں اختلاف رونما ہونے سے پہلے بچا لیں۔ ان کا اختلاف کچھ یہود و نصاریٰ کے اس اختلاف سے ملتا جلتا ہے۔ جو انہوں نے تورات و انجیل میں کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی۔ تو تمام شہروں کے عمال کو حکم دیا۔ کہ قرآن کریم کا کوئی نسخہ جس کے ہاتھ آئے۔ وہ حاصل کر کے مجھے بھیج دیا جائے۔ ادھر وہ خود قرآن کریم کے جمع کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور قرآن کریم کا وہ نسخہ جو ابوبکر صدیق نے اپنے لیے لکھ رکھا تھا۔ وہ منگوایا۔ یہ نسخہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد فاروق اعظم اور ان کے انتقال کے بعد ام المومنین، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو ان سے یہ نسخہ اس شرط پر لینے کو بھیجا۔ کہ ہم اس کی نقل کر کے آپ کو واپس کر دیں گے۔

کئی سالوں سے رُکا ہوا وظیفہ عثمان غنی نے ابن مسعود کو یک مشت پیش کر دیا۔

تاریخ یعقوبی:

وَقِيْلَ كَتَبَ اِلَيْهِ بِذٰلِكَ حُذَيْفَةُ ابْنُ الْيَمَانِ وَ اعْتَلَّ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَاَتَاهُ عُثْمَانُ يَعُوْدُهُ فَقَالَ لَهُ مَا كَلَامٌ بَلَغَنِيْ عَنْكَ قَالَ ذَكَرْتُ الَّذِيْ فَعَلْتَهُ بِيْ اِنَّكَ اَمَرْتَ بِيْ فَوُطِئَ جَوْفِيْ فَلَمْ اَعْقِلْ صَلٰوةَ الظُّهْرِ وَلَا الْعَصْرِ وَمَنَعْتَنِيْ عَطَائِيْ قَالَ فَاِنِّيْ اُقِيْدُكَ مِنْ نَفْسِيْ فَافْعَلْ بِيْ مِثْلَ الَّذِيْ فُعِلَ بِكَ قَالَ مَا كُنْتُ بِالَّذِيْ اَفْتَتِحُ الْقِصَاصَ عَلَى الْخُلَفَآءِ قَالَ فَهٰذَا عَطَاؤُكَ فَخُذْهُ قَالَ مَنَعْتَنِيْهِ وَاَنَا مُحْتَاجٌ اِلَيْهِ وَتُعْطِيْنِيْهِ وَاَنَا غَنِيٌّ عَنْهُ لَا حَاجَةَ لِيْ بِهٖ۔

(تاریخ یعقوبی جلد دوم ص ۱۴۰
خلافت عثمان)

ترجمہ

کہا گیا ہے۔ کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے لوگوں کے مابین قرات کا اختلاف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پہنچایا۔ اُدھر حضرت عبداللہ

بن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے۔ حضرت عثمان ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ اور پوچھا۔ بھائی کیا بات ہے۔ آپ کی طرف سے کچھ باتیں سننے میں آئی ہیں۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا۔ میں نے وہی کہا جس کا آپ نے میرے ساتھ کرنے کا حکم دیا۔ آپ کے حکم سے میرے پیٹ کو لتاڑا گیا۔ جس کی تکلیف کی وجہ سے میں نماز ظہر اور عصر میں فرق نہیں کر سکتا۔ تم نے میرا وظیفہ بند کر دیا۔ یہ سن کر حضرت عثمان نے فرمایا۔ میں اپنی ذات کو بطور فدیہ تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ جو میں نے تم سے کیا۔ وہی تم میرے ساتھ بھی کر لو۔ تمہیں اس کی اجازت ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں خلفاء راشدین سے بدلہ لینے کا بانی کیوں بنوں؟ پھر حضرت عثمان نے فرمایا۔ یہ ہے تمہارا وظیفہ اسے لو۔ کہا۔ جب مجھے ضرورت تھی۔ اس وقت نہ دیا۔ اب مجھے ضرورت نہیں اور تم دے رہے ہو۔ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر تھے؟

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کی تفصیل اور اس کا پس منظر ہم نے تاریخی حوالہ جات سے ذکر کیا۔ لیکن کچھ لوگ اس ناراضگی کو غلط رنگ

دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کی وجہ یہ تھی۔ کہ آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو درست تسلیم نہ کرتے تھے۔ اور اس کے منکر تھے۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک حضرت عثمان غنی اس منصب کے اہل نہ تھے۔ وغیرہ وغیرہ

یہ استدلال سراسر لغو اور باطل ہے۔ تحفہ اثنا عشریہ میں مذکور ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایک خاص دوست سلمہ بن شقیق اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں۔

تحفہ اثنا عشریہ:

دَخَلْتُ عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ وَعِنْدَهٗ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ عُثْمَانَ فَقَالَ لَهُمْ مَهْلًا فَإِنَّكُمْ إِنْ تَقْتُلُوْهُ لَا تُصِيْبُوْنَ مِثْلَهٗ۔

(تحفہ اثنا عشریہ اردو صفحہ نمبر ۶۱۷ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ

میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی بیماری کے دوران حاضر ہوا۔ یہ وہ بیماری تھی۔ کہ جس میں ان کا انتقال ہوا تھا۔ تو میں نے آپ کے پاس کچھ لوگوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں (ادھر ادھر کی) باتیں کرتے دیکھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔ چپ ہو جاؤ۔ ان باتوں اور اعتراضات کو چھوڑ دو۔

اگر تم نے عثمان غنی کو قتل کر دیا۔ تو ان جیسا پھر تمہیں نہ ملے گا۔

معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس وجہ سے ناراض نہ تھے کہ آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بننے کا اہل نہ سمجھتے تھے۔ اگر یہی بات ہوتی۔ تو اپنے پاس بیٹھے لوگوں کو حضرت عثمان کے خلاف ✗ باتیں کرنے سے منع نہ کرتے۔ اور نہ ہی یہ فرماتے۔ کہ ان جیسا پھر تمہیں نہ ملے گا۔ ہاں انہیں اس امر کا دُکھ تھا۔ کہ ان سے زبردستی ان کا لکھا ہوا قرآنی نسخہ کیوں لیا گیا۔ اِسے وہ اپنے متعلق زیادتی سمجھتے تھے۔ ابھی تاریخ یعقوبی کے ایک حوالہ میں یہ بیان ہوا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خود اپنی ذات کو بدلہ کے لیے پیش کر دیا۔ لیکن حضرت ابن مسعود نے یہ کہہ کر بدلہ لینے سے انکار کر دیا۔ کہ میں خلفاء مسلمین سے بدلہ لینے کی ابتداء نہیں کر سکتا۔ یعنی وہ حضرت عثمان غنی کو امت مسلمہ کا خلیفہ مانتے ہیں۔ تبھی تو کہہ رہے ہیں۔ کہ میں خلفاء سے بدلہ نہیں لینا چاہتا۔ اسی کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ اگر تم نے عثمان کو قتل کر دیا۔ تو پھر ایسا ملنا مشکل ہو جائے گا۔ حضرت عثمان سے ان کی رنجیدگی اسی نسخے کے لینے کی وجہ سے تھی۔ جب تمام صحابہ ایک طرف ہوں۔ اور ایک رائے پر اتفاق کریں۔ تو صرف ایک صحابی کا اس سے اختلاف کرنا ذرا اچھا نہیں لگتا۔ لیکن اپنے اجتہاد کے پیش نظر حضرت ابن مسعود کا یہ خیال تھا۔ کہ قرأت ایک سے زیادہ ہونے میں کیا حرج ہے۔ اس عارضی ناراضگی کی ایک بہت بڑی دلیل یہ ہے۔ کہ جب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے آخری دن تھے۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں پیغام بھیجا۔ کہ آپ کوفہ چھوڑ کر ہمارے پاس تشریف لے آئیں۔ آپ کا پیغام سُن کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کوفہ چھوڑنے کی تیاری کی۔ اہل کوفہ نے بہت روکا۔ لیکن آپ نے فرمایا۔ میرے لیے خلیفہ اور امیر کی اطاعت لازم ہے۔ لہٰذا میں اب کوفہ میں نہیں رہ سکتا۔

آپ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ اور پھر یہیں انتقال بھی فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے حضرت عثمان غنی کے خلاف بغاوت کرنے سے انکار کر دیا

اسد الغابۃ:

رَوَى الْاَعْمَشُ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَ عُثْمَانُ اِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ يَاْمُرُهُ بِالْقُدُوْمِ عَلَيْهِ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَ بِالْكُوْفَةِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ فَقَالُوْا اَقِمْ وَنَحْنُ نَمْنَعُكَ اَنْ يَصِلَ اِلَيْكَ شَيْءٌ تَكْرَهُهُ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ اِنَّ لَهُ عَلَيَّ حَقَّ الطَّاعَةِ وَاِنَّهَا سَتَكُوْنُ اُمُوْرٌ وَفِتَنٌ فَلَا اُحِبُّ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ فَتَحَهَا فَرَدَّ النَّاسَ وَخَرَجَ اِلَيْهِ وَتُوُفِّيَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ بِالْمَدِيْنَةِ سَنَةَ اثْنَتَيْنِ وَثَلَاثِيْنَ۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد نمبر ۳
تذکرہ عبد اللہ بن مسعود
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

زید بن وہب سے اعمش نے روایت کی۔ کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو کوفہ بھیجا۔ تاکہ وہ وہاں پہنچ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام پہنچائے۔ کہ خلیفہ وقت نے انہیں کوفہ چھوڑ کر مدینہ منورہ آنے کا حکم دیا ہے۔ جب وہ شخص کوفہ پہنچا۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس کچھ لوگ جمع تھے۔ وہ کہنے لگے۔ آپ یہیں رہیں۔ اگر کوئی آپ کو دکھ دینے کی کوشش کرے گا۔ تو ہم اس کا دفاع کریں گے۔ یہ سُن کر حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا۔ مجھ پر اُن کی اطاعت کرنا لازم ہے۔ اور بہت جلد فتنے اور اختلافات اٹھنے والے ہیں۔ تو میں نہیں چاہتا۔ کہ میں ہی ان کی ابتداء کرنے والا قرار پاؤں یہ کہہ کر لوگوں کی بات نہ مانی۔ اور مدینہ منورہ تشریف لے آئے ۳۲ھ میں ان کا یہیں انتقال ہو گیا۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق اور واجب الاطاعت امیر سمجھتے تھے۔ رہی یہ بات کہ جب ایسا ہی تھا۔ تو پھر حضرت ابن مسعود نے اُن کا ہوا وظیفہ لینے سے کیوں انکار کر دیا تھا؟

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ ایک وقتی ناراضگی کی وجہ سے تھا۔ ایسا دو دوستوں میں کبھی کبھار ہو ہی جاتا ہے۔ اس وجہ سے کوئی دشمنی نہیں ہو جاتی۔ یہ ناراضگی بالآخر ختم ہو گئی۔ وہ اس طرح کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آخری ایام میں حضرت زبیر کو وصیت کی۔ کہ میرا دو سالہ رُکا ہوا وظیفہ لے کر میری اولاد پر خرچ کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت ابن مسعود نے کئی سالوں کا وظیفہ اکٹھا وصول کیا

طبقات ابن سعد:

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ اَوْصٰى اِلَى الزُّبَيْرِ وَقَدْ كَانَ عُثْمَانُ حَرَمَهٗ عَطَاءَهٗ سِنَتَيْنِ فَاَتَاهُ الزُّبَيْرُ فَقَالَ اِنَّ عِيَالَهٗ اَحْوَجُ اِلَيْهِ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ فَاَعْطَاهُ عِشْرِيْنَ اَلْفًا اَوْ خَمْسَةً وَّعِشْرِيْنَ اَلْفًا۔

(الطبقات الکبرٰی ابن سعد۔ جلد ۳ ذکر ما اوصٰی بہٖ عبد اللہ بن مسعود مطبوعہ بیروت)

ترجمہ

ہشام بن عروۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا دو سال کا وظیفہ روک رکھا تھا۔ وصیت یہ کی۔ کہ مذکورہ وظیفہ جا کر لے آنا۔ بموجب وصیت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آ گئے۔ اور حضرت عثمان غنی سے عرض کیا۔ کہ عبداللہ بن مسعود

کے بال بچے اس وظیفہ کے بیت المال کی بہ نسبت زیادہ محتاج ہیں۔ یہ سن کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کو جمع شدہ وظیفہ دے دیا۔ جو ایک روایت کے مطابق بیس ہزار درہم اور دوسری کے مطابق پچیس ہزار درہم تھے۔

الحاصل:

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شخصیت چونکہ اہل سنت اور اہل تشیع کے نزدیک محترم اور معزز ہے۔ اگرچہ دونوں کا معیار اپنا اپنا ہے۔ بہرحال ان کے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مابین ایک انفرادی مسئلہ میں اختلاف ہو گیا۔ اور کچھ ناراضگی بھی ہو گئی۔ لیکن اس ناراضگی کو ذاتی ناراضگی پر محمول کرنا اور پھر اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ حضرت عثمان غنی کی خلافت کو ابن مسعود درست تسلیم نہ کرتے تھے۔ اور یہ کہ ان میں اہلیت نہ تھی۔ کسی طور پر بھی درست نہیں۔ کم مطالعہ اور عام ذہن کے سنی حضرات کو ورغلانے اور عقائد حقہ سے پھسلانے کی کوشش کرتے ہوئے اہل تشیع یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔ کہ خود سنیوں کی مشہور کتاب میں لکھا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی نے ان (عبداللہ بن مسعود کا وظیفہ بند کر دیا ان پر ظلم کیا۔ ان کے قرآن کو جلا دیا۔ لیکن جس کتاب کا نام لیتے ہیں۔ اس میں ان الزامات کا نام تک نہیں "اسد الغابہ"، کا یہ وظیفہ کرتے پھرتے ہیں۔ ہم نے اس کی عبارت من وعن درج کر دی۔ ہاں اتنی بات اس میں ضرور مذکور ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی نے ان کا وظیفہ بند کر دیا تھا۔ لیکن اسد الغابہ کے علاوہ کیا کسی اور اہل سنت کی کتاب نے اس واقعہ کو اس رنگ میں پیش کیا ہو۔ کہ اس سے حضرت عثمان غنی کی ذات پر طعن کیا جا رہا ہے۔ حاشا وکلا ایسا ہرگز نہیں۔ یہ گھٹیا طریقہ اور پر فریب چال اہل تشیع ہی چلتے ہیں۔ یہ وظیفہ بھی بعد میں ان کی وصیت کے مطابق مانگنے والے کو دیا گیا۔ جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال پر خرچ کیا گیا۔ اسی اسد الغابہ میں مذکور ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی نے یہ رقم دے

دی تھی۔

"فَلَمَّا تُوُفِّيَ اَرْسَلَهُ اِلَى الزُّبَيْرِ فَدَفَعَهُ اِلٰى وَرَثَتِهٖ"

ترجمہ

جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ تو ان کا رکا ہوا وظیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر کو دیا۔ انہوں نے وہ رقم حضرت ابن مسعود کے ورثاء کے سپرد کر دی۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ تمام رقم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ورثاء پر خرچ کرنے کے لیے دے دی۔ تو پھر شیعہ لوگوں کو اس پر واویلا اور شور مچانے کی کیا مصیبت پڑی ہے۔ اس تمام تحریر سے جو بات ہمارے سامنے آتی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی ذاتی رنجش نہ تھی۔ جس کی خاطر حضرت عثمان نے ان کا وظیفہ بند کر دیا۔ صرف وقتی ناراضگی تھی۔ اسی لیے حضرت عثمان نے ان کی عیادت کی۔ ان کو بدلہ لینے کی دعوت دی۔ ان کو واپس مدینہ منورہ بلوایا۔ اور ان کے وصال کے بعد ان کی رکی رقم ان کے ورثاء کو دے دی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

طعن ششم

حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) نے جلیل القدر صحابہ کرام کو معزول کر کے اپنے عزیز و اقارب کو عہدوں سے نوازا

حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) نے اپنے دورِ خلافت میں انتظامی طور پر ایک ایسا قدم اٹھایا۔ کہ جس سے پوری ملت اسلامیہ کی جڑیں ہل گئیں۔ ہر طرف افرا تفری کا عالم اور بے چینی کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ ان کے مقرر کردہ عمال کی شکایات روز کا معمول بن گئیں۔ وہ قدم یہ تھا۔ کہ انہوں نے مختلف عہدہ جات سے جلیل القدر صحابہ کرام کو معزول کر دیا اور ان عہدوں پر اپنے خاندان کے افراد کو لا کھڑا کر دیا۔ ان انتظامی غلطیوں کا نتیجہ تھا۔ کہ

آپ کو خود بھی خلافت سے ہاتھ دھونے پڑے۔ اور آپ کی شہادت کا واقعہ رونما ہوا۔

جواب اول

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مملکت اسلامیہ بہت پھیلی ہوئی تھی۔ ایک طرف مصر و شام اور افریقہ تک کے علاقہ جات زیر نگیں تھے۔ اور دوسری طرف ساحلِ مکران تک کا حصہ زیر تصرف تھا۔ اتنے طویل و عریض رقبہ کے افراد کے حقوق کے تحفظ اور دوسرے انتظامی امور کے لیے دو چار آدمیوں کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ ایک معتد بہ تعداد مطلوب تھی۔ تاکہ اس وسیع رقبہ کا انتظام و انصرام باحسن وجوہ سرانجام دیا جا سکے۔ ان تمام عہدہ جات کے بارے میں یہ کہنا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صرف اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو ہی ان سے نوازا۔ اور دوسرے اہل حضرات کو کوئی اہمیت نہ دی۔ بلکہ ان کو معزول تک کر دیا۔ یہ سراسر بہتان اور زیادتی ہے۔ تاریخی حقائق اس کی قطعاً تائید نہیں کرتے۔ تاریخ کی ورق گردانی سے آن کے بہت سے عمال کے نام اور اُن کی تقرری کی جگہ کا علم ہوتا ہے۔ ان کے بارے میں ایک فہرست دی جا رہی ہے۔ جو علامہ توکلی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے۔ اس کے ساتھ اس کی تائید کی صورت میں ہم نے اہل تشیع کی کتب کے حوالہ جات بھی دیئے ہیں۔ تاکہ سند رہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت عمال کی فہرست

از کامل ابن اثیر و ناسخ التواریخ۔

عامل یا والی کا نام	علاقہ کا نام	کیفیت از تاریخ اہل سنت و اہل تشیع
(۱) خالد بن عاص مخزومی	مکہ	(۱) استیعاب میں خالد بن عاص بن ہشام مخزومی صحابی کو عہد عثمان میں عامل مکہ لکھا ہے۔ جو عہد فاروقی میں بھی اسی عہدے پر فائز تھے۔ (۲) تجرید اسمائے صحابہ جلد ۱ ص ۱۵۶ تحت خالد بن عاص مطبوعہ حیدر آباد دکن انڈیا۔ (۳) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶۔ (۴) تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۶
(۲) قاسم بن عبداللہ بن ربیعہ ثقفی	طائف	(۱) الکامل ابن اثیر الجوزی جلد ۳ ص ۱۸۶ تحت عمال عثمان طبع بیروت۔ (۲) طبری جلد ۵ ص ۱۴۸ تحت عمال عثمان (۳) تاریخ یعقوبی (شیعی) جلد ۲ ص ۱۷۶ تحت عمال عثمان۔

نام عامل یا والی	نام علاقہ	کیفیت از تاریخ اہل سنت کامل۔ طبری وغیرہ
۳۔ یعلیٰ بن امیہ تیمی (صحابی)	صنعاء	حضرت یعلیٰ عہد فاروقی میں بھی صنعاء کے عامل تھے۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶ تحت عمال عثمان۔ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۸ تحت عمال عثمان۔ (۳) تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۶ اعمال عثمان۔
۴۔ عبداللہ بن عامر بن کریز عبشمی	بصرہ	عہد فاروقی میں بصرہ کے عامل حضرت ابوموسیٰ اشعری تھے خلافت عثمانی کے ابتدائی دور میں بھی یہی عامل تھے۔ عہد عثمانی کے تیسرے سال اہل ایذج واکراد نے ارتکاب کفر کیا۔ اس لیے حضرت ابوموسیٰ نے لوگوں کو پیدل جہاد کی ترغیب دی۔ مگر خود سوار ہو کر نکلے۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے باگ پکڑ لی۔ اس پر ابوموسیٰ اشعری نے لوگوں کو چابک مار کر ہٹایا۔ یہ شکائت حضرت عثمان کے پاس پہنچی۔ آپ نے انہیں بصرہ کی ولایت سے معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ عبداللہ بن عامر مقرر کیے گئے یہ ۲۹ھ کا واقعہ ہے۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶ تحت عمال عثمان (۲) تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۶ (۳) طبری جلد ۵ ص ۱۴۸ (۴) مروج الذہب جلد ۲ صفحہ نمبر ۳۳۴)

نام عامل یا والی	نام علاقہ	کیفیت
۵۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی (صحابی)	جند	حضرت عبداللہ عہد فاروقی میں بھی جند کے عامل تھے۔ (۱) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۸ تحت عمال عثمان۔ (۲) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶ تحت عمال عثمان۔
۶۔ معاویہ بن ابی سفیان اموی (صحابی)	شام	حضرت معاویہ فاروقی عہد میں دمشق اور اردن کے عامل مقرر ہوئے تھے۔ اوائل عہد عثمانی میں عامل حمص و قنسرین جناب عمیر بن سعد بیمار ہو کر مستعفی ہو گئے ادھر عامل فلسطین جناب عبدالرحمن بن علقمہ انتقال کر گئے لہذا حمص، قنسرین اور فلسطین کا بھی امیر معاویہ کو عامل مقرر کر دیا گیا۔ حضرت امیر معاویہ خداداد صلاحیت اور قابلیت کی وجہ سے پورے شام کے گورنر ہو گئے۔ ان کی طرف سے حمص پر عبدالرحمن بن خالد قرشی مخزومی، قنسرین پر حبیب بن مسلمہ قرشی فہری، اردن پر ابوالاعور سلمی اور فلسطین پر علقمہ بن حکیم فراسی کنانی اور بحری علاقہ پر عبداللہ بن قیس فزاری مامور تھے۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶ (۲) طبری جلد ۵ ص ۱۴۸ (۳) یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۶ (۴) مروج الذہب جلد ۲ ص ۳۳۴

نام عامل یا والی	نام علاقہ	کیفیت
۷۔ ابو موسیٰ اشعری (صحابی)	کوفہ	حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی۔ کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کو کوفہ کا دوبارہ عامل مقرر کیا جائے۔ کیونکہ ان کی معزولی کسی خیانت یا برائی کی وجہ سے نہ ہوئی تھی۔ اسی لیے حضرت سعد بن ابی وقاص ایک سال سے کچھ اوپر عامل کوفہ رہے۔ ان کے بعد ولید بن عقبہ پانچ سال تک کوفہ کے عامل رہے۔ پھر سعید بن عاص مامور ہوئے۔ اہل کوفہ ان سے خوش نہ تھے آخر کار انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو اپنا حاکم بنا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ان کی منظوری لے لی۔ (۱) تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۱ تا ۱۷۶۔ (۲) کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۸۶
۸۔ جریر بن عبداللہ بجلی (صحابی)	قرقیسیا	حضرت جریر کوفہ میں رہا کرتے تھے۔ جب اہل کوفہ نے حضرت عثمان پر سب و شتم شروع کیا۔ تو یہ قرقیسیا میں آ گئے۔ اور کہنے لگے۔ میں ایسے شہر میں نہیں رہ سکتا۔ جہاں حضرت عثمان پر سب و شتم ہو۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۸۶ (۲) طبری جلد ۵ ص ۸۴۱۔

نام عامل یا والی	نام علاقہ	کیفیت
۹۔ اشعث بن کیس کندی (صحابی)	آذربائیجان	عہد فاروقی میں حذیفہ بن الیمان اور عتبہ بن فرقد سلمی جو فتح آذربائیجان میں شامل تھے۔ یکے بعد دیگرے عامل تھے۔ جب حضرت عثمان نے عتبہ کو معزول کیا۔ تو اہل آذربائیجان نے نقض عہد کیا۔ اس لیے ۲۵ھ میں ولید عقبہ عامل کوفہ مع اشعث بن قیس کے آذربائیجان بھیجے گئے۔ انہوں نے اہالی آذربائیجان کو صلح حذیفہ پر مجبور کیا۔ ولید کی واپسی پر اشعث بطور عامل وہیں رہ گئے۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۶ (۲) طبری جلد ۵ ص ۱۴۸
۱۰۔ عتبہ بن نہاس	حلوان	حلوان عراق میں ایک بڑا آباد شہر تھا۔ جریر بن عبداللہ بجلی نے اسے ۱۹ھ میں فتح کیا تھا۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۷ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۹
۱۱۔ مالک بن حبیب ابومحجن ثقفی	ماہ	حضرت مالک موصوف جاہلیت اور اسلام میں بڑے شجاع تھے۔ جنگ قادسیہ میں شامل تھے۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۷ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۰۹

نام عامل یا والی	نام علاقہ	کیفیت
۱۲۔ نسیر بن ثور عجلی	ہمدان	نہاوند کے نواح میں نسیر ایک قلعہ کا نام بھی ہے۔ چونکہ اس قلعہ کو حضرت نسیر نے فتح کیا تھا۔ اس لیے آپ کے نام پر موسوم بہ نسیر ہوا۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۲ ص ۱۸۷ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۹
۱۳۔ سعید بن قیس	رے	(۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۷ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۹
۱۴۔ سائب بن اقرع ثقفی	اصفہان	حضرت سائب فتح نہاوند میں شامل تھے۔ حضرت فاروق اعظم نے ان کو عامل مدائن مقرر کر دیا تھا۔ ایک روز اپنی والدہ ملیکہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنا مبارک ہاتھ ان کے سر پر پھیرا۔ (۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۷ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۹
۱۵۔ حنیس	ماسبذان	(۱) الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۷ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۹

نام عامل یا والی	نام علاقہ	کیفیت
۱۶۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح قرشی عامری	مصر	حضرت فاروق اعظم کے انتقال کے وقت مصر میں عمرو بن العاص اور عبداللہ بن سعد دو عامل تھے۔ حضرت عمرو کو جنگ کا بہت تجربہ تھا۔ اور دشمن کے دل میں ان کی ہیبت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ حضرت عمرو کو صیغۂ جنگ پر اور حضرت عبداللہ کو خراج مصر پر مامور کیا جائے۔ مگر حضرت عمرو نے انکار کر دیا۔ اس لیے حضرت عمرو معزول ہو گئے۔ اور عبداللہ خراج مصر اور حرب دونوں پر مامور ہوئے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان ذوالنورین نے عبداللہ کو خراج مصر پر متعین کر دیا تھا۔ پھر دونوں میں کچھ قیل و قال ہوئی۔ عبداللہ نے دربار عثمانی میں شکایت کر دی۔ جس پر حضرت عمرو معزول کر دیئے گئے۔ (۱) فتوح البلدان بلاذری۔ (۲) تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۸ (۳) تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۶ (۴) مروج الذہب جلد ۲ ص ۲۳۴
۱۷۔ زید بن ثابت (صحابی)	مدینہ منورہ	زید بن ثابت رضی اللہ عنہ عثمان غنی کے دورِ خلافت میں جب حضرت عثمان حج پر جاتے۔ تو انہیں اپنا نائب مقرر کرتے۔ (۱) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ للجزری۔ جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۲۲ ذکر زید بن ثابت۔

نوٹ:۔ قارئین کرام! ان عاملین کی فہرست آپ نے دیکھی۔ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

کی شہادت کے وقت مختلف شہروں پر متعین و مامور تھے۔ ان سترہ عاملین میں سے صرف تین وہ عامل ہیں۔ جن کی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے رشتہ داری تھی۔ بقیہ چودہ عامل غیر رشتہ دار تھے۔ وہ تین عامل جو آپ کے رشتہ دار تھے۔ وہ یہ ہیں۔ (۱) عبداللہ بن عامر جو بصرہ کے عامل تھے۔ یہ حضرت عثمان کے ماموں زاد تھے۔ (۲) عبداللہ بن ابی سرح جو مصر کے عامل تھے۔ یہ جناب عثمان کے اخیافی بھائی تھے۔ (۳) امیر معاویہ جو شام کے عامل تھے۔ یہ ان کے چچازاد تھے۔ ان تین حضرات کو یوں ظاہر کرنا کہ پورے ملک میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار عامل تھے۔ کون عقل مند اس کو مانے گا۔ ان تین کے عامل بننے پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اقربا پرور کہنا اور اپنوں کو نوازنے کا الزام نری جہالت اور پرلے درجے کی حماقت ہے۔ اس جہالت اور حماقت کا ثبوت ہماری فہرست سے واضح ہو رہا ہے۔ اب ان معترضین نے ایک اور پلٹا کھایا۔ اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق ایک اور چال چلی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جن چند رشتہ داروں کو اپنے عامل مقرر کیا۔ وہ اس عہدہ کے اہل نہ تھے۔ اور جن کو معزول کیا گیا۔ وہی موزوں اور اہل تھے ہم آئندہ اوراق میں اس طعن کو ذکر کر کے اس کا جواب بھی لکھ رہے ہیں۔

(وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔)

طعن ہفتم

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جن عامل صحابہ کرام کو معزول کیا ان کی جگہ اپنے نااہل رشتہ داروں کو مقرر کیا۔

یہ وہ طعن ہے۔ کہ جسے اہل تشیع بہت اہمیت دیتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ظالم اور اقربا پرور ثابت کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں ان کا کہنا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کے اس قدم اٹھانے سے مملکت اسلامیہ میں افراتفری پھیل گئی۔ لوگوں نے یہ اعتراضات شروع کر دیئے۔ کہ حضرت عثمان نے قابل اور اہل،

صحابہ کرام کو معزول کر دیا ہے۔ ان کی جگہ نا اہل لیکن اپنے رشتہ داروں کو عامل مقرر کر دیا۔ ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سعد بن ابی وقاص ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم ایسے جلیل القدر صحابہ کرام کو منصبِ ولائت سے معزول کر کے ان کی جگہ ولید بن عقبہ، عبداللہ بن ابی سرح اور سعید بن العاص ایسے لوگوں کو مقرر کیا۔ جس کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ اور نہ ہی اُن کی معزولی کا کوئی جرم مذکور ہے تو اس طریقہ کار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی قرابت اور رشتہ داری کو صحابیت اور اہلیت پر ترجیح دی۔ اسی غلط فیصلہ سے ملک تباہی کے بھنور میں جا پھنسا۔ اور اسی غلطی کی پاداش میں خود حضرت عثمان بھی شہید کر دیئے گئے

جواب

مذکورہ طعن کا قواعد وضوابطِ حکومت اور شرعی قانون سے کوئی تعلق نہیں۔ لہذا بے بنیاد ہے

کسی بھی نظام حکومت و خلافت میں اس حکومت کے عمال و ولاۃ کا مقرر کرنا یا انہیں معزول کر دینا محض ایک شورائی اور اجتہادی مسئلہ ہے۔ جس کا اختیار ارباب حل وعقد کو اور بالآخر وقت کے خلیفہ کو ہوتا ہے۔ باہم رائے اور صوابدید خلیفہ کے مطابق کسی جگہ کے حالات کے پیشِ نظر کسی کی تقرری اور کسی کی معزولی روبعمل ہوتی ہے۔ اس پر کوئی شرعی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اس کا واضح ثبوت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے دور میں بھی ملتا ہے۔ کہ جن کی امامت و خلافت کو معترض بڑے شد و مد کے ساتھ اور

دو سیم قلب" کے ساتھ مانتے ہیں۔) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بہت سے عمال کو معزول کر دیا تھا۔ حالانکہ صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد ان کے اس فیصلہ کے خلاف تھی۔ اور اس پر مزید یہ کہ آپ نے اپنے وصال سے قبل ہی اپنے لخت جگر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا ولی عہد مقرر کر لیا تھا۔ آپ کے ان فیصلہ جات پر کوئی شرعی اعتراض نہ کیا گیا۔ کیونکہ تقرری اور معزولی کا معاملہ خلیفہ وقت کی صوابدید پر ہوتا ہے۔ کسی کو معزول کر دے یا کسی کو مقرر کر دے۔ وہ بہتر سمجھتا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی محض اپنے اجتہاد اور رائے سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایسے جرنیل کو معزول کر دیا۔ جن کی آج تک دنیا کوئی نظیر پیش نہ کر سکی۔ ان کی جگہ عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ حالانکہ عمومی اور ظاہری حالات کے اعتبار سے آپ کو یہ فیصلہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ لیکن سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس بارے میں مخالفت کرتے ہوئے کوئی بھی خالد بن الولید کو سپہ سالار مقرر نہ کر سکا۔ یہ سب کچھ اس لیے ماننا پڑا۔ کہ وقت کے خلیفہ کا فیصلہ ہے۔ اور وہ اس بارے میں مکمل اختیار رکھتا ہے۔

اسی طرح سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جن عمال کو معزول کیا۔ اور جن کو مقرر کیا۔ وہ ان کی اپنی رائے اور صوابدید پر موقوف تھا۔ اس لیے ولید بن عقبہ وغیرہ کی تقرری کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں۔ ہمارے اس بیان کی وضاحت اور تشریح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مندرجہ ذیل عبارت سے ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

قرۃ العینین :-

میگوئیم کہ نصب وعزل مفوض است برائے خلیفہ۔ اگر اجتہاد خلیفہ مودی می شود بآنکہ از فلاں شخص کار امت سرانجام می یابد لازم می شود بروے

نصب او۔

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین صفحہ نمبر ۲۷۲
بحث مطاعن ختنین مطبوعہ مجتبائی دہلی)

ترجمہ:۔

ہم کہتے ہیں۔کہ (عمّال ودولاۃ) کی تقرری اور معزولی کا معاملہ خلیفۂ وقت کے سپرد ہوتا ہے۔اگر خلیفہ کا اجتہاد اور رائے اس بات کی طرف راستہ کھولتی ہے۔کہ فلاں شخص کے ذریعہ ملتِ اسلامیہ کا کام بخوبی ادا ہو سکتا ہے۔تو ایسے آدمی کی تقرری خلیفہ پر لازم ہو جاتی ہے۔

نوٹ:۔

خلیفۂ وقت آخر انسان ہے۔اس لیے ان معاملات کو یہ کہنا کہ اس کا فیصلہ غلط نہیں ہونا چاہیئے۔یا غلط نہیں ہو سکتا۔درست نہیں۔کیونکہ نہ وہ عالم الغیب ہوتا ہے۔اور نہ معصوم ہونا اس کے لیے شرط ہے۔بلکہ یہ از اول تا آخر محض اجتہاد سے تعلق رکھتے ہیں۔ایسا ممکن ہے کہ خلیفۂ وقت نے اپنی صوابدید کے مطابق کسی کو کسی علاقہ کا عامل مقرر کیا لیکن وقت گزرنے پر اس عامل نے کوئی خیانت یا غلط قدم اٹھایا۔اس خیانت اور غلطی کا ذمہ دار خلیفہ نہیں ہو گا۔ہاں یہ ہو سکتا ہے۔کہ خیانت کے مرتکب کی گرفت میں غفلت کرے۔تو بجا طور پر خلیفہ موردِ الزام ہو گا۔شاہ ولی اللہ نے بھی حضرت عثمان غنی کے مقرر کردہ عمّال کے متعلق انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔

قرۃ العینین :-

میگوئیم ہر چہ از ایشاں بوقوع آمد نہ بامر ذی النورین بود و نہ بوفق صلاح وید وے و در خلافت علم غیب خود شرط نیست آنچہ شرط خلافت است اجتہاد است و ذی النورین در اجتہاد تقصیر نہ کرد۔

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ص ۲۷۰ بحث مطاعن ختنین مطبوعہ دہلی)

ترجمہ :-

ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عامل مقرر کرنے کے بعد ان عمال سے جو کچھ اچھا برا ہوا۔ وہ نہ تو حضرت عثمان غنی ذو النورین رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہوا۔ اور نہ ہی ان کے صلاح و مشورہ سے انہوں نے ایسا کیا۔ خلافت میں علم غیب کا حامل ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔ ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ خلیفہ صاحب اجتہاد ہو۔ اور عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ نے اجتہاد میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی وہی بات کہی۔ جو ہم کہہ چکے ہیں۔ یعنی یہ کہ کسی شخص کی معزولی یا تقرری خلیفہ وقت کی صوابدید پر ہوتی ہے۔ کسی علاقہ اور عوام کے حالات کا جائزہ لینا خلیفہ وقت کا کام ہے۔ اور پھر اپنی اجتہادی بصیرت سے وہ جسے چاہے وہاں اپنا نمائندہ مقرر کر دے۔ اور جس شخص کے بارے میں اس کا اجتہاد یہ کہتا ہو۔ کہ اس کا اس مقام و عہدہ پر برقرار رہنا ملت کیلئے مفید نہیں۔ اس کو معزول کرنا بھی اسی کے دائرہ اختیار میں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ خلیفہ کو ان فیصلہ جات کے لیے اپنی اجتہادی صلاحیتوں کو پوری طرح کام میں لانا چاہیئے۔ اس کے بعد اگر کسی عامل سے کوئی غلطی رونما ہوتی ہے

تو خلیفہ اس میں اُس وقت حصہ دار شمار کیا جا سکتا ہے جب اس کے ایماء اور اس کی صلاح سے وہ ہوئی ہے۔ اس کے بغیر خلیفہ ذمہ دار نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی قابلِ گرفت۔ لہٰذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جن عمال کی تقرری یا معزولی ہوئی۔ اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح ان کے مقرر کردہ عمال اگر بدعملیوں کے مرتکب ہوئے۔ تو یہ بات بھی حضرت عثمان پر اعتراض کا باعث نہیں بن سکتی۔

اگر کسی عامل کی بدکرداری خلیفہ پر اعتراض کا سبب بنتی ہے۔ تو پھر یہی کیفیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی نظر آتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے چند عمال کے کردار پر گرفت کرتے ہوئے انہیں خطوط لکھے۔ خطوط کی عبارات ملاحظہ ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بدعنوان عمال کی بدکرداری پر انہیں ڈانٹ پلائی۔ اس کے باوجود ان پر کوئی اعتراض نہیں۔

خط اوّل۔

نہج البلاغۃ: حضرت علی کی طرف سے اپنے کردار گورنروں کے نام

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي كُنْتُ أَشْرَكْتُكَ فِي أَمَانَتِي وَجَعَلْتُكَ شِعَارِي وَبِطَانَتِي وَلَمْ يَكُنْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِي أَوْثَقَ مِنْكَ

فِی نَفْسِی لِمُوَاسَاتِیْ وَمُوَازَرَتِیْ وَاَدَاءِ الْاَمَانَۃِ
اِلَیَّ فَلَمَّا رَاَیْتَ الزَّمَانَ عَلَی ابْنِ عَمِّکَ قَدْ کَلِبَ
وَالْعَدُوَّ قَدْ حَرِبَ وَاَمَانَۃَ النَّاسِ قَدْ خَزِیَتْ
وَھٰذِہِ الْاُمَّۃَ قَدْ فَنَکَتْ وَشَغَرَتْ قَلَبْتَ لِابْنِ
عَمِّکَ ظَھْرَ الْمِجَنِّ فَفَارَقْتَہٗ مَعَ الْمُفَارِقِیْنَ وَ
خَذَلْتَہٗ مَعَ الْخَاذِلِیْنَ وَخُنْتَہٗ مَعَ الْخَائِنِیْنَ
فَلَا ابْنَ عَمِّکَ اٰسَیْتَ وَلَا الْاَمَانَۃَ اَدَّیْتَ وَ
کَاَنَّکَ لَمْ تَکُنْ لِلّٰہِ تُرِیْدُ بِجِھَادِکَ وَکَاَنَّکَ
لَمْ تَکُنْ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِنْ رَّبِّکَ وَکَاَنَّکَ اِنَّمَا کُنْتَ
تَکِیْدُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ عَنْ دُنْیَاھُمْ وَتَنْوِیْ
غِرَّتَھُمْ عَنْ فَیْئِھِمْ فَلَمَّا اَمْکَنَتْکَ الشِّدَّۃُ
فِیْ خِیَانَۃِ الْاُمَّۃِ اَسْرَعْتَ الْکَرَّۃَ وَعَاجَلْتَ
الْوَثْبَۃَ وَاخْتَطَفْتَ مَا قَدَرْتَ عَلَیْہِ مِنْ
اَمْوَالِھِمُ الْمَصُوْنَۃِ لِاَرَامِلِھِمْ وَ
اَیْتَامِھِمْ اِخْتِطَافَ الذِّئْبِ الْاَزَلِّ دَامِیَۃَ
الْمِعْزَی الْکَسِیْرَۃِ فَحَمَلْتَہٗ اِلَی الْحِجَازِ
رَحِیْبَ الصَّدْرِ بِحَمْلِہٖ غَیْرَ مُتَاَثِّمٍ مِنْ
اَخْذِہٖ کَاَنَّکَ لَا اَبًا لِغَیْرِکَ حَدَرْتَ اِلٰی
اَھْلِکَ تُرَاثَکَ مِنْ اَبِیْکَ وَاُمِّکَ فَسُبْحَانَ
اللّٰہِ اَمَا تُؤْمِنُ بِالْمَعَادِ اَوْمَا تَخَافُ
نِقَاشَ الْحِسَابِ اَیُّھَا الْمَعْدُوْدُ کَانَ

عندنا من اولی الالباب کیف تسیغ
شرابا و طعاما و انت تعلم انک
تاکل حراما و تشرب حراما و تبتاع
الاماء و تنکح النساء من اموال الیتامی
و المساکین و المؤمنین و المجاھدین
الذین افاء اللہ علیھم ھذہ الاموال
و احرز بھم ھذہ البلاد فاتق اللہ و اردد
الی ھؤلاء القوم اموالھم فانک ان
لم تفعل ثم امکننی اللہ منک
لاعذرن الی اللہ فیک و لاضربنک بسیفی
الذی ما ضربت بہ احدا الا دخل
النار و اللہ لو ان الحسن و الحسین فعلا
مثل الذی فعلت ما کانت لھما عندی
موادۃ و لا ظفرا منی بارادۃ حتی اخذ
الحق منھما و ازیح الباطل عن
مظلمتھما و اقسم باللہ رب العالمین
ما یسرنی ان ما اخذتہ من اموالھم
حلال لی اترکہ میراثا لمن بعدی
فضح رویدا فکانک قد بلغت
المدی و دفنت تحت الثری و عرضت
علیک اعمالک بالمحل الذی ینادی

الظَّالِمُ فِيْهِ بِالْحَسْرَةِ وَيَتَمَنَّى الْمُضَيِّعُ فِيْهِ الرَّجْعَةَ وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۴۱ ص ۴۱۲ تا ۴۱۴ مطبوعہ بیروت طبع جدید چھوٹا سائز)

ترجمہ:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت نے یہ خط تحریر فرمایا ہے ور حمد و نعت کے بعد معلوم ہو کہ میں نے تجھے اپنی امانت میں شریک کر لیا میں نے تجھے اپنے پیراہن اپنے جامۂ خلافت کا استر بنالیا۔ میرے عزیز و اقربا میں سے کوئی شخص میرے نزدیک تجھ سے زیادہ معتمد نہیں تھا۔ جو میری مدد کرے میری اعانت کرے۔ اور اموال بیت المال کو مجھے اداکرتا رہے۔ مگر جب تونے دیکھا کہ تیرے ابن عم (امیر المومنین) پر زمانہ سختیاں کر رہا ہے۔ دشمن لڑائی کے لیے صفیں آراستہ کر رہے ہیں۔ لوگوں کی امانت (بیت المال) میں خیانت ہو رہی ہے۔ اور یہ امت ذلت ڈھونڈ رہی ہے۔ ان حالات سے بالکل بے خبر ہے تو۔ تو نے بھی پشتِ سپر کو اپنے ابن عم کے لیے برگشتہ کر دیا۔ (اس سے منہ پھیر لیا۔) جدا ہونے والوں کی طرح اُس سے جدا ہوا۔ ساتھ چھوڑ دینے والوں کی مانند اُس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ خیانت کرنے والوں کی مثل اس کے ساتھ خیانت کی ۔ نہ اپنے ابن عم کی مدد کی نہ اس کی امانت کو ادا کیا۔ گویا خدا کی راہ میں تیرا جہاد کرنے کا ارادہ ہی نہ تھا۔ گویا تو اپنے پروردگار کی جانب سے کسی دلیل و برہان پر قائم ہی نہ تھا۔ گویا تو اس امت کے ساتھ ان کی دنیا کے سبب سے مکر کر رہا ہے۔ گویا تو انہیں ان کی مال غنیمت کے ساتھ فریب دے رہا تھا۔ اب جس وقت تجھے موقعہ مل گیا۔

کہ تو نہایت شدت کے ساتھ خیانت کرے تو تو نے نہایت تیزی
کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اور حملہ کے لیے جست کرنے میں تعجیل سے کام لیا۔
مسلمانوں کے اموال جو تیرے قبضۂ قدرت میں تھے انہیں لے لیا۔ وہ
اموال جن کی بیوہ عورتوں اور یتیموں کے لیے محافظت کی گئی تھی۔ ان اموال
کو اس طرح لے گیا۔ جس طرح خون خوار بھیڑیا بکری کے شکستہ بچے کو لے جاتا
ہے۔ پھر ان اموال کو ولایت حجاز کی طرف بار کر دیا۔ اس وقت تیرا سینہ کشادہ
تھا۔ ان کو بار کرتے وقت خوشحالی تیرے چہرے سے ٹپکی پڑتی تھی۔ تجھے
اس گناہ کی برداشت میں کسی قسم کا خوف نہیں تھا۔ تیرے غیر کے واسطے باپ
نہ ہو۔ تو نے اس طرح اس مال کو اپنے اہل و عیال کے پاس اتار دیا۔ گویا مال
باپ کی طرف سے پہنچی ہوئی میراث تھا۔
سبحان اللہ! کیا تو معاد پر ایمان نہیں لاتا۔ کیا مناقشہ روز حساب کا تجھے ذرا بھی خوف
نہیں۔

اے ہم جیسے عقلمندوں کے نزدیک شمار کیے ہوئے تو نے کیونکر اس شربت اور
طعام کو گوارا کیا۔ جس کا تجھے علم تھا۔ تو از روئے حرام اکل و شرب کر رہا ہے۔ ایسے یتیموں،
مسکینوں، مومنین و مجاہدین کے مال سے کنیزیں خرید رہا ہے۔ عورتوں سے نکاح
کر رہا ہے۔ جنہیں خداوند عالم نے یہ مال ان کی غنیمت میں عطا فرمایا ہے۔ اور جن کے
سبب سے ان شہروں کی محافظت کی ہے۔ تو خدا سے ڈر اور ان لوگوں کا مال ان کی طرف
لوٹا دے۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو خداوند عالم مجھے تجھ پر مسلط کر دے گا۔ (میں تجھے بحکم سزا
دوں گا۔) اور تیری سزا کے بارے میں خداوند عالم کے سامنے معذور ہوں گا۔ میں تجھے اپنی
اس شمشیر سے ماروں گا۔ کہ جس سے سوائے اہل نار کے میں نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے۔
قسم خدا کی اگر حسن و حسین (علیہما السلام) ایسا فعل کرتے جیسا کہ تو نے کیا ہے۔ تو ہرگز میری

طرف سے انہیں اجازت نہ ہوتی۔ نہ وہ اپنی مراد پر میری جانب سے ظفر حاصل کر سکتے حتیٰ کہ میں ان سے حق کو اخذ کر لیتا۔ اور ان کے مظلمہ سے باطل کو نیست و نابود کر دیتا۔ (حق بحقدار پہنچتا) میں رب العالمین کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ تو نے جو مستحقین کا مال لیا ہے۔ مجھے اس امر نے مسرور نہیں کیا نہ یہ میرے نزدیک امر حلال ہے۔ کہ میں اس مال کو اس شخص کے لیے میراث چھوڑوں جو میرے بعد ہو۔ تھوڑی دیر صبر کر اور دیکھ کہ گویا اپنی انتہائی عمر کو پہنچ کر زیر خاک دفن کر دیا گیا ہے۔ تیرے اعمال تیرے سامنے اس مکان میں پیش ہو رہے ہیں یہاں ستم گار حسرت اور ندامت کو پکارا کرتا ہے حقوق کا ضائع کرنے والا دوبارہ دنیا میں آنے کی تمنا کرتا ہے۔ (تاکہ ان حقوق کو ادا کرے۔) مگر افسوس کہ وہ مقام عذاب سے گریز کرنے کا نہیں۔

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۴۲۸ تا ۴۳۰
مطبوعہ یوسفی دہلی طبع قدیم)

خط دوم:۔

نہج البلاغہ:۔

وَمِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى بَعْضِ عُمَّالِهِ اَمَّا بَعْدُ!
فَقَدْ بَلَغَنِيْ عَنْكَ اَمْرٌ اِنْ كُنْتَ فَعَلْتَهُ فَقَدْ
اِسْخَطْتَ رَبَّكَ وَعَصَيْتَ اِمَامَكَ وَاَخْزَيْتَ
اَمَانَتَكَ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ جَرَّدْتَ الْاَرْضَ فَاَخَذْتَ
مَا تَحْتَ قَدَمَيْكَ وَاَكَلْتَ مَا تَحْتَ يَدَيْكَ
فَارْفَعْ اِلَيَّ حِسَابَكَ وَاعْلَمْ اَنَّ حِسَابَ اللّٰهِ

اَعْظَمُ مِنْ حِسَابِ النَّاسِ وَ السَّلَامُ ۔

(نہج البلاغہ خط ۴۰ ص ۱۲۴ مطبوعہ بیروت

چھوٹا سائز طبع جدید)

ترجمہ:۔

ایک عامل کے نام حضرت نے یہ فرمان جاری کیا ہے ۔ حمد و نعت کے بعد معلوم ہونا چاہیئے ۔ کہ مجھے تیری طرف سے ایک خبر پہنچی ہے ۔ اگر واقعی تو نے وہ کام کیا ہے ۔ تو بے شک تو نے اپنے پروردگار کو غضب ناک کیا ۔ اپنے امام کی نافرمانی کی ۔ اپنی امانت میں خیانت کو دخل دیا ۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تو نے اشیاء زراعت سے زمین کو برہنہ کر دیا ۔ (اپنے ظلم و ستم سے کھیتوں کے باغات کو خراب کر ڈالا) جو کچھ تیرے قدموں کے نیچے ہے ۔ اسے لے لیا ۔ اور ان اشیاء کو کھا لیا جو تیرے دست تصرف کے ماتحت تھیں ۔ اب تو فوراً اپنے جمع خرچ کا حساب میرے سامنے بھیج دے ۔ اور خوب جان لے کہ خداوند عالم کا حساب انسانوں کے حساب سے کہیں زیادہ بڑا ہوا ہے ۔

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ

خط نمبر ۴۰ ص ۲۸۴ مطبوعہ یوسفی دہلوی

طبع قدیم)

خط سوم:۔

نہج البلاغہ:۔

وَ مِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى الْمُنْذِرِ بْنِ

اَبِیْ جَارُوْدِ الْعَبْدِی وَ قَدْ خَانَ فِیْ بَعْضِ مَا
وَلَّاہُ مِنْ اَعْمَالِہٖ اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ صَلَاحَ
اَبِیْكَ غَرَّنِیْ مِنْكَ وَ ظَنَنْتُ اَنَّكَ تَتَّبِعُ
هَدْیَهٗ وَ تَسْلُكُ سَبِیْلَهٗ فَاِذَا اَنْتَ فِیْمَا
رُقِیَ اِلَیَّ عَنْكَ لَا تَدَعُ لِهَوَاكَ اِنْقِیَادًا وَ لَا
تُبْقِیْ لِاٰخِرَتِكَ عَتَادًا تَعْمُرُ دُنْیَاكَ بِخَرَابِ
اٰخِرَتِكَ وَتَصِلُ عَشِیْرَتَكَ بِقَطِیْعَةِ دِیْنِكَ وَ
لَئِنْ كَانَ مَا بَلَغَنِیْ عَنْكَ حَقًّا لَجَمَلُ اَهْلِكَ
وَشِسْعُ نَعْلِكَ خَیْرٌ مِّنْكَ وَمَنْ كَانَ بِصِفَتِكَ
فَلَیْسَ بِاَهْلٍ اَنْ یُّسَدَّ بِهٖ ثَغْرٌ اَوْ یُنْفَذَ بِهٖ اَمْرٌ
اَوْ یُعْلٰی لَهٗ قَدْرًا وَ یُشْرَكَ فِیْ اَمَانَةٍ
اَوْ یُؤْمَنَ عَلٰی جِبَایَةٍ فَاَقْبِلْ اِلَیَّ حِیْنَ
یَصِلُ اِلَیْكَ كِتَابِیْ هٰذَا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔ قَالَ
الرَّضِیْ وَالْمُنْذِرُ بْنُ جَارُوْدَ هٰذَا هُوَ الَّذِیْ
قَالَ فِیْهِ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ
اِنَّهٗ لَنَظَّارٌ فِیْ عِطْفَیْهِ مُخْتَالٌ فِیْ بُرْدَیْهِ تَفَّالٌ
فِیْ شِرَاكَیْهِ۔

(نہج البلاغہ سائز چھوٹا خطبہ ۷۱ ص ۴۶۱
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

منذر ابن جارود کے پاس حضرت نے کچھ اسباب امانت رکھی تھیں۔ اس نے

خیانت کی۔ تو حضرت نے فرمان اسے رقم فرمایا۔ حمد و نعت کے بعد معلوم ہو کہ تیرے باپ کی صلاح و سداد نے مجھے تیری طرف سے فریب دیا۔ اور میں نے غلط گمان کر لیا۔ کہ تو اسی کے طریقہ کی متابعت کرے گا۔ کہ اسی کے راستہ پر چلے گا۔ ناگاہ تو خیانت کا مرتکب ہوا۔ اور اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کو ترک نہیں کرتا۔ اپنی آخرت کے لیے کوئی توشہ راہ باقی نہیں رکھتا۔ اپنی آخرت کو خراب کر کے اپنی دنیا کو آباد کر رہا ہے۔ اپنے دین کو قطع کر کے اپنے اقربا کے ساتھ صلہ رحمی بجالا رہا ہے۔ یہ خبر جو تیری طرف سے مجھے پہنچی ہے۔ اگر صحیح ہے تو بے شک تیرے اہل کا شتر اور تیری جوتی کا تسمہ تجھ سے بہتر ہے۔ (بہائم اور جمادات بھی تجھ سے بہتر ہیں) اور جو شخص بھی تیری صفت کا ہو ہرگز سزاوار نہیں ہے کہ اس کے ساتھ کسی دشمن کا رخنہ بند کیا جائے۔ یا اس کے سبب سے کوئی حکم جاری کیا جائے یا اس کا مرتبہ بلند کیا جائے۔ اور اسے کسی امانت میں شریک کیا جائے۔ یا اسے خیانت سے بچایا جائے۔ وہ ان امور کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے۔ تو میرے پاس چلا آ۔ انشاء اللہ۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں۔ کہ یہ منذر ابن جارود وہ شخص ہے۔ جس کی مذمت میں حضرت نے فرمایا ہے۔ کہ وہ اپنے دائیں بائیں بہت کثرت سے دیکھنے والا ہے۔ یعنی نازو انداز سے کبھی اپنی دائیں طرف دیکھتا ہے۔ کبھی بائیں طرف اپنے لباس فاخرہ کو پہن کر فخر کرتا ہے۔ اپنے جوتوں کے تسموں پر گرد نہیں پڑنے دیتا۔ نہایت ہی تبختر کے ساتھ چہل قدمی کرتا ہے۔

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۴۸۰
مطبوعہ یوسفی دہلوی قدیم)

لمحہ فکریہ :۔ اگر حضرت علی غیب دان تھے تو بدکردار عامل کیوں بنائے

قارئین کرام! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بین عدد خطوط سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ کے دورِ خلافت میں ان کے اپنے اور بیگانے عامل کچھ ایسے بھی تھے۔ جو نہایت عیاش اور دنیا پرست تھے۔ ان کی عیاشی اور دنیاداری پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں کس قدر لعن طعن کیا۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض عمال بھی اچھے اخلاق کے حامل نہ تھے لیکن دونوں حضرات نے اپنی صواب دید کے مطابق اپنے طور پر اچھے آدمیوں کا انتخاب کیا تھا۔ آگے چل کر اگر کوئی عامل بدکردار نکل آتا ہے۔ تو اس سے خلیفہ پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خلیفہ اپنے اجتہاد اور حسن ظن کی بنا پر کسی کو عامل مقرر کرتا ہے۔ انہیں غیب کا حال تو معلوم نہیں ہوتا۔ کہ کل کوئی عامل کیسا ہو جائے گا۔ ورنہ کبھی کوئی خلیفہ کسی ایسے عامل کو مقرر نہ کرتا۔ جو ملک وملت کے لیے وبال بن جانے والا ہو۔

البتہ اہل تشیع کو اس کا حل تلاش کرنا چاہیے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایسے بدکردار لوگوں کو منتخب کیوں کیا۔ کیونکہ ان کے ہاں عقیدہ ہے۔ کہ امام "غیب دان" ہوتا ہے یعنی کسی آدمی کے بارے میں وہ پہلے سے جانتے ہوتے ہیں۔ کہ وہ خائن ہو گا یا نہیں۔ وہ بدکرداری پر اتر آئے گا۔ یا نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ ان کے عقائد کے مطابق خلیفہ کے لیے آئندہ کے حالات وواقعات سے آگاہی ضروری ہوتی ہے۔ یہ عقیدہ ان کا اجماعی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی :۔

عن یونس بن یعقوب عن الحارث بن المغیرۃ و عدۃ من اصحابنا منھم عبد الاعلیٰ وابو عبیدۃ

وعبد اللہ بن بشر الخثعمی سَمِعُوْا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اَعْلَمُ مَا فِی الْجَنَّۃِ وَ اَعْلَمُ مَا فِی النَّارِ وَ اَعْلَمُ مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْنُ قَالَ ثُمَّ مَکَثَ هُنَیْئَۃً فَرَاٰی اَنَّ ذٰلِکَ کَبُرَ عَلٰی مَنْ سَمِعَہٗ مِنْہُ فَقَالَ عَلِمْتُ ذٰلِکَ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ فِیْہِ تِبْیَانُ کُلِّ شَیْءٍ۔

(اصول کافی جلد ۱ ص ۲۶۱ کتاب الحجۃ الخ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) کچھ لوگوں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہ آپ فرما رہے ہیں کہ میں ان تمام اشیاء کو جانتا ہوں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ میں جنت اور دوزخ کی ہر چیز کو بھی جانتا ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جو کچھ ہو چکا وہ کیا تھا۔ اور جو کچھ ہوگا وہ کیا ہوگا۔ یہ کہہ کر آپ نے کچھ لمحوں کے لیے توقف فرمایا۔ اور سمجھا کہ میری باتیں حاضرین کو کچھ بڑی لگی ہیں۔ تو فرمایا۔ مجھے ان تمام اشیاء کا علم اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن مجید سے حاصل ہوا ہے۔ اللہ نے اس میں فرمایا ہے۔ یہ قرآن ہر چیز کا مفصل بیان ہے۔

اب اہل تشیع کو دونوں خلفاء کے طریقۂ انتخاب میں فرق نظر آ جانا چاہیئے۔

وہ یہ کہ حضرت عثمان تو صرف اپنی رائے اور اجتہاد سے کسی کی تقرری فرماتے تھے لیکن حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ علم غیب کی روشنی میں کسی کے مستقبل کو دیکھ کر پھر اس کی تقرری فرماتے تھے۔ ان دونوں اقسام کی تقرریوں کے بعد اگر مقررہ عامل نا اہل نکلتا ہے۔ بد دیانت ثابت ہوتا ہے۔ خائن بن بیٹھتا ہے۔ لوگوں کے مال غصب کرنا شروع کر دیتا ہے۔ تو پھر زیادہ اعتراض کس خلیفہ پر ہونا چاہیئے۔ اس پر جو کہ محض اجتہاد سے انتخاب کرتا ہے۔ یا اس پر جو پوری بصیرت اور غیب دانی کے مقام پر فائز ہوتے ہوئے منتخب کرتا ہے؟ اہل تشیع سے جواب کی توقع کی جا سکتی ہے۔ صاحبانِ خرد اسی سے سمجھ جائیں گے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے والے اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے منہ موڑنے والے عقل سے خالی ہیں۔ دل میں کدورت ہے۔ اور بصیرت اندھی ہو چکی ہے۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ایک خاص عامل کی داستان

زیاد بن ابیہ:

یہ وہ شخص ہے جسے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں علاقہ "فارس" کا عامل بنایا تھا۔ بہت سی کتب شیعہ میں اس کے بنائے جانے کی تصدیق موجود ہے۔

الاخبار الطوال :-

فَلَمَّا وَلِيَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَلَّى زِيَادًا اَرْضَ فَارِسٍ۔

(الاخبار الطوال ص ۲۱۹ - تذکرہ زیاد بن ابیہ - مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ :-

جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خلافت کا منصب سنبھالا تو آپ نے زیاد بن ابیہ کو فارس کا عامل مقرر فرمایا۔

یہ کون تھا؟

زیاد بن ابیہ جیسا کہ اوپر حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فارس پر مقرر کردہ عامل تھا۔ اس نے اپنی تقرری کا صلہ یہ دیا۔ کہ عمر بھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاندان کو انگلیوں پر نچاتا رہا۔ اس شخص کی اصل دیکھی جائے۔ تو وہ بھی قابلِ مذمت تھی۔ یہی زیاد اتنا بے حیا اور بد اخلاق تھا۔ کہ اپنے ولد الزنا ہونے پر فخر کرتا۔ اپنی والدہ پر زنا کروانے کی علی الاعلان گواہی دیتا۔ واقعہ یوں ہوا کہ۔

"ابو سفیان" نے اسلام لانے سے قبل ایک مشہور طبیب حارث ثقفی کی لونڈی سمیہ نامی سے ناجائز تعلقات قائم کر رکھے تھے۔ ان تعلقات کے نتیجہ میں اس لونڈی کے ہاں ایک ناجائز بچہ پیدا ہوا۔ بظاہر یہ لونڈی اسی طبیب کے ایک غلام کے نکاح میں تھی۔ یہ ناجائز بچہ "عبد الحارث" کے لقب سے مشہور ہوا۔ جوان ہونے پر شرافت و بلاغت اور خوش تقریری و خوش تحریری میں بڑا چرچا ہوا۔ دور دور تک پہچانا جانے

لگا۔ حتی کہ ایک دن قریش کے ایک سنجیدہ بزرگ عمرو بن عاص نے کہا۔ یہ لڑکا اگر قریش سے ہوتا۔ تو پورے عرب کو لاٹھی سے ہانکتا۔ ابوسفیان نے یہ سن کر کہا۔ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ مَنْ وَضَعَہٗ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ۔ خدا کی قسم! میں اس شخص کو بخوبی جانتا ہوں جس کا یہ نطفہ ہے۔ مجلس میں موجود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ وہ کون ہے۔؟ ابوسفیان نے کہا "وہ میں ہوں"۔ فرمایا بس رہنے دے۔

اسی زیاد بن سمیہ کی امام حسن کی شان میں گستاخی

زیاد بن ابیہ از آں کین وکید کہ از امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام و شیعیان آنحضرت در خاطر داشت چندانکہ توانست دوستان امیر علیہ السلام را بقتل و نہب و شکنج زحمت می کرد۔ سعید بن ابی سرج مولیٰ حبیب بن عبد الشمس از شیعیان علی علیہ السلام بود و در کوفہ می زیست چوں زیاد وارد کوفہ شد در خاطر نہاد کہ او را ماخوذ دارد و بقتل رساند سعید ایں معنی را تفرس کرد و از کوفہ فرار کردہ بمدینہ آمد و صورت حال را بعرض امام حسن علیہ السلام رسانید از آنسوے چوں زیاد فرار او را بدانست فرمان کرد تا خانۂ او را با خاک پست کردند و برادرش را و زن و فرزندش را بگرفتند و در مجلس خانہ افگندند و اموالش را بغارت بردند و ایں سعید از آں جملہ مردم بود کہ در کتاب مصالحۃ امام حسن علیہ السلام با معاویہ بشرط بود کہ مامون و مصون باشند بالجملہ امام حسن علیہ السلام بزیاد ابن ابیہ بدیں گونہ مکتوب کرد۔

مِنْ حَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ اِلٰی زِیَادٍ اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّکَ عَمَدْتَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ لَہٗ مَا لَھُمْ وَعَلَیْہِ مَا عَلَیْھِمْ فَھَدَمْتَ دَارَہٗ وَ

اَخَذْتَ مَالَہٗ وَحَبَسْتَ اَھْلَہٗ وَعِیَالَہٗ
فَاِنْ اَتَاکَ کِتَابِیْ ھٰذَا فَابْنِ لَہٗ دَارَہٗ
وَارْدُدْ عَلَیْہِ عِیَالَہٗ وَمَالَہٗ وَشَفِّعْنِیْ
فِیْہِ فَقَدْ اَجَرْتُہٗ وَالسَّلَامُ۔

(ناسخ التواریخ جلد دوم ص ۱۰۶ حالات امام حسن مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

زیاد بن ابیہ اس وجہ سے کہ اسے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض و کینہ تھا۔ آپ کے شیعوں سے بھی ناخوش تھا۔ اس وجہ سے جتنا ممکن ہوا اس نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے دوستوں کو تنگ کیا۔ کسی کو قتل کیا۔ کسی کو لوٹا اور کسی کو شکنجے میں کسا۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے شیعوں میں سے ایک شیعہ سعید بن ابی سرح تھا۔ جو کہ حبیب بن عبدالشمس کا مولی تھا۔ اس کی رہائش کوفہ میں تھی۔ جب زیاد کوفہ میں آیا۔ تو اس کے دل میں تھا۔ کہ وہ سعید بن ابی سرح سے مواخذہ کرے گا۔ اور اسے ہو سکا تو قتل کرے گا۔ سعید نے اس ارادے کو بھانپ لیا۔ لہٰذا کوفہ سے بھاگ کر مدینہ آگیا۔ اور تمام حالات امام حسن رضی اللہ عنہ کو سنائے۔ ادھر جب زیاد کو سعید کے فرار ہو جانے کا پتہ چلا۔ تو اس نے حکم دیا۔ کہ سعید کے گھر کو زمین بوس کر دیا جائے۔ اس کے بھائی، بیوی اور بچوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا جائے۔ اس کا مال متاع لوٹ لیا جائے۔

یہ سعید ابن ابی سرح ان حضرات میں سے ایک تھا۔ کہ امام حسن اور امیر معاویہ کے

درمیان طے پانے والے سمجھوتے میں جن کو مان دی گئی تھی۔ اور ان کی حفاظت کی ذمہ داری لی گئی تھی۔ مختصر یہ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے زیاد کی طرف یہ خط لکھا۔

من جانب حسن بن علی بطرف زیاد۔ اما بعد! تو نے اس شخص کو ستانے کا تہیہ کیا ہے۔ جو مسلمانوں کے نفع و نقصان میں برابر کا شریک ہے۔ تو نے اس کے گھر کو منہدم کر دیا۔ اس کا مال و متاع قبضہ میں لے لیا۔ اس کے اہل و عیال کو قید کر لیا۔ اگر تیرے پاس میرا یہ رقعہ پہنچے۔ تو سعید مذکور کے گھر کو تعمیر کروا دینا۔ اس کے بال بچوں کو واپس لوٹا دینا۔ میری سفارش اس کے حق میں قبول کر لینا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے بڑے حسن ظن کے ساتھ اس کو یہ خط لکھا۔ کیونکہ آپ یہ جانتے تھے۔ کہ یہ شخص میرے والد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا گورنر رہ چکا ہے۔ لہٰذا میرا رقعہ اس کے لیے بطور حکم نامہ کے ہوگا۔ اور فوراً عمل بجا لائے گا۔ لیکن اس نامراد اور بے اصل نے جو جواب دیا۔ وہ ہم درج ذیل کر رہے ہیں۔

ناسخ التواریخ:۔

مِنْ زِيَادِ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ اِلَى الْحَسَنِ ابْنِ فَاطِمَةَ اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ اَتَانِيْ كِتَابُكَ تَبْدَءُ فِيْهِ بِنَفْسِكَ قَبْلِيْ وَ اَنْتَ طَالِبُ حَاجَةٍ وَ اَنَا سُلْطَانٌ وَ اَنْتَ سُوْقَةٌ وَ تَاْمُرُنِيْ فِيْهِ بِاَمْرِ الْمُطَاعِ الْمُسَلَّطِ عَلٰى رَعِيَّتِهٖ كَتَبْتَ اِلَيَّ فِيْ فَاسِقٍ اٰوَيْتَهٗ اِقَامَةً مِّنْكَ عَلٰى سُوْءِ الرَّاْيِ وَ رِضًا مِّنْكَ بِذٰلِكَ وَ اَيْمُ اللّٰهِ لَا تَسْبِقُنِيْ بِهٖ

وَ لَوْ كَانَ بَيْنَ جِلْدِكَ وَ لَحْمِكَ فَاِنَّ اَحَبَّ لَحْمٍ عَلَيَّ اَنْ اٰكُلَهُ اللَّحْمُ الَّذِيْ اَنْتَ مِنْهُ فَسَلِّمْهُ بِجَرِيْرَتِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ اَوْلٰى بِهٖ مِنْكَ فَاِنْ عَفَوْتُ عَنْهُ لَمْ اَكُنْ شَفَّعْتُكَ فِيْهِ فَاِنْ قَتَلْتُهُ لَمْ اَقْتُلْهُ اِلَّا لِحُبِّهٖ اَبَاكَ الْفَاسِقَ۔ وَ السَّلَامُ ۔

(ناسخ التواریخ حالات حضرت امام حسن
جزء دوم از کتاب پنجم ص ۱۰۷
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

از زیاد بن ابو سفیان بطرف حسن بن فاطمہ۔ اما بعد

تمہارا خط مجھے ملا۔ تم نے اس میں میرے نام سے پہلے اپنا نام لکھا ہے۔ حالانکہ تم ضرورت مند ہو۔ اور میں بادشاہ ہوں۔ تم ایک بازاری آدمی ہو اور مجھے یوں حکم دے رہے ہو جس طرح کوئی رعایا پر مسلط حاکم حکم دیتا ہے تم نے مجھے ایک بدکردار اور فاسق شخص کے بارے میں لکھا جو تمہاری پناہ میں ہے۔ لیکن یہ تمہاری بری عادت ہے۔ اور تمہاری خوشنودی بھی غلط ہے۔ خدا کی قسم! تم اس کے متعلق زبردستی فیصلہ نہیں کروا سکتے۔ اگر وہ شخص تمہارے گوشت پوست میں بھی سما جائے۔ تو مجھے اس گوشت سے بڑھ کر کوئی دوسرا گوشت مرغوب نہ ہوگا۔ لہٰذا یہی بہتر ہے۔ کہ تم اُسے اپنے سے بہتر (یعنی مجھ) کو سپرد کر دو۔ اگر میں نے اُسے معافی دے دی۔ تو یہ اس وجہ سے نہ ہوگی۔ کہ تمہاری سفارش مانی گئی۔ اور اگر میں نے اُسے جان سے مار ڈالا۔ تو یہ اس

لیے ہوگا۔ کہ وہ تیرے فاسق باپ سے محبت کرتا ہے۔
یہ خط جب امام حسن رضی اللہ عنہ کو ملا۔ تو آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کو ایک خط تحریر فرمایا۔ جس میں اس زیاد کی زیادتیوں کا ذکر تھا۔ اس کے ساتھ ہی امام موصوف نے زیاد کی طرف سے ملنے والا مندرجہ بالا خط بھی روانہ کر دیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پڑھ کر زیاد پر سخت غصہ آیا۔ پھر آپ نے زیاد مذکور کو درج ذیل الفاظ پر مشتمل خط لکھا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زیاد ابن سمیہ کی طرف خط

ناسخ التواریخ :۔

أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ بَعَثَ إِلَيَّ بِكِتَابِكَ إِلَيْهِ جَوَابًا عَنْ كِتَابٍ كَتَبَهُ إِلَيْكَ فِي ابْنِ سَرْحٍ فَأَكْثَرْتُ الْعَجَبَ مِنْكَ وَ عَلِمْتُ أَنَّ لَكَ رَأْيَانِ أَحَدُهُمَا مِنْ أَبِي سُفْيَانَ وَ الْآخَرُ مِنْ سُمَيَّةَ فَأَمَّا الَّذِي مِنْ أَبِي سُفْيَانَ فَحِلْمٌ وَحَزْمٌ وَأَمَّا الَّذِي مِنْ سُمَيَّةَ فَمَا يَكُونُ مِنْ رَأْيٍ مِثْلِهَا مِنْ ذٰلِكَ كِتَابُكَ إِلَى الْحَسَنِ تَشْتِمُ أَبَاهُ وَ تَعْرِضُ لَهُ بِالْفِسْقِ وَلَعَمْرِي إِنَّكَ أَوْلَى بِالْفِسْقِ مِنْ أَبِيهِ فَأَمَّا أَنَّ الْحَسَنَ بَدَءَ بِنَفْسِهِ إِرْتِفَاعًا عَلَيْكَ فَإِنَّ ذٰلِكَ لَا يَضَعُكَ لَوْ عَقَلْتَ وَ أَمَّا

تَسَلُّطُهُ عَلَيْكَ بِالْاَمْرِ فَحَقٌّ لِمِثْلِ
الْحَسَنِ اَنْ يَّتَسَلَّطَ وَ اَمَّا تَرْكُكَ فِيْمَا
شَفَعَ فِيْهِ اِلَيْكَ فَحَظٌّ دَفَعْتَهُ عَنْ
نَفْسِكَ اِلٰى مَنْ هُوَ اَوْلٰى بِهٖ مِنْكَ فَاِذَا وَرَدَ
عَلَيْكَ كِتَابِيْ فَخَلِّ مَا فِيْ يَدَيْكَ لِسَعْدِ بْنِ
اَبِيْ سَرْحٍ وَ ابْنِ لَهُ دَارَهُ وَ ارْدُدْ عَلَيْهِ
مَالَهُ وَلَا تَعْرِضْ لَهُ فَقَدْ كَتَبْتُ اِلَى
الْحَسَنِ اَنْ يُّخَيِّرَهُ اِنْ شَآءَ اَقَامَ عِنْدَهُ
وَ اِنْ شَآءَ رَجَعَ اِلٰى بَلَدِهٖ وَلَا سُلْطَانَ لَكَ
عَلَيْهِ لَا بِيَدٍ وَلَا لِسَانٍ اَمَّا كِتَابُكَ اِلَى الْحَسَنِ
بِاِسْمِهٖ وَاِسْمِ اُمِّهٖ وَلَا تَنْسُبُهُ اِلٰى اَبِيْهِ
فَاِنَّ الْحَسَنَ وَيْحَكَ مَنْ لَا يُرْمٰى بِهِ الرَّجَوَانِ
وَاِلٰى اَيِّ اُمٍّ وَكَلْتَهُ لَا اُمَّ لَكَ اَمَا عَلِمْتَ
اَنَّهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ) فَذٰلِكَ اَفْخَرُ لَهُ لَوْ كُنْتَ
تَعْقِلُهُ ۔

(ناسخ التواریخ حالات امام حسن ۔
جز دوم ص ۱۰۸ / مطبوعہ تہران ،
طبع جدید)

ترجمہ:۔

اما بعد! حسن بن علی نے تیرا وہ رقعہ میرے پاس بھیجا جو تو نے ان کے خط

کے جواب میں انہیں لکھا تھا۔ جس میں ابن سرح کے متعلق لکھا تھا۔ مجھے بڑا تعجب ہوا
میں نے جان لیا۔ کہ تو دو غلا آدمی ہے۔ تیرے اندر ایک رائے ابو سفیان کی اور
دوسری سمیہ کی ہے۔ ابو سفیان کا حلم اور پختہ ارادہ تجھ میں ہے۔ اور سمیہ کا حصہ
وہ ہے۔ جو امام حسن کی طرف لکھے گئے خط سے نظر آتا ہے۔ تو نے ان کے والد
کو فاسق کہا اور انہیں گالیاں بکیں۔ خدا کی قسم! ان کے باپ کی بہ نسبت تو فسق کا زیادہ
حق دار ہے۔ رہا یہ کہ امام حسن نے اپنا نام تجھ سے قبل کیوں لکھا۔ تو اس سے تیرا
کیا نقصان ہو گیا۔ رہا ان کا تجھ پر تسلط تو یہ ان کو ہی شایاں ہے۔ اور ابن سرح
کے بارے میں آپ نے جو کچھ امام پر چھوڑ دیا۔ تو تو نے اپنے سے بہتر شخص کے
معاملہ سپرد کر دیا ہے۔ جب میرا خط تجھ تک پہنچے۔ تو سعد بن ابی سرح کی تمام
اشیاء کی خلاصی کر دینا۔ اس کا گھر بنوا دینا۔ اور اس کا مال و متاع اس کو واپس کر دینا
اس میں رکاوٹ مت بننا۔ میں نے امام حسن کو لکھ دیا ہے۔ کہ وہ اپنی مرضی
سے ابن سرح کو اپنے پاس رکھیں۔ یا واپس گھر بھیج دیں۔ تجھے اس پر کوئی
حکمرانی نہیں۔ نہ ہاتھ کے ذریعہ اور نہ زبان کے ذریعہ۔ نیز رقعہ امام حسن کے
نام اس طرح لکھنا کہ ان کو ان کی والدہ کی نسبت سے لکھا۔ حالانکہ ہم سب ان
کو باپ کی طرف نسبت کر کے بلاتے ہیں۔ تو سن لے۔ امام حسن ان لوگوں
میں سے ہے۔ جن پر کوئی حرف زنی نہیں کر سکتا۔ تیری ماں برباد ہو۔ تو تجھے
پتہ ہے۔ انہیں کس ماں کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے۔ کیا تجھے پتہ ہے۔
وہ فاطمہ ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر ہیں۔ یہ نسبت امام حسن رضی اللہ عنہ
کے لیے قابل فخر ہے۔ لیکن تجھے عقل آئے تو۔

زیاد بن سمیہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو جن الفاظ سے مخاطب کیا آپ نے پڑھ لیا
اسی بدذات کا بیٹا عبید اللہ بن زیاد ہے۔ جس نے اپنے باپ کی کسر بھی پوری کر دی۔

یہی وہ شخص ہے جس نے میدانِ کربلا میں امام حسین اور دیگر افراد اہل بیت پر جو مظالم ڈھائے ان کے تذکرہ سے زمین و آسمان کانپ اٹھتے ہیں۔ اس زیاد ولد الزنا کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فارس کا گورنر بنایا۔ لوگوں کو نمازیں پڑھاتا رہا۔ بقول اہل تشیع لوگوں کی نمازیں برباد کرتا رہا۔

ان تمام خرابیوں کے باوجود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسے معزول نہ کیا اس کا عامل بنے رہنا جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے باعث الزام وطعن نہیں بنا۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بدکردار عامل ان کے لیے کیونکر موردِ طعن بن گئے۔ آخر کوئی معیار اور ترازو ہونا چاہیے جس پر سب کو تولا جا سکے۔

جواب کا خلاصہ:۔

اہل سنت کے نزدیک خلیفہ کے لیے اس کے اجتہاد اور صواب دید پر یہ بات موقوف ہے۔ کہ کسی کو عامل مقرر کرے یا کسی مقرر شدہ کو معزول کر دے۔ یہ ضروری نہیں کہ جس کو خلیفہ عامل مقرر کر دے۔ تو وہ تقرری کے بعد صحیح الاعتقاد اور نیک کردار ہی رہے یہ اس کا ذاتی فعل ہے۔ خلیفہ اس کا ذمہ دار نہیں۔ ہمارے نزدیک جس طرح خلیفہ کے لیے معصوم ہونا شرط نہیں۔ اسی طرح اس کا عالم الغیب ہونا بھی مشروط نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ خلیفہ اسلام کی سربلندی اور ملک و ملت کی اصلاح و ترقی کے لیے جو ضروری سمجھے وہ ضرور قدم اٹھائے۔ لہٰذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان اصولوں کے قیام و استحکام کی خاطر ہر ضروری قدم اٹھائے۔ اس میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ تقدیر میں جام شہادت نوش کرنا لکھا ہوا تھا اس لیے تدریجی طور پر حالات وہ رخ اختیار کرتے رہے جس کا مآل آخر نتیجہ شہادت کی صورت میں رونما ہونا تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عمال پر بدکرداری کا الزام جتنا جائیں لگائیں لیکن

ایک بات شیعوں کو ماننی پڑے گی۔ کہ آپ کے عمال بہر حال وفادار تھے۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عمال بدکردار ہوتے ہوئے انتہا درجہ کے بے وفا تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطوط میں انہیں خائن غادر کہا۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں۔ جن کے ظلم کی دنیا میں مثال نہیں ملتی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور خاندانِ اہل بیت پر مظالم ڈھانے والے چار آدمی مشہور ہیں۔ یزید۔ شمر، ابن سعد اور ابن زیاد۔ لیکن شیعہ تاریخ یہ فیصلہ کرتی ہے۔ کہ ان تمام کو مات کرنے والا اور اخبث شخص ابن زیاد ہے۔ جو اسی زیاد کا بیٹا ہے جس کو حضرت علی نے عامل فارس بنایا تھا۔

منتخب التواریخ :-

مخفی نہ ماند کہ ظاہرا ابن زیاد از یزید وازابن سعد و شمر

اخبث وارزل بودہ وشاہد برایں زیاد است۔

(منتخب التواریخ ص ۲۴۲ / باب

پنجم در تاریخ شہادت خامس

آل عبا مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :-

معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ابن زیاد ظاہری طور پر یزید، ابن سعد اور شمر سے بڑھ کر خبیث تھا۔ اور ان تمام سے زیادہ ذلیل بھی تھا۔ اس کے خبیث ترین اور ذلیل ترین ہونے کی دلیل اس کا باپ ہے (کیونکہ اس کا باپ حرام زادہ تھا۔ جب وہ ذلیل اور خبیث تھا۔ تو بیٹا کب اس سے کم ہوگا۔

جواب دوم

خلافتِ عثمانی میں معزول شدہ عمال کے عزل کا مختصر تذکرہ!

کوفہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کوفہ کے پانچ گورنر رہے جن میں تین اموی اور دو گورنر غیر اموی تھے۔ دوسرے اموی یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے۔ سب سے پہلے دورِ عثمانی میں کوفہ کی گورنری صحابیٔ رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ کے پاس تھی۔ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور سے اس عہدہ پر کام کرتے چلے آرہے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ کوفہ کی گورنری سے انہیں معزول کر کے ان کی جگہ سعد بن ابی وقاص کو گورنر بنایا جائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس وصیت کے مطابق جناب مغیرہ کو معزول کر

دیا۔ اور حضرت سعد کو یہ منصب دے دیا۔ تاریخ شیعہ کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:۔

چوں سہ روز از جلوس عثمان بر مسند خلافت سپری شد سعد بن ابی وقاص را طلب داشت وفرمود عمر بن الخطاب وصیت کرد کہ از پس من ہر کہ زمام خلافت بدست گیرد سعد را کار فرماید پس فرمان کرد کہ مغیرہ بن شعبہ از کوفہ عائد و رکاہ شود و حکومت کوفہ با سعد بن ابی وقاص مفوض داشت۔

(۱۔ ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲ ص ۱۵)
ذکر مامور داشتن عثمان بن عفان خویش الخ
مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ الکامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ نمبر ۷۹
ذکر عزل مغیرہ۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)
(۳۔ تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۶۸
ذکر ایام عثمان بن عفان مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مسند خلافت پر بیٹھے ابھی تین دن گزرے تھے۔ کہ آپ نے سعد بن ابی وقاص کو طلب فرمایا۔ اور کہا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی ہے۔ کہ جو شخص ان کے بعد خلافت کی باگ دوڑ سنبھالے۔ وہ سعد بن ابی وقاص کو گورنر مقرر کر دے۔ لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا۔ کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفہ سے واپس آجائیں

اور کوفہ کی گورنری حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں۔

شیعہ تاریخ نے یہ واضح کر دیا۔ کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی معزولی کسی بدکرداری یا خیانت وظلم کے نتیجہ میں نہ ہوئی تھی۔ بلکہ وقتی بہتری کے تقاضہ کے پیش نظر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وصیت کو جاری فرمایا۔ ان کی معزولی کے بعد جنہیں کوفہ کی گورنری سپرد کی گئی۔ وہ بھی ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ لہذا ایک صحابی گورنر کی معزولی اور دوسرے صحابی کی تقرری کسی طرح بھی قابل اعتراض نہیں ہو سکتی کیونکہ وقت کے تقاضوں کے پیش نظر نصب وعزل ہی مناسب تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب ضرورت پڑی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پھر انہی حضرت مغیرہ بن شعبہ کو دوبارہ ایک اور علاقہ کا والی مقرر کر دیا۔ اگر کسی خیانت و بددیانتی کی وجہ سے ان کی معزولی ہوتی تو دوبارہ تقرری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ علاقہ مسقط پر بحیثیت عامل ان کی تقرری اہل تشیع کی کتاب سے ملاحظہ ہو۔

تاریخ یعقوبی :-

فَوَلّٰی عُثْمَانُ حُذَیْفَۃَ بْنَ الْیَمَانِ الْعَبَسِیِّ ثُمَّ صَرَفَہٗ وَوَلّٰی الْمُغِیْرَۃَ بْنَ شُعْبَۃَ۔

(تاریخ یعقوبی ص ۱۶۸/ جلد دوم)

ترجمہ :-

(جب مسقط کا عامل جہاد میں شہید ہو گیا۔) تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ بن الیمان کو مسقط کا والی مقرر فرمایا۔ پھر انہیں ہٹا کر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو مسقط کی گورنری سپرد کی گئی۔

کیا اہل تشیع حضرت مغیرہ کو جلیل القدر صحابی مانتے ہیں

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی معزولی پر برافروختہ ہونے والوں کی ناراضگی اور اس کو حضرت عثمان غنی پر طعن کا سبب بنانا کر انہوں نے "جلیل القدر صحابی" کو معزول کر دیا یہ کیا ان کے ہاں حقیقت ہے۔ انہی معترضین کا عقیدہ ہے۔ کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مکار اور ملعون تھے۔ (معاذ اللہ) حوالہ دیکھئے۔

منتخب التواریخ:۔

در سنہ چہل و ہشت مغیرہ ابن شعبہ ملعون کہ حاکم کوفہ بود بدرک واصل گردید۔

(منتخب التواریخ باب چہارم ص ۲۱۵)

ترجمہ

سنہ ۴۸ ہجری میں کوفہ کا گورنر مغیرہ بن شعبہ ملعون جہنم میں پہنچ گیا۔ (انتقال ہو گیا۔)

منتخب التواریخ:۔

واو یکے از چہار نفری است۔ کہ از مکاران شمردہ شدہ اند معاویہ ابن ابی سفیان و عمرو بن العاص و مغیرہ ابن شعبہ و

زیاد ابن ابیہ۔

(منتخب التواریخ باب سوم ص ۱۴۴)

ترجمہ:۔

مغیرہ ابن شعبہ ان چار مکاروں میں سے ایک ہیں۔ جن کو لوگ فریبی کہتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ معاویہ ابن ابی سفیان۔ عمرو بن العاص۔ مغیرہ بن شعبہ۔ زیاد بن ابیہ۔

ان دو عدد حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو مکار اور ملعون سمجھتے ہیں۔ تو ایسے شخص کی معزولی پر انہیں خوشی منانی چاہیئے تھی۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس پرستائش کرنی چاہیئے تھی۔ لیکن جناب مغیرہ کی معزولی کے غم نے انہیں نڈھال کر دیا اور تاقیامت اس پر سر پیٹ رہے ہیں۔ آخر یہ کیا ہے؟ معلوم ہوا انہیں تو حضرت عثمان پر طعن کرنا مقصود رہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی معزولی کے اسباب

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی بحیثیت گورنر کوفہ سے سبکدوشی کے بعد ان کی جگہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا۔ جن وجوہات کی بنا پر حضرت سعد کو معزول کرنا پڑا وہ مختصراً یہ ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کے دور گورنری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیت المال کے خازن تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کچھ رقم بطور قرض لی لیکن وقت آنے پر ادا نہ کر سکے۔ اس وجہ سے دونوں کے درمیان

تنازع ہوا۔ اس کی اطلاع حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچی۔ تو آپ نے دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے ۲۶ھ میں حضرت سعد کو معزول کر کے ان کی جگہ ولید بن عقبہ کو گورنر مقرر کر دیا۔ عبد اللہ بن مسعود اپنے عہدے پر ہی رہے۔

ناسخ التواریخ:

دوست آویز حضرت عثمان در عزل سعد بن ابی وقاص این بود کہ ہنگام حکومت سعد در کوفہ عبد اللہ بن مسعود عامل بیت المال آں بلدہ بود و سعد برسم قرض مبلغی از بیت المال ماخوذ داشتہ و ادائے آں کار بمسامحت و مماطلت می گزاشت چندانکہ میان ابن مسعود و او کار مناظرہ و مشاجرہ انجامید ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص برادر زادہ سعد حاضر مجلس بود گفت دریغ میخورم کہ میان دو تن از صنادید اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از بہر حطام دنیوی کہ بیشتر سے نیرزد کار بمبارات و معادات رود و بزلال نصیحت آتش خشم ایشاں را فرو نشاند۔ پس عبد اللہ بن مسعود از مجلس بیرون شد و جماعتی برائے اخذ وجوہ بیت المال درمیانہ میانجی ساخت و سعد ادائے آں دین را مہلتے مقرر داشت چوں ایں قصہ بعثمان بر داشتند ابن مسعود را بر سر عمل باز داشت و سعد را از عمل باز کردہ بسوئے مدینہ طلب فرمود۔ ولید بن عقبہ را کہ ایں وقت عامل جزیرہ بود مکتوب کرد کہ بکوفہ رود و امارت آں ولایت را خاص خویش داند۔

(۱۔ ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲ ص ۲۳۱ ذکر وقائع سال بیست و پنجم مطبوعہ تہران)

(۲۔ تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۶۵ مطبوعہ بیروت۔ جدید)

(۳۔ الکامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۸۲ ذکر عزل سعد عن الکوفہ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ ان کی (سعد) گورنری کے دوران کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیت المال کے عامل تھے۔ حضرت سعد نے ان سے کچھ رقم بطور قرض لی لیکن اس کی ادائیگی میں کچھ تاخیر سے کام لیا۔ حتیٰ کہ دونوں کے درمیان مناظرہ اور اختلاف رونما ہو گیا۔ مجلس میں حضرت سعد کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ بھی موجود تھے۔ کہنے لگے افسوس ہے کہ تم جیسے دو عظیم صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم محض دنیوی ٹکوں کی خاطر آپس میں ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے ہیں۔ نصیحت کے میٹھے پانی سے ان کی باہمی رنجش کو بجھانے کی کوشش کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مجلس سے باہر چلے گئے۔ اور بیت المال کی رقوم کی واپسی کے لیے ایک کمیٹی مقرر کر دی۔ ادھر حضرت سعد نے قرض کی ادائیگی کے لیے مہلت طلب کر لی۔ جب یہ قصہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو اسی عہدہ پر مقرر رکھا۔ اور جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو مدینہ بلوا لیا۔ جزیرہ کے عامل ولید بن عقبہ کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ اور تحریر لکھ دی۔ کہ کوفہ جا کر اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔

یہ تھے مختصر اسباب جن کی بنیاد پر حضرت سعد بن ابی وقاص کی معزولی عمل میں آئی۔ ان میں کوئی بھی حسد اور عناد کارفرما نہیں۔ بلکہ ایک وقتی مصلحت کے پیش نظر یہ سب کچھ ہوا۔ قرض کی بروقت ادائیگی نہ کرنے سے ان کے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے درمیان جو اختلاف رونما ہو چکا تھا۔ اسے کنٹرول کرنے کے لیے یہ قدم ضروری تھا۔ تاکہ لوگوں کا بیت المال پر اعتماد بحال رہ سکے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص پر نہ تو خیانت کا کوئی الزام

لگایا گیا۔ اور نہ ہی کسی پر زیادتی اور ظلم کی شکایت تھی۔ یہ الزام لگایا بھی کیسے جاتا۔ کیونکہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ صرف ایک موہوم فتنہ کو دبانے کی خاطر یہ اصلاحی قدم اٹھایا گیا۔

ولید بن عقبہ اگرچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اخیافی بھائی ہے۔ لیکن اس کی تقرری اقربا پروری کے ضمن میں نہیں آتی۔ کیونکہ حضرت فاروق اعظم کے دور سے ہی یہ شخص جزیرہ کا عامل چلا آ رہا ہے۔ اُس کی تقرری حضرت عثمان نے نہیں کی تھی۔ صرف تبادلہ حضرت عثمان نے کیا۔ ہم گزشتہ اوراق میں یہ امر ثابت کر چکے ہیں۔ کہ عامل کی تقرری اور معزولی کا اختیار خلیفہ کو ہوتا ہے۔ اور اس اختیار کو استعمال کرنے پر انہیں موردالزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ یہاں تو صرف ایک جگہ سے دوسری جگہ تبادلہ ہی کیا گیا۔ کیا معترضین اس کو بھی قابل طعن گردانتے ہیں۔ بہر حال اس تبادلہ کی وجہ تاریخ کے اوراق میں ثابت ہے۔

کامل ابن اثیر:۔

وَقَدِمَ الْكُوفَةَ وَالِيًا عَلَيْهَا وَاَقَامَ عَلَيْهَا خَمْسَ سِنِيْنَ وَهُوَ اَحَبُّ النَّاسِ اِلٰى اَهْلِهَا۔

ترجمہ:۔

جب ولید بن عقبہ کوفہ کا گورنر بن کر آیا۔ تو وہاں پانچ سال تک اس عہدے پر رہا۔ اور یہ شخص اہل کوفہ کی نظر میں بہت محبوب تھا۔

(کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ نمبر ۸۳ ذکر عزل سعد عن الکوفہ ولایتہ ولید بن عقبہ)

اس کے علاوہ جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ شخص مذکور نا اہل تھا۔ اور حضرت عثمان غنی نے صرف اپنی برادری کے لحاظ سے اسے عامل مقرر کیا تھا۔ یہ اعتراض بھی ایسا ہے۔ کہ

تاریخ کی ورق گردانی اسے غلط اور لغو قرار دیتی ہے۔ جس کی تفصیل عنقریب ایک مستقل فصل میں آ رہی ہے:۔

ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص کی معزولی کے اسباب

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۲۹ھ میں اہل کوفہ نے ولید بن عقبہ پر الزام لگایا کہ شراب نوشی کرتا ہے۔ لہٰذا اس شکایت پر حضرت عثمان نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ سعید بن العاص کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ لیکن اہل کوفہ نے ان کے خلاف بھی پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ ان کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کو عامل مقرر کیا گیا۔ جو شہادتِ حضرت عثمان تک اور اس کے بعد بھی یہاں کے عامل رہے حوالہ ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:۔

آنگاہ ابوموسیٰ اشعری را بحکومت کوفہ فرستاد۔

(ناسخ التواریخ جلد ۳ ص ۲۳۲)

ترجمہ:۔

سعید بن العاص کی معزولی کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری کو کوفہ کا گورنر مقرر کر کے وہاں بھیجا گیا۔

ثابت ہوا کہ:۔

کوفہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جن عمال کی تقرری کی یا معزولی کا حکم صادر فرمایا۔ ان میں سے دو (ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص کی تقرری اموی خاندان

سے ہوئی۔ اور بقیہ تین یعنی مغیرہ بن شعبہ، سعد بن ابی وقاص اور ابو موسیٰ اشعری غیر اموی تھے اس حقیقت حال کو سامنے رکھ کر ہر شخص یہ فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہاں تک اپنوں کو عہدوں سے نوازا اور غیر رشتہ داروں کے لیے کہاں تک دروازے بند کر دیئے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت عثمان پر اقربا پروری کا الزام محض حسد اور کینہ کی پیداوار ہے۔ سچائی اور حقیقت کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

بصرہ

حضرت ابوموسٰے اشعری کی معزولی کے اسباب

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں بصرہ کے گورنر مقرر ہوئے تھے۔ ان کی تقرری دور عثمان کی نہیں۔ اہل بصرہ عادی طور پر شر پسند اور تخریب کار لوگ تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں تو ان کی شرارت دبی رہی۔ کیونکہ فاروقی رعب و دبدبہ ان پر حاوی تھا۔ لیکن دورِ عثمانی میں جب وہ بات نہ رہی۔ تو اہل بصرہ نے پرانی روش اپنانی شروع کر دی۔

حضرت ابوموسٰے اشعری کے خلاف باتیں ہونے لگیں۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی بردباری اور علم سے کام لے کر ابوموسیٰ اشعری کو معزول کر دیا تاکہ اہل بصرہ کی زبانیں بند ہو جائیں۔ ان کی معزولی میں کسی خیانت بددیانتی کا کوئی دخل نہ تھا اور نہ ہی یہ بات تھی۔ کہ ان کو معزول کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے کسی رشتہ دار کو وہاں کا گورنر مقرر کرنا چاہتے تھے۔ تاریخ شیعہ سے اس کی شہادت سنیئے۔

روضۃ الصفا:

در خلال ایں احوال مردم بصرہ از والیٔ خویش ابوموسیٰ اشعری کراز مدت مدید

حکومت انجا باو بود شکایت کردند بنابراین معزول گشت۔

(روضۃ الصفاء جلد ۲ ص ۴۶۷)

ترجمہ:۔

ان حالات میں بصریوں نے حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ کی شکایتیں کرنا شروع کردیں۔ جو ایک لمبی مدت تک بصرہ کے گورنر رہے تھے۔ ان شکایات کی بنا پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کردیا۔

ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ کی معزولی ۲۸ھ میں ہوئی۔ ان کی جگہ حضرت عثمان نے اپنے خالزاد بھائی عبداللہ بن عامر کو گورنر مقرر کیا۔ حضرت عثمان کی شہادت کے وقت بھی یہ گورنر تھا۔ لیکن اس تقرری میں حضرت عثمان غنی کو اقرباء پروری ہرگز مقصود نہیں تھی۔ اور یہ کہنا کہ صحابی رسول کو معزول کرکے اپنے خالزاد بھائی کو گورنر بنانا غلط تھا۔ خود ہی غلط ہے۔ رہا یہ کہ یہ عبداللہ بن عامر نااہل تھا۔ امور سلطنت سے ناآشنا تھا۔ تو اس کا تفصیلی رد اگلے صفحات پر آرہا ہے۔ لہٰذا محض رشتہ دار ہونے کی وجہ سے حضرت عثمان پر اقرباء پروری کا الزام اور خود عبداللہ بن عامر کو نااہل قرار دینا جس کی کوئی دلیل نہ ہو۔ کون ذی عقل ایسا الزام لگاتا ہے۔ اور کون صاحبِ خرد اس قسم کے الزامات کی طرف دھیان دیتا ہے۔ اسی عبداللہ بن عامر کی فتوحات پر تاریخ شاہد ہے۔ جو اس کی امور سلطنت میں اس کی بصیرت کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔

یہ بھی ذہن نشین رہے۔ کہ حضرت ابوموسٰی اشعری نے معزولی پر جو آخری خطاب اہلِ بصرہ سے کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ انہیں اس معزولی سے کوئی ناراضگی نہ تھی۔ اور اپنی جگہ نئی تقرری پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ بلکہ نئے گورنر کی آمد ان الفاظ سے بیان کی۔

تاریخ یعقوبی:۔

فَلَمَّا بَلَغَ اَبَا مُوْسٰی وَلَایَۃُ عَبْدِ اللّٰہِ

بْنَ عَامِرٍ قَامَ خَطِيْبًا فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ وَصَلّٰى عَلٰى نَبِيِّهٖ ثُمَّ قَالَ قَدْ جَآءَكُمْ غُلَامٌ كَثِيْرُ الْعَمَّاتِ وَالْخَالَاتِ وَالْجَدَّاتِ فِيْ قُرَيْشٍ يُفِيْضُ عَلَيْكُمُ الْمَالَ فَيْضًا۔

(تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۶۶ طبع بیروت جدید)

ترجمہ:۔

جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا۔ کہ میری جگہ عبداللہ بن عامر گورنر بن کر آرہا ہے۔ تو آپ نے اہل بصرہ کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ اللہ کی تعریف وثناء اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر صلوٰۃ وسلام کے بعد تمہارے پاس ایک نوجوان گورنر آرہا ہے۔ جو قریشی ہے۔ اس کی چچیاں پھوپھیاں اور دادیاں بکثرت ہیں۔ وہ تم پر پانی کی طرح مال بہائے گا۔

نوٹ:۔

تاریخ کی اکثر کتب میں "کریم العمات الخ" کے الفاظ آئے ہیں۔ جن کا معنی ہے۔ کہ اس کی چچیاں وغیرہ نہایت سخی عورتیں ہیں۔ لیکن تاریخ یعقوبی کے مصنف نے اپنی شیطنت سے اسے تبدیل کر کے "کثیر العمات" لکھ دیا۔ بہرحال حضرت ابو موسیٰ اشعری سے حضرت عثمان کو کوئی ناراضگی نہ تھی۔ بلکہ ایک وقتی مصلحت اور اصلاح کی خاطر ایسا کیا گیا۔ یہی ابو موسیٰ اشعری ہیں کہ جنہیں انہی حضرت عثمان غنی نے حالات کا جائزہ لے کر کوفہ کی گورنری دوبارہ دی تھی جو شہادت عثمان کے بعد بھی جاری رہی۔ حوالہ کے لیے ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۲۳۲۔ اور تاریخ یعقوبی ص ۱۷۶/ کو دیکھ لیا جائے۔

مصر

حضرت عمرو بن العاص رض کی معزولی کے اسباب

سیدنا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں ہی مصر کے گورنر مقرر ہو چکے تھے۔ یہ مصر وہ جگہ تھی۔ کہ مملکت اسلامیہ کی اس سرحد کے ساتھ ساتھ غیر مسلمان حکومتیں تھیں۔ جن کے ساتھ ہر وقت جذبہ جہاد کے ساتھ روابط رکھنے ضروری تھے۔ آئے دن رومیوں کے ساتھ جھڑپیں ہوتی تھیں۔ چنانچہ ۲۵ھ میں حضرت عثمان غنی ذوالنورین نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اسکندریہ پر حملہ کر کے اسے فتح کرنے کے لیے مامور فرمایا۔ یہ شہر پہلے ایک مرتبہ مسلمانوں کے زیر تصرف آ چکا تھا۔ لیکن رومی بادشاہ قسطنطین نے دوبارہ حاصل کر لیا تھا۔ عمرو بن العاص کی روانگی پر وہاں کے انتظامی امور کی انجام دہی کے لیے کسی باشعور اور صاحب فراست شخص کی ضرورت تھی۔ جو لوگوں سے خراج کی وصولی کرتا اور پھر بیت المال کی حفاظت بھی کرتا۔ اس کام کے لیے حضرت عثمان غنی نے جناب عبد اللہ بن ابی سرح کو مقرر فرمایا۔ جو رشتہ کے اعتبار سے ان کے رضاعی بھائی تھے۔ انہوں نے اپنی تقرری کے بعد بیت المال کے نظام کو بڑے احسن

طریقہ سے چلایا۔ حتیٰ کہ مصر کا خزانہ بھر گیا۔ اس کا تذکرہ ان کی سیرت و کردار کے باب میں کریں گے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اسکندریہ کی فتح سے واپس پلٹے۔ یہ پہلے سے ہی مصر کے گورنر چلے آرہے تھے۔ لیکن اب عبداللہ بن ابی سرح کے ہاتھ میں بیت المال کا کنٹرول آنے سے دونوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ جس کے نتیجے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جناب عمرو بن العاص کو معزول کر دیا۔

اور ان کی جگہ عبداللہ بن سرح کو گورنر کر دیا۔ عبداللہ بن ابی سرح کے فتح افریقہ کی صورت میں کارہائے گرانمایہ سامنے آچکے تھے۔ ملک کے حالات پر کنٹرول کرنا بھی بخوبی جانتے تھے۔ لہٰذا ان خوبیوں کے پیش نظر حضرت عثمان غنی نے اپنی رائے اجتہاد سے ان کی تقرری کا فیصلہ فرمایا۔ اسی بات کی تائید و تصدیق کتب شیعہ میں یوں موجود ہے۔

ناسخ التواریخ:۔

عبداللہ بن ابی سرح و نام ابی سرح حسام است ہو حسام بن الحارث حبیب بن جذیمہ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی بفرمان عمر بن الخطاب در بلدہ فیوم کارگزار بود ایں وقت مردم مصر بعثمان بن عفان مکتوب کردند کہ قسطنطین باد شاہ روم متوبل خصی را بالشکر باسکندریہ فرستاد تا آں بلدہ را دیگر بارہ فرد گرفت صواب چناں می نماید کہ عمرو بن العاص برحسب فرمان بہ اسکندریہ تاختن کند۔ و دفع دشمن فرماید لاجرم عثمان فرمان کرد تا عمرو بن العاص طریق اسکندریہ گرفت و بالشکر روم رزمہائے نیکو داد اسکندریہ را از دشمن تہی ساخت ہم چناں از بعد دیگر عثمان عبداللہ بن سعد بن ابی سرح را فرمان کردہ کہ بمصر آمد۔ خراج خاص او باشد و عمرو بن العاص در نظم مملکت و مہمات

ملک روزگار برد۔

منشور عثمان را در فیوم بعبداللہ بن سعد آوردند و او برائے نظم فیوم واطراب مردی از قبل خود بگماشت وطریق فسطاط مصر برداشت و در فسطاط بود تا اسکندریہ کشادہ شد و عمرو بن العاص مراجعت نمود چوں بقانون است کہ دو شمشیر در یک نیام و دو شیر در یک کنام راست نیائید۔ میان عمرو بن العاص و عبداللہ بن سعد کار بمعادات و مبارات کشید و ہر دو در کار یک دیگر خلل ہمی کردند وثلمہ انداختند و نزدیک عثمان شکایت وسعایت نگاشتند ایں ہنگام عثمان عمرو بن العاص را یکبار از حکومت مصر معزول ساخت و فرمان گزاری مصر و اسکندریہ را گوش تا گوش با عبداللہ بن سعد گزاشت۔

(ناسخ التواریخ حالات خلفاء جلد ۳ ص ۱۲۰)

ترجمہ:۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بن حارث بن حبیب بن خذیمہ بن نصر بن مالک بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان سے شہر فیوم میں عامل تھے۔ کہ اہل مصر نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ (اے امیر المومنین) شاہ روم قسطنطین نے چڑھائی کر کے اسکندریہ دوبارہ حاصل کر لیا ہے۔ آپ عمرو بن العاص کو اسکندریہ فتح کرنے کے لیے روانہ فرمائیں۔ تو یہ بہت نیک شگون ہو گا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی عمرو بن العاص کو اسکندریہ پر لشکر کشی کا فرمان جاری کر دیا۔ اُدھر عبداللہ بن سعد کو مصر میں آکر خراج وصول کرنے کی ڈیوٹی پر قائم ہو جانے کا حکم دیا۔ اور ملک کا دوسرا انتظام و انصرام عمرو بن العاص کو ہاتھ میں لینے کا

فرمان جاری کیا۔

عبداللہ بن سعد فیوم میں کسی اور کو اپنی جگہ مقرر کر کے مصر میں آئے۔ اور وہاں کا انتظام سنبھال لیا۔ عمرو بن العاص اسکندریہ فتح کر کے واپس ہوئے چونکہ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں اس لیے دونوں کے مابین کشاکشی پیدا ہو گئی حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے عمرو بن العاص کو معزول کر دیا۔ اور عبداللہ بن سعد کو مصر اور اسکندریہ کا مستقل عامل بنا دیا۔

روضۃ الصفاء:-

دہم در اوائل حکومت فرمود کہ اخذ خراج مصر تعلق بعبداللہ بن سعد بن ابی سرح باشد و عمرو بن عاص بلشکر کشی و سروری سپاہ آمد بار قیام نماید و در امر مال دخل نہ کنند و بعد از چند گاہ عثمان عبداللہ بن رافع را با سپاہ جرار بمدد عبداللہ و عمرو عاص فرستادہ پیغام داد کہ اعیان اسلام لشکر بجانب افریقیہ واندلس گشتند و خواطر بر فتح آں بلاد مقصود دارند وایشاں بموجب فرمودہ عمل نمودہ لفتح بلدان واخذ غنایم رایت افتخار و مباہات باوج سمٰوٰت رسانیدند و چوں عمرو بن عاص را داعیہ آں بود کہ در بیت المال نیز در تصرف او باشد با عبداللہ شیوہ معاوات ورزیدہ در معاونت و مظاہرت او تجاہل و تغافل می نمود و عبداللہ ایں معنی را معلوم کردہ مکتوبی مشتمل بر شکایت او بعثمان فرستادہ و از موقف حکومت حکم بعزل عمرو بن عاص صادر شدہ امر حرب و سرداری لشکر نیز بعبداللہ تعلق گرفت۔ (روضۃ الصفا جلد دوم ص ۶۶۴)

ترجمہ:۔

حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اوائل حکومت میں فرمایا کہ مصر کا خراج عبداللہ بن سعد بن ابی سرح سے متعلق ہوگا۔ اور عمرو بن العاص لشکر کشی اور سپاہ گری پر متعین ہوں گے۔ بیت المال سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے عبداللہ بن رافع کو حضرت عمرو کی امداد کے لیے بھیجا۔ چنانچہ ان دونوں نے مل کر افریقہ اور اندلس پر چڑھائی کر دی۔ اور اسلامی فتوحات کا غلغلہ آسمانوں تک پہنچا دیا۔ حضرت عمرو بن العاص چاہتے تھے کہ بیت المال بھی میرے قبضے میں رہے اس سلسلے میں حضرت عمرو بن العاص نے عبداللہ بن سعد کے ساتھ کچھ جھگڑا بھی کیا اور ان کے ساتھ تعاون میں کچھ نرمی بھی اختیار کی۔ عبداللہ بن سعد کو جب اس بات کا علم ہوا تو حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے پاس ان کے متعلق شکایات ارسال کیں۔ لہذا عمرو بن العاص حکومت سے معزول کر دیے گئے۔ (اور ان کی جگہ عبداللہ حاکم ہوگئے۔) اس کے ساتھ ہی سپہ سالاری اور جنگی انتظامات بھی عبداللہ بن سعد کے سپرد کر دیے گئے۔

پھر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تک عامل مصر رہے اور بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آخری وقت عبداللہ بن سعد کی جگہ عمرو بن العاص کو دوبارہ مقرر کر دیا تھا۔

بہر حال ایک بات جو ہم قارئین کرام پر واضح کرنا چاہتے وہ یہ ہے کہ اہل تشیع کے نزدیک حضرت عمرو بن العاص معاذ اللہ قابل طعن و ملامت ہیں۔ ان کی کتابیں ایسے گندے مواد سے لبریز ہیں۔ بالفرض اگر وہ ایسے ہی تھے جیسے شیعوں کا گمان فاسد ہے۔ تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر کے کونسا جرم کیا؟ اور اگر وہ بالکل ٹھیک ٹھاک

تھے۔ پھر تو انہیں معزول کرنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے زیبا نہیں تھا۔ تو پھر شیعہ لوگ عمرو بن العاص کو موردِ طعن کیوں ٹھہراتے ہیں۔؟ ع

اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں جسے جہاں مناسب سمجھا عامل بنا دیا۔ اور یہ بات خلیفہ وقت کے لیے معیوب نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ عبداللہ بن سعد کو آپ نے اپنا رضاعی بھائی ہونے کی وجہ سے امیر و سالار بنا دیا ورنہ وہ اس منصب کے اہل نہیں تھے تو یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ آئندہ فصل میں دورِ خلافتِ عثمانی کے عاملین کی سیرت و کردار پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ قارئین پر یہ بات عیاں ہو جائے گی۔ کہ آپ کے عاملین خصوصاً عبداللہ بن سعد کن کن خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔

جواب سوم

دورِ عثمانی میں اموی عمال کی اہلیت اور کارکردگی

گذشتہ اوراق میں طعن مذکور کے جواب میں اس امر کو پیش نظر رکھا گیا تھا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور کے تمام عمال ان کے اپنے خاندان سے متعلق نہ تھے۔ اگر تھے تو وہ بھی گنے چُنے اور وہ بھی ایسے کہ ان میں اکثر کی تقرری حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے سے پہلے دورِ فاروقی میں ہو چکی تھی۔ اور جن نئے عمال کو حضرت عثمان نے ذمہ داریاں سونپیں۔ وہ تمام عمال کا نصف بھی نہ تھے۔ اس لیے طعن مذکور کا وہ حصہ کہ جس میں یہ کہا گیا تھا کہ حضرت عثمان نے اپنے دور میں اپنے عزیز و اقارب کو زیادہ مناصب عطا کئے تھے۔ اس کا جواب تفصیلی ہو چکا ہے۔

اب اسی طعن کے دوسرے رُخ کی طرف ہم متوجہ ہو رہے ہیں۔ وہ یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اپنے خاندان کے مقرر کردہ عمال نا اہل تھے۔ کاروبار حکومت سے نا آشنا تھے۔ ان کی نا اہلی اور لاعلمی نے مملکت اسلامیہ کو تباہی کے کنارے پر لا کھڑا کیا۔ اور ان کی ہی وجہ سے حضرت عثمان کو شہادت تک پہنچنا پڑا۔ لہٰذا اس فصل میں ان عمال کی اہلیت کا ذکر کریں گے۔ ان کی کارکردگی پر ایک نظر ڈالیں گے۔ اور اس سلسلہ میں دونوں طرف کی کتب سے حوالہ جات پیش کئے جائیں گے۔

دورِ عثمانی کے اموی عامل اول کے گورنر کوفہ ولید بن عقبہ کی سیرت

ولید بن عقبہ کے محامد

ام حکیم کہ زوجۂ کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف است وام حکیم مادر اروی بنت کریز مذکور است۔ واروی مادر عثمان بن عفان وولید بن عقبہ است۔

منتخب التواریخ (شیعہ)
ص۲۹، ۳۰ باب اول در حالات
اولادِ عباس الخ مطبوعہ
تہران طبع جدید۔

ترجمہ:

"ام حکیم" کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف کی بیوی ہے یہی ام حکیم اروی بنت کریز کی ماں ہے۔ اور اروی (جو کہ ام حکیم کی بیٹی ہے) حضرت عثمان غنی اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہما کی والدہ ہے۔

تہذیب التہذیب:

قَالَ ابْنُ سَعْدٍ يُكَنّٰى اَبَا وَهْبٍ اَسْلَمَ يَوْمَ الْفَتْحِ بَعَثَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى صَدَقَاتِ بَنِى الْمُصْطَلِقِ وَوَلَّاهُ عُمَرُ صَدَقَاتِ بَنِى تَغْلِبَ وَوَلَّاهُ عُثْمَانُ الْكُوْفَةَ ۔۔۔۔۔۔ وَكَانَ مِنْ رِجَالِ قُرَيْشٍ ظَرْفًا وَحِلْمًا وَشُجَاعَةً وَاَدَبًا وَكَانَ شَاعِرًا شَرِيْفًا۔

(تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی، جلد ۱۱ ص ۱۴۲ حرف الواؤ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:

ابن سعد نے کہا کہ ولید بن عقبہ کی کنیت ابو وہب تھی۔ فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنی المصطلق سے زکوٰۃ وصول کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر فرمایا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ کا عامل بنایا تھا ۔۔۔ خاندان قریش سے متعلق تھے۔ خوش طبعی، بردباری شجاعت اور ادب میں اپنے خاندان کے معزز افراد میں سے تھے۔ اور شریف الطبع ہونے کے ساتھ شاعر بھی تھے۔

ولید بن عقبہ کی فتوحات

سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے جب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی گورنری سونپی، تو کچھ ہی عرصہ کے بعد حضرت عثمان کو اطلاع ملی کہ آذر بائیجان کے لوگوں نے بغاوت کر دی ہے۔ اور مملکت اسلامیہ کے مقرر کردہ لوگوں کو زکوٰۃ دینے سے انکار

کر دیا ہے۔ اس خبر کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ گورنر کوفہ کو لکھا۔ کہ اس بغاوت کو ختم کر دو۔ اور ان باغیوں کو پھر سے سلام کی اتباع اور خلیفہ کی اطاعت پر لانے کی کوشش کرو۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس حکم کے ملتے ہی کوفہ کے مذکور گورنر نے ان باغیوں کے خلاف سخت قدم اٹھایا۔ بالآخر باغیوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کی تصدیق تاریخ شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:۔

بالجملہ در بدو حکومت ولید بن عقبہ در کوفہ خبر بعثمان آورد کہ مردم آذربائیجان سر از فرمان برتافتند وآں خراج کہ عمر ابن الخطاب برایشان نہادہ بود باز گرفتند با آنکہ عمر شش ہزار مرد مبارز برائے حفظ ثغور واخذ خراج در آذربائیجان باز داشتہ بود۔ چوں ایں خبر بعثمان رسید۔ ولید بن عقبہ را مکتوب کرد کہ با لشکر فراواں تسخیر آذربائیجان را تصمیم عزم دہد پس ولید عرض لشکر دادہ راہ برگرفت ہمانا در بعض از کتب تواریخ مسطور است کہ شش ماہ بعد از خلافت عثمان مردم ہمدان بیوفائی کردند۔ وعثمان فرمان کرد تا مغیرہ بن شعبہ لشکر بہمدان برد۔ و مردم آں بلاد را بتحت فرمان آورد۔ ودر ایں سخن استوار نیفتاد۔ چہ عثمان روز سیم خلافت عثمان تو پیش سعد را بکوفہ فرستاد و مغیرہ را معزول ساخت پس فتح ہمدان نیز بدست ولید بن عقبہ بپائے رفت۔ وبا ایشان کار بمصالحہ کرد۔ وازآں جا طریق آذربائیجان گرفت۔ مردم آں مملکت نیز جنگ عرب نا آزمودہ داشتند و دانستہ بودند کہ باآں جماعت زور منازعت بیروں شدن باد بچنبر بستن وکوہ بناخن خستن است ناچار از در مصالحت ومسالمت در آمدند وکار بصلح کردند۔ وآں خراج وجزیت

کہ اندیشہ براہشاں بستہ بودند برفت نہادند پس ولید بن عقبہ در آذربائیجان بنشست، و بہمان قانون کہ با حذیفہ الیمان عہد بستہ بودند اخذ خراج نمود و سلیمان بن ربیع باہلی را با دوازدہ ہزار دو لشکری گسیل ارمینیہ داشت تا بر بعضی از اراضی آں مملکت تاختن برد و اموال فراواں بغنیمت گرفت و اسیران بسیار بدست کرد۔ وبآذربائیجان شدہ بولید پیوست۔

۱۔ ناسخ التواریخ خلفاء جلد ۳ صفحہ ۱۲۳-۱۲۴ حکومت ولید بن عقبہ در کوفہ مطبوعہ تہران جدید۔

۲۔ البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۱۴۹ سنة اربع وعشرین۔ مطبوعہ مصر۔

۳۔ تاریخ طبری صفحہ ۴۵ جلد ۵، واقعات ۲۴ھ۔

ترجمہ۔

مختصر یہ کہ ولید بن عقبہ کے عامل کوفہ بننے کے بعد ابتدائی دنوں میں ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک لوگوں نے یہ خبر پہنچائی۔ کہ آذربائیجان کے عوام نے بغاوت کر دی ہے۔ اور خراج کی رقم جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان پر مقرر کی تھی۔ وہ انہوں نے خود اپنے قبضہ میں لے لی ہے۔ باوجود اس کے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھ ہزار مجاہدین سرحد کی حفاظت اور ان سے خراج وصول کرنے کے لیے مقرر فرما رکھے تھے۔ جب یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے ولید بن عقبہ گورنر کوفہ کو تحریری حکم بھیجا کہ ایک بہت بڑا لشکر لیکر آذربائیجان کو شکست دی جائے۔ اس حکم کے ملنے پر ولید بن عقبہ ایک بڑا لشکر لیکر آذربائیجان کی طرف روانہ ہو گیا۔

بعض تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے "کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چھ ماہ بعد ہمدان کے لوگوں نے بیوفائی کی۔ حضرت عثمان نے جناب مغیرہ بن شعبہ کو حکم دیا کہ ہمدان پر چڑھائی کی جائے اور اس کے باغیوں کو ہتھیار ڈلوا کر اطاعتِ امیر پر آمادہ کیا جائے۔"

(مولف کتاب ہذا کہتا ہے) لیکن مجھے اس بات سے اتفاق نہیں کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالنے کے تیسرے دن بعد حضرت سعد بن ابی وقاص کو کوفہ کا گورنر بنا کر حضرت مغیرہ کو معزول کر دیا تھا۔ لہٰذا فتح ہمدان (حضرت مغیرہ کی بجائے) ولید بن عقبہ کے ہاتھوں ہی ہوئی اور ان باغیوں نے ولید کے ساتھ ہی معاہدہ اور صلح کی تھی۔ اس کو فتح کرنے کے بعد ولید بن عقبہ آذربائیجان کی طرف بغاوت کو سر کرنے کے لیے چل پڑا۔

آذربائیجان کے باشندے اچھی طرح جانتے تھے کہ عربوں کے ساتھ لڑنا کیسا مشکل کام ہے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے ساتھ محاذ آرائی اور مقابلہ کرنا ہوا کو رسی سے باندھنا اور پہاڑ کو ناخن سے چھیلنے کے مترادف ہے۔ مجبوراً جنگ بندی اور صلح پر آمادہ ہو گئے اور وہ خراج اور جزیہ جو اس سے قبل اُن پر مقرر تھا اُسے دینے پر راضی ہو گئے۔ اس صلح کے بعد ولید بن عقبہ وہیں آذربائیجان میں ٹھہر گئے اور ان سے حضرت حذیفہ الیمان کے قانون کے مطابق جزیہ وصول کرتے رہے۔ سلمان بن ربیعہ باہلی کو ولید بن عقبہ نے بارہ ہزار کا لشکر جرار دے کر آرمینیہ کی طرف روانہ کر دیا۔ انہوں نے آرمینیہ کی کچھ زمین پر قبضہ کر لیا اور بہت سا مال بطور غنیمت اکٹھا کیا۔ کافی تعداد میں لوگوں کو قیدی بنایا اور اس کامیابی کے ساتھ واپس ولید بن عقبہ کو ملا۔

مزید فتوحات

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب انتقال فرما چکے تو اہلِ روم نے مسلمانوں کے خلاف

لڑنے کیلئے ایک بڑے لشکر کو تیار کر لیا۔ رومی بادشاہ قسطنطین نے ایک بڑے بہادر اور جنگ جُو مرزوان نامی شخص کی زیر قیادت بیس ہزار کا لشکر اس غرض سے ترتیب دیا کہ ان کو لیکر مرزوب عربوں کو مطیع بنائے۔ اس بات کا جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو انھوں نے تمام صورت حالات حضرت عثمان کو لکھ بھیجی اور خود حبیب بن سلم کو فرمایا کہ دو ہزار سوار اور دس ہزار پیدل لشکر کو لیکر رومیوں سے مقابلہ کرو۔ ادھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اطلاع ملنے پر ولید بن عقبہ کو لکھا کہ دس ہزار جنگ جُو مردوں کو حضرت امیر معاویہ کے پاس بھیج دے تاکہ رومیوں سے خاطر خواہ مقابلہ کیا جاسکے۔ ادھر خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سلمان بن ربیعہ باہلی کی زیر قیادت دس ہزار کا لشکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدد کیلئے ارسال فرمایا۔ جب یہ دونوں لشکر پہنچے تو اس سے پہلے ہی رومیوں نے شکست قبول کر لی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق حاصل شدہ مال غنیمت دونوں لشکروں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک اور حکم یہ تھا کہ ولید بن عقبہ اپنے لشکر کو لیکر دوسرے مقرر کردہ علاقہ جات کو زیر نگیں کرنے کے لیے روانہ ہو جائے۔ اس کی تفصیل ناسخ التواریخ سے ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ

چوں مرزبان ولشکر روم بدست حبیب ابن مسلم شکستہ شد و خبر بعثمان بن عفان بردند سلمان بن ربیعہ باہلی را منشور فرستاد کہ اکنوں کہ جنگ روم بپرداختہ شد ملک مملکت ارمینیہ می سپار۔ وآں اراضی را بتحت فرمان می دار۔ پس برحسب فرمان باآں سپاہ کہ از کوفہ برآوردہ بود بجانب ارمینیہ کوچ دار۔ چوں مردم آں مملکت آہنگ عرب بدانستند عظیم در ہول و هرب افتادند۔ و پناہندہ معقلہائے سخت و حصارہائے استوار گشتند و گروہے بجانب بیشہ ہا و درہ لا چنانگہ بگریختند و بایکدیگر ہمی گفتند کہ ایں لشکر کہ آہنگ ما کردہ از آسمان فرود آ شدہ اند۔ بالیشان مقابلہ نتواں کرد و طریق

مقاتلہ نتواں سپرد چہ تیغ و تبر در تن ایشاں کارگر نیست چہ از بس خبر نصرت عرب وظفر مندی ایشاں را در جنگہا اصغا بودند گمان داشتند کہ ایں جماعت را خداوند از برائے فتح بلاد از آسمان فرستاد۔

بالجملہ سلمان کوچ بر کوچ تا بشہر بیلقان تا فتن بر دو در عرض راہ بستی قلعہ ہا و قصبہ ہا بگشود و بسیار کس بکشت و اسیر گرفت مردم بیلقان او را پذیرہ شدند و علف و آذوقہ بلشکرگاہ آوردند۔ و خراج بر ذمت نہادند۔ پس سلمان از آنجا کوچ دادہ بشہر برذعہ آمد مردم آں بلدہ نیز امان طلبیدند و کار بمصالحہ کردند۔ از آنجا نیز درہم و دینار فراواں بگرفت و بر لشکر قسمت کرد و بے توانی بجانب باجروان رواں شد مردم آں شہر نیز کار بصلح کردند۔ و خراج بر گردن نہادند۔ و از آنجا بشہر شروان آمدند و در ظاہر آں بلدہ لشکرگاہ کرد فرمانگزار شروان کس بدو فرستادند و در مصالحت و مسالمت بیروں شد و خراج بداد سلمان از آنجا بمسقط آمد و ملوک طبرستان و دیلمان را طلب داشت ہمگاں او را اجابت کردند۔ و نزد وے آمدند و خراج آں مملکت بدادند۔ آنگاہ سلمان آں ملوک را بولایت خویش باز پس فرستاد و از آنجا بشہر شابران عبور داد در ایں وقت خاقان با سی صد ہزار مرد در آں اراضی لشکرگاہ داشت چوں خبر سلمان بن ربیعہ و لشکر عرب بشنید طریق ہزار بیش داد بزرگاں درگاں گفتند اے بادشاہ با سی صد ہزار مرد لشکر از دہ ہزار تن مرد عرب بہزیمت میروی۔ گفت شما ندانید ایں لشکر از آسمان فرود شدہ اند۔

۱۔ ناسخ التواریخ الخلفاء جلد ۳ صفحہ ۱۲۶۰-۱۲۷۰ مطبوعہ تہران طبع جدید۔

۲۔ البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۱۵۱ ذکر ۳۲ھ طبع بیروت۔

ترجمہ

مرزبان اور لشکر روم کو جب حبیب بن مسلمہ کے ہاتھوں شکست ہوئی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سلمان بن ربیعہ باہلی کو حکم دیا۔ (یہ سلمان، ولید بن عقبہ گورنر کوفہ کے جرنیل تھے) کہ رومی شہروں کو فتح کیلئے آرمینیہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

چنانچہ سلمان بن ربیعہ اُس فوج کو لیکر آرمینیہ کی طرف چل پڑا جو اسے ولید بن عقبہ نے دی تھی۔ وہاں کے باشندوں کو جب اس کا علم ہوا۔ تو عرب کے لشکر کا نام سن کر ان کے دل کانپ اُٹھے۔ اپنی پناہ گاہیں مضبوط کرنا شروع کر دیں اور خیال کیا یہ عرب کا لشکر آسمان سے اُترا ہے ان پر کوئی تیر تلوار اثر نہیں کر سکتے کیونکہ انہیں اللہ نے اتارا ہے۔

بالجملہ یہ سلمان سفر در سفر کرتا ہوا (بیلقان) شہر پر حملہ آور ہوا۔ راستے میں بہت قلعے اور قصبہ جات فتح کرتا آیا۔ بے شمار مال غنیمت اور لاتعداد قیدی ہاتھ میں تھے۔ بیلقان والوں نے استقبال کیا اور لڑائی کے بغیر ہی اطاعت قبول کر لی۔ وہاں سے فارغ ہو کر سلمان کا لشکر (برذعہ) پر حملہ آور ہوا۔ یہاں بھی صلح ہو گئی۔ اور بے شمار درہم و دینار حاصل ہوئے جو لشکر میں تقسیم کر دیے گئے اور پھر بڑی تیزی کے ساتھ (باجروان) پر چڑھائی کر دی۔ وہاں پہنچتے ہی مصالحت ہو گئی۔ اور خراج لاگو کر دیا گیا۔ وہاں سے دخروان) پھر (مسقط) پھر (طبرستان) اور (دیلمان) کو فتح کیا۔ اس کے بعد (شابران) پر تاراج کیا۔ وہاں کے خاقان نے چھ لاکھ فوج بٹھا رکھی تھی۔ اُسے جب سلمان کی آمد کا علم ہوا تو سب بھاگ اُٹھے خاقان کے پاس شہر کے بزرگ آئے اور کہا چھ لاکھ لشکر کے باوجود دس ہزار کی فوج سے بھاگ رہے ہو؟ کہا تم نہیں جانتے یہ لشکر آسمان سے اُترا ہے۔

لمحہ فکریہ: اہل تشیع کی کتب تاریخ سے مذکورہ حوالہ جات پڑھنے والے ہر شخص کے لیے اس امر کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کرنا سراسر لغو اور فضول ہے کہ آپ نے صرف اپنی رشتہ داری کی بنا پر ولید بن عقبہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ رضاعی بھائی کے رشتہ کے علاوہ اس میں نہ کوئی اہلیت تھی نہ امور مملکت میں کوئی تجربہ تھا۔ اس الزام کے برخلاف بھی کتب نے تو یہ ثابت کر دکھایا کہ ولید بن عقبہ نہ صرف امور مملکت سے واقف تھا بلکہ ایک عظیم جرنیل بھی تھا۔ جدھر رُخ کرتا وہاں کے لوگ بن لڑے اطاعت کر لیتے اور جزیہ دینے پر آمادہ ہو جاتے ان علاقہ جات اور شہروں کے کچھ نام اوپر ناسخ التواریخ میں آپ نے پڑھ لیے۔ حتیٰ کہ چھ لاکھ کی فوج نے اپنے سے ساٹھ گنا کم تعداد کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ لوگ نواس کے لشکریوں کو آسمانی فرشتے سمجھیں اور معترض اسی جرنیل کے نام پر حضرت عثمان کو موردِ الزام ٹھہرائے۔ کاش! اپنی ہی کتب کا مطالعہ کیا ہوتا۔ اور ان کی زبانی اس جرنیل کی اہلیت اور تجربہ کاری پر یقین ہوتا۔ لیکن یہ تو اس کے لیے ہے جو اس کی تلاش میں ہو جسے محض الزام تراشی کرنا ہو۔ اُسے قرآن کی آیات سے بھی حق تلاش کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

یہی ولید بن عقبہ نہ صرف حضرت عثمان کے مقرر کردہ گورنر تھے۔ بلکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں زکوٰۃ کی وصولی کی ذمہ داری سونپی تھی۔ صحابیٔ رسول ہیں۔ حضرت عثمان کی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بھی رشتہ دار ہیں یعنی آپ کی پھوپھی زاد بہن عروة کے بیٹے ہونے کی وجہ سے حضرت علی کے بھانجے قرار پائے لہٰذا ایسے جلیل القدر جرنیل صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام تراشی اور ان کے ذریعہ حضرت عثمان پر طعن کرنا کسی بے وقوف اور دشمن اسلام کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت حضرت عثمان سے محبت اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے پیار کرنے والا اس الزام سے کوسوں دُور بھاگے گا۔ پھر مزید یہ کہنا کہ ولید بن عقبہ کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے حالات واسباب پیدا ہوئے۔ انتہائی جرأت اور بے ایمانی کا ثبوت ہے۔ اللہ ہدایت عطا کرے۔

دورِ عثمانی کے اموی عامل دوم

گورنر بصرہ عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ

جناب عبد اللہ بن عامر کے والد (عامر) اور عروہ دونوں حقیقی بہن بھائی ہیں۔

یہ عروہ وہی ہیں جو ام حکیم بیضا کی بیٹی ہیں اور ام حکیم بیضا سیدنا حضرت عبد اللہ اور ابو طالب کی حقیقی ہمشیرہ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عبد اللہ بن عامر حضور علیہ السلام اور حضرت علی کی پھوپھی زاد ہمشیرہ عروہ کے بھتیجے بھی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عامر صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہی رشتہ دار نہیں بلکہ حضور سرور کائنات اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد ہمشیرہ کے بھتیجے بھی ہیں۔ ان کی ایام طفولیت میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا تھا۔ لعاب دہن چوسنے کے بعد ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ بیٹا ہمارا بیٹا ہے اور ہمارا مشابہ بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا سے عبد اللہ ابن عامر رضی اللہ عنہ کو یہ کرامت ملی کہ جہاں سے زمین کھودتے وہیں سے پانی نکل آتا۔ اہل تشیع اور اہل سنت دونوں کی کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے

وُلِدَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ بِمَكَّةَ بَعْدَ الْهِجْرَةِ بِاَرْبَعِ سِنِيْنَ فَلَمَّا كَانَ عَامُ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ سَنَةَ سَبْعٍ وَ قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ مُعْتَمِرًا حُمِلَ اِلَيْهِ ابْنُ عَامِرٍ وَ هُوَ ابْنُ ثَلَاثِ سِنِيْنَ فَحَنَّكَهُ فَتَلَمَّظَ وَ تَثَاءَبَ فَتَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ فِيْهِ وَ قَالَ هٰذَا

اِبْنُ السُّلَمِيَّةِ ؟ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ هٰذَا اِبْنُنَا وَ هُوَ اَشْبَهُكُمْ بِنَا وَ هُوَ مُسْقًى فَلَمْ يَزَلْ عَبْدُ اللهِ شَرِيْفًا وَكَانَ سَخِيًّا كَرِيْمًا كَثِيْرَ الْمَالِ وَالْوُلْدِ وُلِدَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَ هُوَ ابْنُ ثَلَاثَ عَشَرَةَ سَنَةً۔

(طبقات ابن سعد جلد ۵۔ ص ۴۴۲۔ ۴۴۵
ذکر عبداللہ بن عامر ۔ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہجرت کے چار سال بعد مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔ پھر جب سات سن ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ قضاء کرنے کے لیے مکہ تشریف لائے۔ تو آپ کی بارگاہ میں عبداللہ بن عامر کو لایا گیا۔ اس وقت ان کی عمر تین سال کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گھٹی دی۔ اس بچہ نے جمائی لی تو منہ کھلنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے منہ میں لعاب لگایا۔ اور پوچھا کیا یہ سلمی قبیلے سے متعلق ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں اسی قبیلہ کا بچہ ہے۔ فرمایا، یہ ہمارا بیٹا ہے اور یہ تم سے زیادہ ہمارے مشابہ ہے اور اس کو پانی بھی پلایا گیا ہے (یعنی اس کے منہ میں تھوک ڈالا گیا ہے۔) اس لعاب کی برکت سے یہ عبداللہ ساری زندگی شریف رہا اور صاحب سخا و کرم تھا۔ مال کی فراوانی تھی اور اولاد بکثرت تھی۔ سب سے پہلا بچہ اس کے گھر اس وقت پیدا ہوا جب اس کی عمر صرف تیرہ برس کی تھی۔ بیٹے کا نام عبدالرحمٰن تھا۔

تنقیح المقال۔

عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ الْقُرَشِی الْعَبَسِیُّ عَدَّهُ الثَّلٰثَةُ اَعْنِیْ عَبْدَ الْبَرِّ وَابْنَ مَنْدَهْ وَاَبَا نُعَيْمٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَقَالُوْا اِنَّهُ وُلِدَ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَا يُعَالِجُ اَرْضًا اِلَّا ظَهَرَ لَهُ الْمَآءُ وَكَانَ كَرِيْمًا مَيْمُوْنَ النَّقِيْبَةِ وَاسْتَعْمَلَهُ عُثْمَانُ عَلَی الْبَصْرَةِ سَنَةَ تِسْعٍ وَعِشْرِيْنَ بَعْدَ اَبِیْ مُوْسٰی وَوَلَّاهُ اَيْضًا بِلَادَ فَارِسٍ بَعْدَ عُثْمَانَ ابْنِ اَبِی الْعَاصِ وَكَانَ عُمْرُهُ لَمَّا وَلِیَ الْبَصْرَةَ اَرْبَعًا وَخَمْسًا وَعِشْرِيْنَ سَنَةً۔

(تنقیح المقال للمامقانی جلد ۲ ص ۱۹۱ من الباب العین۔ مطبوعہ تہران جدید۔)

ترجمہ۔

عبداللہ بن عامر کریز قریشی عبسی کو عبداللہ ابن مندہ اور ابو نعیم نے صحابہ کرام میں سے شمار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ عبداللہ مذکور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پیدا ہوا۔ اس کی کرامت تھی کہ جب کبھی کہیں سے زمین کھودتا

تو اس سے پانی نکل آتا بڑا سخی تھا۔ مہربان اور مبارک خیال تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب اُسے کوفہ کا گورنر بنایا۔ یہ ۲۹ھ کا واقعہ ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی معزولی کے بعد اس کی گورنری شروع ہوتی ہے اور عثمان بن ابی العاص کے بعد ایران کا اسے عامل بنایا گیا۔ جب وہ بصرہ کا گورنر بنا تو اس کی عمر چوبیس یا پچیس سال تھی۔

دونوں حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے :۔

۱۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے منہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس گھٹی ڈالی۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کے منہ ڈالا۔

۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں اپنا بیٹا فرمایا۔

۴۔ اس کو اپنا مشابہ قرار دیا۔

۵۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس سے پینے کی کرامت یہ تھی کہ جہاں کہیں زمین کھودتے۔ وہیں سے ہی چشمہ نکل آتا۔

۶۔ بہت زیادہ صاحب مال اولاد ہونے کے علاوہ سخی اور شریف آدمی تھے۔

لمحۂ فکریہ۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دونوں اقسام کی کتب سے حوالہ جات ذکر کرنے اور ان سے نتائج ذکر کرنے کے بعد کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ ان کا کردار درست نہ تھا۔ ان میں کوئی خوبی نہ تھی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے محض رشتہ داری کی بناء پر ایسے عامل مقرر کیا۔ حالانکہ اس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی رشتہ داری تھی تو جس خوش نصیب کو حضور کا لعاب دہن پینے کو ملا۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے گھٹی ملی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے آپ کی مشابہت کی سند ملی۔ ایسے کو اگر کوئی مردار اور بے اصل آدمی لعن طعن کرتا ہے اور اس کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مورد الزام ٹھہراتا ہے تو اس کے مستحق نار ہونے میں کونسا شک رہ جاتا ہے۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سر تا پا برکت تھے۔ کہ جب مٹی کھودتے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے انہیں اس کرامت سے نوازتا کہ اس جگہ سے پانی نکل آتا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

حضرت عبداللہ بن عامر کی اہلیت اور فتوحات۔

فَلَمَّا قَدِمَ ابْنُ عَامِرٍ الْبَصْرَةَ وَجَّهَ الْجُنُوْدَ لِفَتْحِ سَابُوْرَ وَ فَسَا وَدَرَابِجَرْدِ وَ اصْطَخَرَ مِنْ اَرْضِ فَارِسٍ وَعَلٰى ذٰلِكَ الْجُنْدِ الَّذِىْ فَتَحَ اَصْطَخَرَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مَعْمَرٍ التَّيْمِيُّ فَقُتِلَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مَعْمَرٍ فِیْ اَصْلِ مَدِيْنَةِ اُصْطُخِرَ فَقَامَ مَقَامَهٗ عُمَرُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَتّٰى فَتَحَ الْمَدِيْنَةَ ثُمَّ سَارَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ بِنَفْسِهٖ اِلٰى اصْطُخِرَ وَ وَجَّهَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ وَكَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ اِلَى سَجِسْتَانَ فَافْتَتَحَ زَرَنْجَ بَعْدَ نَكِيْبَةٍ شَدِيْدَةٍ۔

وَلَمَّا وَلّٰى عُثْمَانُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرٍ

الْبَصْرَةَ وَوَلِيَ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ الْكُوْفَةَ كَتَبَ
إِلَيْهِمَا أَيُّكُمَا سَبَقَ إِلَى خُرَاسَانَ فَهُوَ أَمِيْرٌ
عَلَيْهَا فَخَرَجَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرٍ وَسَعِيْدُ
بْنُ الْعَاصِ فَأَتَى دَهْقَانٌ مِنْ دَهَاقِيْنِ
خُرَاسَانَ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرٍ فَقَالَ مَا
تَجْعَلُ لِيْ إِنْ سَبَقْتُ بِكَ قَالَ لَكَ خَرَاجُكَ
وَخَرَاجُ أَهْلِ بَيْتِكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
فَأَخَذَ بِهِ عَلَى طَرِيْقٍ مُخْتَصَرٍ إِلَى
قُوْمَسَ عَبْدُ اللهِ بْنُ حَازِمٍ السُّلَمِيُّ عَلَى
مُقَدَّمَتِهِ فَسَارَ إِلَى نِيْسَابُوْرَ وَأَقَامَ
عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَلَقِيَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرٍ
فَافْتَتَحَ نِيْسَابُوْرَ عَنْوَةً فِيْ سَنَةِ ۳۰ وَصَالَحَ
أَهْلُ الطَّبَسَيْنِ عَلَى خَمْسَةٍ وَسَبْعِيْنَ
أَلْفًا ثُمَّ سَارَ حَتَّى صَارَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ أَبْرِ
شَهْرٍ فَحَاصَرَهُمْ شُهُوْرًا ثُمَّ فَتَحَهَا
وَصَالَحَهُمْ وَكَتَبَ إِلَى أَهْلِ هَرَاةٍ فَكَتَبُوْا
إِلَيْهِ إِنْ فَتَحْتَ أَبْرَشَهْرٍ أَجَبْنَاكَ إِلَى مَا
سَأَلْتَ وَبُوْذَ شَيْخٌ وَبَادَ غِيْسَ يَوْمَئِذٍ
إِلَى هَرَاةٍ كَانَتْ طُوْسُ وَنِيْسَابُوْرُ إِلَى أَبْرِ
شَهْرٍ ثُمَّ فَتَحَهَا وَصَالَحَهُمْ عَلَى أَلْفِ
أَلْفِ دِرْهَمٍ

وَبَعَثَ الْاَحْنَفَ بْنَ قَيْسٍ اِلٰى هِرَاةَ وَمَرْوِ الرَّوْذِ فَسَارَ اِلٰى هِرَاةِ فَلَقِيَهُ صَاحِبُهَا بِالْمِيْرَةِ وَالطَّاعَةِ ثُمَّ سَارَ اِلٰى مَرْوِ الرَّوْذِ فَفَتَحَهَا عَنْوَةً وَفَتَحَ الطَّالِقَانَ وَالْفَارِيَابَ وَطَخَارِسْتَانَ وَلَمْ يَرْجِعْ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ حَتّٰى شَرِبَ مِنْ نَهْرِ بَلْخَ.

وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ خُرَاسَانَ وَجَّهَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَامِرٍ حِيْنَ افْتَتَحَ نِيْشَابُوْرَ بِالْجُيُوْشِ فَبَعَثَ الْاَحْنَفَ بْنَ قَيْسٍ اِلٰى مَرْوِ الرَّوْذِ وَبَعَثَ اَوْسَ بْنَ ثَعْلَبِي التَّيْمِيَّ اِلٰى هِرَاةَ وَبَعَثَ حَاتِمَ بْنَ نُعْمَانَ الْبَاهِلِيَّ اِلٰى مَرْوٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ حَازِمٍ السُّلَمِيَّ اِلٰى سَرِخْسٍ فَفَتَحَ الْقَوْمُ جَمِيْعًا مَا بُعِثُوْا لَهٗ خَلَا مَرْوٍ صَالَحْتُ حَاتِمًا عَلٰى اَلْفَيْ اَلْفٍ وَمِائَتَيْ اَلْفٍ اَوْقِيَةٍ وَعَلٰى اَنْ يُوَسِّعُوْا لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْ مَنَازِلِهِمْ.

وَلَمَّا فَتَحَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ هٰذِهِ الْكُوْرَ اِنْصَرَفَ اِلٰى عُثْمَانَ وَخَالَفَ بَيْنَ التُّرْكِ وَالدَّيْلَمِ وَكَانَ قَدْ

صَيَّرَ خُرَاسَانَ اَرْبَاعًا وَ وَلّٰى قَيْسَ
ابْنَ الْهَيْثَمِ السُّلَمِيَّ عَلٰى رُبْعٍ وَ
رَاشِدَ بْنَ عَمْرٍو الْجُدَيْدِيَّ عَلٰى رُبْعٍ
وَ عِمْرَانَ ابْنَ الْفَصِيْلِ الْبُرْجُمِيَّ
عَلٰى رُبْعٍ وَ عَمْرَو بْنَ مَالِكٍ الْخُزَاعِيَّ
عَلٰى رُبْعٍ فَلَمَّا رَدَّهٗ عُثْمَانُ وَجَّهَ اَمِيْرَ
ابْنَ اَحْمَدَ الْيَشْكُرِيَّ اِلٰى خُرَاسَانَ وَ
صَارَ اِلٰى مَرْوٍ فَاَنَاخَ بِهَا ثُمَّ اَدْرَكَهُ
الشِّتَآءُ وَ اَدْخَلَهٗ اَهْلَ مَرْوٍ وَ
بَلَغَهٗ اَنَّهُمْ يُرِيْدُوْنَ الْوُثُوْبَ بِهٖ
فَجَرَّدَ فِيْهِمُ السَّيْفَ حَتّٰى اَفْنَاهُمْ
ثُمَّ قَفَلَ اِلٰى عُثْمَانَ فَلَمَّا رَاٰهُ عُثْمَانُ
خَوَّفَهٗ فَانْصَرَفَ عَنْهُ مُغْضِبًا عَلَيْهِ
وَ كَانَ عُثْمَانُ اَنْكَرَ عَلَيْهِ قَتْلَ اَهْلِ
مَرْوٍ وَّ رَجَعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ اِلٰى
الْبَصْرَةِ ثُمَّ صَارَ اِلٰى كِرْمَانَ فَاَنَاخَ
بِهَا فَنَالَتْهُمْ مَجَاعَةٌ شَدِيْدَةٌ حَتّٰى
كَانَ الرَّغِيْفُ بِدِيْنَارٍ ثُمَّ اَتَاهُ الْخَبَرُ
بِاَنَّ عُثْمَانَ قَدْ حُوْصِرَ فَانْصَرَفَ
وَ خَلَّفَ بِخُرَاسَانَ قَيْسَ ابْنَ
الْهَيْثَمِ ابْنِ الصَّلْتِ فَافْتَتَحَ

قَیْسُ طَخَارِسْتَانَ۔

۱۔(تاریخ یعقوبی جلد ۲۔صہ ۱۶۶ تا ۱۶۸۔
ذکر ایام عثمان بن عفان مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

۲۔(ناسخ التواریخ تاریخ الخلفاء جلد ۳
صہ ۱۵۱ تا ۱۵۴ سفر کردن عبداللہ بن عامر
بخراسان الخ۔ مطبوعہ تہران جدید)

۳۔(تاریخ روضۃ الصفاء جلد ۲ صہ ۴۶۸،
ذکر خلافت عثمان مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ۔

عبداللہ بن عامر نے گورنر بصرہ بنتے ہی سابور۔ فسا۔ دارابجرد اور اصطخر وغیرہ علاقہ ہائے فارس کی فتح کے لیے متعدد لشکر روانہ کیے۔ فتح اصطخر کے لیے لشکر کا سپہ سالار عبید اللہ بن معمر تیمی کو بنایا۔ عبید اللہ شہر اصطخر کی فصیل کے پاس شہید ہو گیا تو اس کی جگہ عمر بن عبید اللہ نے لے لی۔ تا آنکہ شہر فتح ہو گیا۔ اس کے بعد گورنر بصرہ عبداللہ بن عامر خود اصطخر آ گئے اور عبداللہ بن سمرہ کو سجستان کی فتح کے لیے بھیجا جو شدید لڑائی کے بعد فتح کر لیا گیا۔

جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر کو عامل بصرہ اور سعید بن العاص کو عامل کوفہ بنایا تو دونوں کی طرف یہ خط لکھا۔ کہ تم میں سے جس نے خراسان فتح کر لیا وہ خراسان کا بھی عامل قرار پائے گا۔ یہ دونوں اس کی فتح کو نکلے۔ خراسان کا ایک دیہاتی عبداللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر میں آپ کو خراسان بہت جلدی لے چلوں تو مجھے کیا ملے گا؟ فرمایا قیامت تک تمہارے خاندان سے

جزیہ معاف کر دیا جائے گا۔ وہ دیہاتی حضرت عبد اللہ کو مختصر راستہ سے لیکر بہت جلدی قومس[۱۰] سے آیا۔ عبد اللہ بن حازم سلمی، ابن عامر کے لشکر کے مقدمۃ الجیش پر تھا۔ اس نے نیشاپور جا فتح کیا۔ پیچھے سے عبد اللہ بن عامر بھی نیشاپور پہنچ گئے۔ اور یہ شہر سنہ ۳۱ھ میں تلوار کے زور سے فتح ہوا۔ اس کے بعد طبسین[۱۱] والوں نے ہر سال ۵۰ ہزار درہم ادا کرتے رہنے پر صلح کر لی۔ عبد اللہ بن عامر وہاں سے ابر شہر[۹] پہنچا۔ کئی مہینے اس شہر کا محاصرہ کیا۔ آخر کار صلح کے ساتھ شہر فتح ہو گیا۔ اس کے بعد عبد اللہ نے وہاں سے ہرات والوں کو لکھا کہ میں آ رہا ہوں۔ انھوں نے جواب لکھا کہ اگر تم ابر شہر کا تمام علاقہ فتح کر لو تو ہم تمہارے مطیع ہو جائیں گے۔ ان دنوں بوشنج اور بادغیس ہرات کے زیر اثر تھے۔ اور طوس اور نیشاپور ابر شہر کے تحت۔ ابر شہر فتح ہوا۔ اور انھوں نے ہر سال دس لاکھ درہم ادا کرتے رہنے پر صلح کر لی۔ چنانچہ عبد اللہ بن عامر نے احنف بن قیس کو ہرات اور مرو[۱۲] کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ احنف ہرات پہنچا تو وہاں کا امیر اطاعت گزار بن گیا۔ اس کے بعد مرو تلوار سے فتح ہوا۔ پھر تالقان[۱۳]، فاریاب اور طخارستان[۱۴] فتح ہوئے۔ اس طرح احنف بن قیس آگے بڑھتا رہا۔ اور بلخ کی نہر پر پہنچ کر ہی عبد اللہ بن عامر کے پاس واپس آ گیا۔

بعض اہل خراسان کہتے ہیں۔ عبد اللہ بن عامر نے نیشاپور فتح کرنے کے بعد مختلف لشکر روانہ کیے۔ احنف بن قیس کو مرو روز کی طرف، عبد اللہ بن خازم کو سرخس[۱۵] اور اوس بن ثعلبہ کو ہرات اور حاتم بن نعمان باہلی کو مرو کی طرف روانہ کیا۔ حاتم کے علاوہ تمام سالاروں نے اپنے اپنے علاقے تلوار سے فتح کیے۔ جبکہ اہل مرو نے بائیس لاکھ اوقیہ چاندی سالانہ دیتے رہنے پر صلح کر لی۔ اس طرح سارا خراسان اسلام کے زیر سایہ آ گیا۔

عبداللہ بن عامر نے تمام علاقہ فتح کر لینے کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضری دی۔ جانے سے پہلے ترک اور دیلم میں باہمی جنگ چھیڑ دی تھی۔ اور سارے خراسان کے چار صوبے کر دیے۔ جو قیس بن ہیثم، اشد بن عمر، عمران بن فضیل اور عمرو بن مالک خزاعی کے مابین تقسیم کر دیے تھے۔ اسکے بعد عبداللہ دوبارہ صوبائی دارالخلافہ بصرہ واپس آ گئے۔ وہاں سے کرمان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور وہاں کا محاصرہ کر لیا۔ بھوک بڑی سخت تھی۔ وہاں غلہ بہت مہنگا تھا۔ اس دوران اطلاع پہنچی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا گیا ہے تو یہ سن کر عبداللہ بن عامر وہاں سے واپس لوٹ آئے۔

ناسخ التواریخ۔

ایں وقت عبداللہ بن عامر عم زادہ خویش عبدالرحمن بن سمرۃ بن عبد شمس را حاضر ساخت و لشکرے لائق بدو داد۔ و فرمان کرد۔ کہ بولایت سجستان رود۔ وایں اراضی را از مردم گردن کش صافی سازد۔ پس عبدالرحمن با سپاہ راگرفت و در مملکت سجستان اور را از جہائے صعب روئے واد ہم در پایان کار آں ملک مصفا داشت۔ و مال بردہ فراواں بگرفت واز آنجا آہنگ قابل (کابل) کرد۔ حکمران کابل کہ باعراج مشہور بود۔ چوں ایں بدانست۔ لشکر بساخت واز کابل بیروں تافت۔ و چند کرت جنگہائے سخت درمیان ایشاں برفت۔ آنگاہ عراج بشہر بار شد۔ و در فراز کرد۔ و دیگر از پئے ومبازرت بیروں شد۔ عبدالرحمن آں شہر را حصار داد در پایان کار بحکم غلبہ دیوارش بکشاد۔ و تیغ در نہاد۔ مردم سپاہی را بتمامت بکشتند۔ و زن و فرزند اسیر گرفتند اعراج نیز دستگیر شد۔ او را نیز بعبدالرحمن آوردند بخواست تا عارضہ تیغش دارد۔

کلمہ بگفت و مسلمانی گرفت پس عبدالرحمٰن او را عزیز بداشت و آں قصور را بعبداللہ عامر بگذاشت۔ و خمس غنائم فرستاد۔ و دیگر را بر لشکریاں تقسیم کرد۔ عبداللہ بن عامر ازیں خبر شاد شد۔ و اقرع بن حابس تمیمی را بخواند۔ وہزار مرد جنگجو ملازم خدمت او ساخت و فرمود۔ بجوزجان شو و با مردم آں بلاد چوں دیگر بلدان کار بمصالحت میکن۔ و خراج و جزیت مقرر میداد۔ اقرع بر حسب حکم رواں شد۔ و چوں بکنار جوزجان رسید مردم شہر ساختہ بجنگ شدند۔ و از شہر بیروں تافتند و کوس بکوفتند۔ و برکشیدند۔ و شمشیری گردانیدند۔ و با دیگر سلاحہا را لعب میکردند۔ چوں ہر دو لشکر روی بروی شدند۔ جنگ بر پائے ایستاد۔ و رزم صعب در میانہ برفت۔ کافراں نصرت یافتند و مسلماناں را با تیغ در گذرانیدند الا عددے قلیل کہ زخمی یا کوفتہ باز شدند و بنزدیک عبدالرحمٰن بن عامر آمدند۔ عبداللہ غلیم بیازرد۔ و احنف بن قیس را طلب داشت و گفت اے ابوالبحر! من زیارت مکہ را تصمیم عزم دادہ ام ناچار ایں آرزو با مضا میرسانم۔ اکنوں از میان بزرگان عرب کہ حاضر اند ترا اختیار کردم و نیابت خراسان ترا دادم چہ ہیچکس را مکانت و کفایت تو نیست ایں کار بدار تا من از زیارت مکہ باز آیم۔ بالجملہ احنف را بگذاشت۔ خود طریق مکہ برداشت۔ چوں خبر بیروں شدن عبداللہ بن عامر از خراسان رفت پراگندہ شد مردم طالقان و مرو الروذ برشوریدند۔ و سہ ہزار کس لشکرے فراہم کردند۔ چوں ایں خبر بہ احنف بن قیس آوردند لشکر بساخت و او را برگرفت و لقدم تعجیل و شتاب تا دہ فرسنگی مرو الروذ براند و آنجا فرود شد کہ بکوشک احنف معروف است۔ لشکر طالقان باستقبال جنگ شتافتند چوں او نزدیک شد ہر دو لشکر صف راست کردند۔ و میمنہ و میسرہ بیاراستند۔ مردی از لشکر طالقان کہ علمی زد بدست داشت اسب

برانگیخت وگرد میدان برآمد و مبارز طلبید احنف بن قیس چوں شیر خشمگین بمیدان تاخت وہم دراں دمی اورا بازخم نیزہ از اسپ دراندا خت دیگرے بیروں شد اورا نیز بکشتہ سہ دیگر را بہ تیغ درگذرانید آنگہ باآواز بلند تکبیر گفت وحملہ دراند اخت لشکر بیکبار بانگ تکبیر برداوند وحملہ کردند۔ لختی درمیانہ کار بسیف وسنان رفت کافراں را طاقت وتوانائی بنود لپشت بداوند مسلماناں درفرسنگ از دنبال ایشاں می تاختند و می زوند و می کشتند۔ ومال اسیر می گرفتند۔ چوں ایں فتح بدست احنف راست شد۔ آنجا بسوے بلخ شتاب گرفت۔ وناظاہر آں بلدہ براند۔ پادشاہ بلخ کہ ابرار نام داشت چوں ایں جلاوت بعرب دید۔ درجوک وحرب افتاد۔ کس نبزدیک احنف فرستاد درخواست مصالحت کرد۔ احنف اجابت نمود بشرط کہ چہار ہزار درہم نقد تسلیم میداد۔ وہرسال خراج میگذارد۔ وپانچ صد کری گندم وجو میرساند برایں جملہ نیقش نگاشتند واحنف از بلخ باز شد وگر دخراسان ہمی برآمد۔ وہر شہر بگرفت۔ ومال دہرہ بدست گرفت۔ خمس بعثمان فرستاد وعبدالرحمٰن بن سمرہ درسجستان وکابل گرد برمی آمد وخراج می ستد وبعثمان بن عفان می فرستاد۔ وازکم وبیش اورا آگہی میداد۔ چوں عثمان معلوم داشت کہ مملکت خراسان صافی شد مروالروز آں نواحی را بامارت باحنف بن قیس گذاشت و بلخ را بجیسن بربوعی داد وتاآں بلدہ را باطخارستان بدارد وقیس بن ہبیرہ السلمی را بامارت نیشاپور گماشت وخالد بن عبداللہ واحمد بن انس وانس بن احمد را نیز باراضی خراسان فرستاد تا بصوابدید احنف ہریک درمحلی برسر عمل بر داشتند۔

(ناسخ التواریخ تاریخ الخلفاء جلد ۳۔
صد ۱۵۴ تا ۱۵۶۔ حالات دوران

خلافت عثمان۔ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ۔

(خراسان فتح کرنے کے بعد) عبداللہ بن عامر نے اپنے چچیرے بھائی عبدالرحمٰن بن سمرہ کو طلب کیا۔ اور پھر اسے ایک بہت بڑا لشکر دے کر سجستان پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ عبدالرحمٰن نے لشکر کو ساتھ لیا اور سجستان کی مملکت میں وسیع پیمانے پر جنگوں کا آغاز کر دیا۔ بالآخر پورا سجستان فتح کر لیا۔ یہاں سے بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ پھر کابل کا رُخ کیا۔ کابل کا حکمران بنام اعراج مقابلہ کے لیے لشکر لے کر باہر نکلا۔ چند دفعہ میدان کارزار گرم رہنے کے بعد اعوج شہر میں محصور ہو گیا۔ شہر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ ایک دن سخت حملہ کر کے مسلم لشکر نے شہر کے دروازے توڑ دیئے۔ مردوں سے تلواریں رکھوا لیں۔ اور عورتوں بچوں کو قیدی بنا لیا۔ اعراج خود بھی گرفتار ہوا۔ جب اس کے قتل کا حکم دیا گیا تو اس نے کلمہ پڑھ لیا۔ اور مسلمان ہو گیا۔ عبدالرحمٰن نے اسے معاف کر دیا۔ حاصل شدہ مالِ غنیمت کا پانچواں حصّہ نکال کر بقیہ سارا مال لشکریوں میں تقسیم کر دیا۔ عبداللہ بن عامر نے جب سجستان اور کابل کی فتح کی خبر سنی تو بہت خوش ہوئے۔ اور فوراً اقرع بن سائب تیمی کو بلا کر ایک ہزار جنگجو نوجوان ساتھ دیئے۔ اور جوزجان پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اقرع فرمان کے مطابق اپنے مقررہ ہدف کی طرف چل پڑا۔ ابھی یہ لشکر شہر کے قریب ہی پہنچا تھا کہ وہاں کے لوگ نعرے مارتے ہوئے تلواریں ہاتھ میں لیے اور ڈھول پیٹتے ہوئے باہر نکل پڑے۔ سخت ترین جنگ ہوئی۔ کفّار چونکہ زیادہ تھے۔ اس لیے میدان اُن کے ہاتھ رہا۔ مسلمانوں میں سے چند ایک کے سوا تمام نے جامِ شہادت نوش کر لیا۔ جب یہ خبر عبداللہ بن عامر کو

ملی نہایت رنج اور شدید دکھ ہوا۔ احنف بن قیس کو بلایا اور کہا۔ اے ابو البحر! میں نے مکہ مکرمہ کا پختہ ارادہ کر لیا ہے جسے چھوڑ نہیں سکتا۔ عرب کے بڑے بڑے سردار یہاں جمع ہیں۔ مگر خراسان میں تیرے سوا کوئی دوسرا امیری نیابت کے فرائض سرانجام نہیں دے سکتا۔ اس لیے تجھے خراسان پر میں اپنا نائب مقرر کر رہا ہوں۔ جب حرم پاک کی حاضری سے واپس آؤں گا تو اس بارے میں مزید سوچ بچار کریں گے۔ یہ کہا اور عبداللہ بن عامر بیت اللہ کو روانہ ہو گیا۔

عبداللہ بن عامر کے باہر چلے جانے کے بعد اس کی خبر مفتوحہ علاقہ جات میں پھیل گئی۔ تو طالقانی اور دور دراز کے لوگوں نے بغاوت کر دی۔ اور تیس ہزار کا لشکر تیار کر لیا۔ احنف بن قیس کو معلوم ہوا تو فوراً لشکر جمع کیا۔ اور بجلی کی تیزی سے مرو روز پہنچا۔ جسے آج بھی کوشک احنف کہتے ہیں۔ طالقانی لشکر جنگ کے ارادے سے استقبال کو نکلا۔ دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ طالقانی لشکر کا علم بردار شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا میدان میں آ کر مبارز اور مقابل کو للکارنے لگا۔ احنف بن قیس گرجدار آواز سے شیر کی طرح بپھرا ہوا خود میدان میں آیا۔ چند ایک مرتبہ ایک دوسرے پر وار کیے۔ احنف کا وار کارگر ہوا۔ اور مد مقابل تیر کھا کر گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ پھر ایک اور لڑنے کے لیے سامنے آیا۔ وہ بھی مارا گیا۔ تین اور اشخاص کو تلوار کے وار سے فنا کر دیا۔ اور نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے عام حملہ کا حکم دیدیا۔ مسلمان نہایت بہادری سے لڑے اور کفار کو مقابلہ کی سکت نہ تھی۔ لہذا پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسلامی لشکر نے ان کا چار میل تک پیچھا کیا۔ کئی ایک کو واصل جہنم کیا۔ اور بہت سا مال اور کثیر تعداد میں قیدی ہاتھ لگے۔

یہ شہر فتح کرنے کے بعد احنف نے بلخ کا رُخ کیا۔ بلخ کا بادشاہ مسلمانوں کی بہادری کے قصّے سُن چکا تھا۔ اطاعت کر لی اور صلح کا جھنڈا بلند کر دیا۔ احنف نے اس سے چار ہزار درہم نقد وصول کیے۔ ہر سال کا خراج ان پر مقرر کیا۔ اور مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ بھیج دیا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن سمرۃ کابل اور سجستان کا خراج وصول کر کے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھیجتا رہا۔ جب عثمان غنی کو یہ یقین ہو گیا کہ پورا خراسان فتح ہو گیا ہے۔ تب جنگ بند کر دی۔ اور مرو روز سے ہرات تک کا علاقہ احنف کو، بلخ سے طخارستان حسین بن یربوعی کو، نیشاپور قیس بن ہبیرہ کو اور خراسان کے بقیہ علاقہ جات خالد بن عبداللہ انس کو دیدیے۔ اور حکم دیا کہ سب کے سب احنف کے مشورہ پر چلیں۔

عبداللہ بن عامر کی فتوحات اس کی اہلبیت اور نسبی خوبیاں ہم نے شیعوں کی معتبر تاریخ سے بیان کی ہیں۔ جن کے پڑھنے کے بعد ہر ذی عقل اور منصف مزاج یہی فیصلہ کرے گا کہ جس شخص کے ہاتھوں پندرہ علاقہ جات مسلمانوں کے زیر تصرف آئے۔ لاکھوں کا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ ہزاروں قیدی بنائے گئے اور پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ حضرت رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے ہاتھ سے گھُٹی دی اور لعابِ دہن منہ میں ڈالا۔ جس کی برکتیں ہر ایک جانتا تھا تو ایسے شخص کو نااہل اور بدکردار کہہ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض والزام دھرنا سراسر دھوکا اور فریب ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی غلط بیانی نہیں ہو سکتی۔

(فاعتبروا یااولی الابصار)۔

دورِ عثمانی کے اموی عُمّال سوم

عبداللہ بن ابی سعد بن سرح رضی اللہ عنہما

تنقیح المقال۔

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ سَعْدِ بْنِ سَرْحِ
ابْنِ الْحَارِثِ الْقُرَشِی الْعَامِرِی بْنِ
یَحْیٰی اَسْلَمَ قَبْلَ الْفَتْحِ وَهَاجَرَ اِلٰی
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
وَکَانَ یَکْتُبُ لَهٗ ثُمَّ ارْتَدَّ مُشْرِکًا
وَسَارَ اِلٰی قُرَیْشٍ مَکَّةَ فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ
فَتْحِ مَکَّةَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهٖ اَیْنَمَا وُجِدَ حَتّٰی

لَحِقَ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَفَرَّ عَلٰى عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ فَغَيَّبَهٗ حَتّٰى اَتٰى بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَسْلَمَ ثَانِيًا ثُمَّ لَمْ يَظْهَرْ مِنْهُ مَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَ وَلَّاهُ عُثْمَانُ فِيْ زَمَانِهٖ سَنَةَ خَمْسٍ وَّ عِشْرِيْنَ وَ فَتَحَ اَفْرِيْقِيَةَ۔

(تنقیح المقال فی علم الرجال جلد ۲ صد ۱۸۴ باب عبداللہ۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

عبداللہ بن ابی سعد بن سرح فتح مکہ سے قبل اسلام لائے۔ اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت بھی کی۔ یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے۔ اس کے بعد پھر اسلام کو چھوڑ کر مشرک بن گئے اور مکہ کے قریش میں جا ملے۔ جب مکہ شریف فتح ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔ یہ ڈر کے کعبہ کے پردوں سے چپٹ گئے۔ چھپتے چھپاتے حضرت عثمان غنی کے پاس پہنچے۔ انھیں ساتھ لیکر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دوسری مرتبہ اسلام لائے۔ اس کے بعد ان سے کوئی بات جو خلافِ اسلام ہو دیکھنے میں نہ آئی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ۲۵ھ میں گورنر مقرر کیا اور افریقیہ کی فتح ان کی کوششوں سے ہوئی۔

طبقات ابن سعد۔

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ سَرْحِ بْنِ

الْحَارِثِ ابْنِ حُبَيْبِ بْنِ جُذَيْمَةَ
ابْنِ مَالِكِ ابْنِ حَبِيْلِ بْنِ عَامِرِ ابْنِ لُؤَى
وَكَانَ اَسْلَمَ قَدِيْمًا وَكَتَبَ لِرَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيَ
ثُمَّ افْتَتَنَ وَخَرَجَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلَى
الْمَكَّةِ مُرْتَدًا فَاهْدَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهُ يَوْمَ الْفَتْحِ
فَجَآءَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ
عَنْهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاسْتَامَنَ لَهُ فَاٰمَنَهُ وَكَانَ اَخَاهُ
مِنَ الرَّضَاعَةِ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُبَايِعُهُ فَبَايَعَهُ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ
عَلَى الْاِسْلَامِ وَقَالَ الْاِسْلَامُ يَجُبُّ مَا
كَانَ قَبْلَهُ وَوَلَّاهُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِصْرَ بَعْدَ عَمْرِو بْنِ
الْعَاصِ فَنَزَلَهَا وَابْتَنَى بِهَا دَارًا فَلَمْ
يَزَلْ وَالِيًا بِهَا حَتّٰى قُتِلَ عُثْمَانُ
رَحِمَهُ اللّٰهُ ۔

ا طبقات ابن سعد جلد ۷، ص ۴۹۶، ۴۹۷۔

عبداللہ بن سعد ابن ابی سرح

ترجمہ۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ابتداء میں ہی اسلام لے آئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین وحی میں سے ایک تھے۔ پھر شیطانی فریب کی وجہ سے مرتد ہوکر مدینہ سے مکہ روانہ ہو گئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ان کے خون کو مباح قرار دے دیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کی سفارش لیکر حضور کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے امن دینا قبول فرمالیا۔ عبداللہ بن سعد رشتہ کے اعتبار سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تھے۔ حضرت عثمان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اس کو بیعت میں لے لیں۔ تو آپ نے اُسے بیعت میں لے لیا۔ اسلام لانے پر آپ نے فرمایا کہ اسلام پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص کے بعد عبداللہ بن سعد کو مصر کا گورنر بنایا۔ عبداللہ بن سعد نے مصر میں اپنی رہائش اختیار کر لی۔ حضرت عثمان غنی کی شہادت تک وہاں کا عامل رہا۔

فریقین کی کتب سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ عبداللہ بن سرح وہ شخص ہے جو ابتدائی دور میں مشرف باسلام ہوا۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترنے والی وحی کی کتابت کی ذمہ داری اس پر بھی تھی۔

۳۔ مرتد ہونے کے بعد پھر سے سچی توبہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔

۴۔ دوسری مرتبہ خلوصِ دل سے ایمان لانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اسلام لانے کی وجہ سے پچھلے سارے گناہ اللہ نے معاف کر دیے ہیں۔

۵۔ دوسری مرتبہ اسلام قبول کرنے کے بعد پھر کبھی بھی خلاف اسلام کوئی حرکت نہ کی۔ حتیٰ کہ انتقال ہو گیا۔

نوٹ۔

جناب عبداللہ بن سرح کے بارے میں معترضین کو اور کوئی بات ہاتھ نہیں آئی تو وہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص ایک مرتبہ اسلام سے روگردانی کر لیتا ہے۔ وہ قابل اعتبار نہیں رہتا اور نہ ہی ایسے شخص کو کسی ذمہ دار عہدہ پہ بٹھانا مناسب ہوتا ہے۔ اس کی سیرت قابل اعتراض ہوتی ہے۔ یہی امور عبداللہ بن سرح میں بھی پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا ان امور کی بنا پر اسے حاکم یا عامل بنانا درست نہیں۔

معترضین کے اس خیال کی ہم گزشتہ اوراق میں تردید بلیغ کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ ہم غیر نبی کو معصوم نہیں سمجھتے۔ ان سے (غیر انبیاء سے) چھوٹی موٹی غلطیاں سرزد ہو جانا کوئی بعید نہیں۔ بلکہ بعض صحابہ کرام سے کبیرہ گناہ تک ہوا۔ لیکن کیا اس کی تلافی و معافی نہیں ہو سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی نے ایک کبیرہ گناہ کا اقرار کیا۔ اور اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اُس کی حد لگائی گئی۔ بعد میں اُسی کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسکی توبہ اور معافی اتنی عظیم تھی کہ اگر تمام مدینہ کے رہنے والوں پر تقسیم کر دی جاتی تو سب کو معافی مل جاتی اور کفایت کرتی۔ یہ عبداللہ بن ابی سرح وہ شخص ہیں کہ اہل تشیع اور اہل سنت دونوں ان کے بارے میں متفق ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت اسلام کرتے وقت آپ نے انہیں فرمایا تھا: کہ اسلام پچھلے سارے گناہ دھو ڈالتا ہے۔ یعنی تیرے پچھلے تمام گناہ اللہ نے اس نعمت کی برکت سے معاف کر دیئے ہیں۔ پھر دوسری بات یہ بھی کتب میں موجود ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح نے اپنی بقیہ زندگی بڑی محتاط گزاری اور کوئی بات باعث اعتراض نہ کی۔ شیطان کے گمراہ کرنے سے تھوڑے سے وقت کے لیے ضرور راہ راست سے بھٹک گئے تھے۔ لیکن اس سے توبہ کے ذریعہ یوں نکلے

کہ دوبارہ اس طرف منہ تک نہ کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد گوشہ نشین ہو گئے۔ ان کی روز کی دعا تھی۔ یا اللہ! مجھے حالتِ نماز میں موت عطا فرما اور رب العزت نے ان کی دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا۔ ایک طرف سلام پھیرا تھا کہ روحِ قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ملاحظہ ہو۔

الاستیعاب۔

قِيْلَ بَلْ اَقَامَ بِالرَّمْلَةِ حَتّٰى مَاتَ فَارًّا مِّنَ الْفِتْنَةِ وَدَعَا رَبَّهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَاتِمَةَ عَمَلِي الصَّلٰوةَ الصُّبْحَ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ صَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَذَهَبَ يُسَلِّمُ عَنْ يَسَارِهٖ قَبَضَ اللّٰهُ رُوْحَهٗ۔

(الاستیعاب جلد ۲ ص ۳۷۷ مع الاصابہ۔ تحت عبداللہ بن سعد۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔)

ترجمہ۔

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد رملہ میں مقیم ہو گئے۔ اور وہیں ان کا انتقال بھی ہوا۔ یہاں اس لیے آئے تھے تاکہ فتنہ سے بچے رہیں۔ اپنے رب کے حضور دعا کرتے تھے۔ اے اللہ! میرے اعمال کا خاتمہ صبح کی نماز کے ساتھ فرما۔ ایک مرتبہ وضو کیا۔ اور نماز صبح پڑھنا شروع کی۔ نماز کے آخر میں

ایک طرف سلام پھیر کر دوسری طرف سلام پھیرنا ہی چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کر لی۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ وہ نیک آدمی تھے کہ جن کا خاتمہ نماز کی حالت میں ہوا۔ ان کی مقبولیت کی اس سے بڑھ کر اور دلیل کیا ہو سکتی ہے لہٰذا اب بھی اگر کوئی یہی کہتا پھرے کہ عبداللہ بن سعد نا اہل تھے، نا تجربہ کار تھے۔ اور ان میں کوئی علمی اور عملی خوبی نہ تھی۔ ان کی سیرت و کردار ناگفتہ بہ تھا وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسے قائل نے ان باتوں سے اپنا منہ ہی کالا کیا ہے۔ جس شخص کی برأت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا۔ جس کی بہادری نے ابدی نقوش چھوڑے جس کی خدا خوفی نے گورنری کو ٹھکرا دیا۔ اور جس کو نماز کے دوران اللہ نے اپنے ہاں بلا لیا۔ اس کی شان میں گستاخی اور اعتراض کرنا اپنے ہی دین سے ہاتھ دھونا ہے۔

اس سلسلہ میں آخری بات یہ تھی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص کو معزول کر کے ان کی جگہ عبداللہ ابی سرح کو عامل کیوں مقرر کیا۔ اُن میں کیا قصور تھا۔ اور ان میں کیا خوبیاں تھیں۔ تو اس امر کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ صفحات پر آ رہی ہیں۔ وہاں مطالعہ کر لیں۔

گورنر مصر عبداللہ بن سعد ابن ابی سرح کی فتوحات

عبداللہ بن سعد کی سیرت اہل سنت و اہل تشیع کی کتب سے آپ حضرات نے ملاحظہ کی۔ دونوں طرف کی کتب سے بالاتفاق یہ ثابت ہوا کہ عبداللہ بن سعد کی سیرت ایک مسلمان کی سی سیرت تھی۔ اور وہ زندگی کے آخری لمحات تک کامل الایمان مسلمان تھے۔ ان کی شخصیت کی بات کرتے ہوئے دوسرا پہلو معترض کو یہ نظر آیا۔ کہ یہ میدانِ سیاست اور امور بادشاہی سے ناواقف تھے۔ ان میں امورِ مملکت کو سمجھنے اور سرانجام دینے کی نہ اہلیت تھی۔ اور نہ قابلیت۔

اس لیے اب ہم اس امر کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ کیا معترض کے قول کے مطابق یہ واقعی نااہل اور ناتجربہ کار تھے؟ اور ان کی نااہلیت اور ناتجربہ کاری کے ہوتے ہوئے حضرت عثمان غنی نے انہیں مختلف ذمہ داریاں سونپ کر امت مسلمہ سے ناانصافی کی۔

شیعہ کتب سے حوالہ جات اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہوں۔

فتح افریقہ

ناسخ التواریخ:۔

چوں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح در حکایت مصر با فرمان گشت و عدت و عدتی شائستہ بدست کرد عثمان بن عفان را نامہ نگاشت کہ مملکت افریقیہ خزائن اموال است و رجال آں اراضی را مجال مبارزت با ما نیست اگر دستوری رود بداں جانب سفر کنم و آں ملک را تحت فرمان آرام۔ عثمان در پاسخ نوشت کہ عمر بن الخطاب چندانکہ بود آہنگ فتح افریقیہ نکرد و ہمی گفت تا من زندہ باشم بفتح افریقیہ فرمان ندہم مرا نیز ازیں کار کراہت می آید بجائے باش و بداں جانب سفر مکن۔

عبداللہ بن سعد چوں ایں پاسخ یافت عزیمت بگردانید لیکن بعضی آں لشکر را کہ فتح افریقیہ ساختہ بود فرمان کرد تا بداں اراضی تاختن بردند۔ و بعضی از عمال افریقیہ را عرضہ نہب و غارت داشتند و با غنیمت فراواں مراجعت کردند عبداللہ ایں قصہ را نگاشت۔ بدرگاہ عثمان را در فتح آں ولایت رغبت افتاد و نیم شبی مسور بن مخرمہ القرشی را حاضر آساں نماید۔

لاجرم عثمان را در فتح آں ولایت رغبت افتاد و نیم شبی مسور بن مخرمہ القرشی را حاضر ساخت و گفت عبداللہ سعد از من دستورے خواستہ تا لشکر بسازد و افریقیہ را بگشاید۔ و مرا در خاطر می آید کہ عزیمت او بیرون مصلحت نیست تو چہ میگوئی و رائے تو بکدام سوئے میرود؟ گفت تدبیر امیر بصواب مقرون است اگر فرمان کنی تا عبداللہ آں مملکت را نیز بر ممالک اسلام بیفزاید نیکو باشد۔ عثمان

گفت بامداد صنادید اصحاب رسول خدا را در مسجد انجمن کن تا در ایں امر کار با تشارت و استخارت کنیم۔

صبح گاہ مسور برفت و اصحاب را مسجد آورد عثمان با ایشاں سخن افریقیہ در انداخت بیشتر از اصحاب ایں رائے را لصواب نشمردند و سعید بن زید از آں جملہ بزیادت انکار داشت عثمان با او گفت موجب ایں انکار چیست؟ سعید گفت ہموارہ عمر بن الخطاب از تصمیم ایں امر کراہتی بکمال داشت چہ واجب است کہ مخالفت عمر کنی و بافریقیہ لشکر فرستی؟ سعید ایں سخن گفت و برفت۔

عثمان کس فرستاد محمد بن مسلمہ و زید بن ثابت را حاضر ساخت و با ایشاں سخن بشورت انداخت ایشاں گفتند لشکر بداں جانب تاختن و حیاں ملکے الضمیمہ مملکت ساختن کارے بصواب است۔ عثمان نیک شاد شد۔ و مردم را بجنگ افریقیہ دعوت نمود و تحریص کرد گروہی از بزرگ زادگان صحابہ اورا اجابت کردند مانند عبدالرحمٰن بن ابی بکر و عبیداللہ و عبداللہ پسراں عمر بن الخطاب و عبدالرحمٰن و عبداللہ پسراں زبیر بن العوام و عبداللہ بن عمرو بن العاص و عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث و بسر بن ارطاۃ و مسور بن مخرمہ چوں عثمان رغبت بمبارزت ایں جماعت را بدید عظیم خوشدل گشت۔

بالجملہ مرداں اعداد کار کردند چوں لشکر انجمن شد عثمان از مدینہ بیروں شد و عرض سپاہ بداد چہار ہزار ہشت صد مردم بشمار آمد پس بفرمود ایں جملہ را سلاح جنگ بدادند و ہزار شتر با جامہ تسلیم داشت تا کار بسا ختند آں گاہ مروان بن الحکم را سردار سواراں و برادرش حارث بن الحکم را سرہنگ پیادگان فرمود پس بر منبر شد و سپاس خدائے بپائے برد۔ و لشکر را نصیحتے گفت و بجنگ افریقیہ تحریص داد و فرمود دانستہ باشید من امارت تمامت لشکر را

با عبداللہ بن سعد بن ابی سرح گذاشتہ ام چوں بدو پیوستہ شد یدفرمان او پذیرید بدو صواب دیداو را الصواب شمارید و او را نیز مکتوب کردہ ام کو با شما از در رفق و نیکوئی بکوشد و از زلات و خطیئات شما چشم بپوشد۔

پس از منبر فرود شد و لشکر طریق مصر پیش داشت۔ سہل و صعب زمین را در نوشتند بعد از ورود بمصر عبداللہ بن سعد شاد کام شد۔ واعداد کار کرد و لشکر فراہم آورد و عرض لشکر بداد بیست و سہ ہزار تن سوارہ و پیادہ بشمار شد پس راہ افریقیہ پیش داشت و کوچ بر کوچ براندند تا بشہر طرابلس رسید کہ منتہائے حدود مسلین بود یکروز در آنجا اقامت نمود و بامداد دیگر باراضی افریقیہ تاخت و لشکر خویش را برائے نہب و غارت در آں مملکت بپراکند لشکر برفت و بسیاری از قری و توابع آں مملکت را عرضہ نہب و غارت داشتند و گاؤ و گوسفند و اسپ و استر براندند۔ و فراواں اسیر گرفتند و بالشکرگاہ مراجعت کردند۔

ایں وقت عبداللہ طلایہ از پیش رواں داشت یک روز چناں رفقاء کہ چند کشتی ہمی کرد و گاہ بر بیاباں و گاہ بر ساحل دریا عبور داشت یک روز چناں رفقاد کہ چند کشتی برلب آب پدیدار آمد و مردی چند از کشتیہاں ساحل بودند چوں لشکر را دیدار کردند۔ خواستند تا بکشتیہا در روند۔ و بطرفی گریزند۔ سواراں بتاختند وایشاں را بگرفتند و بنزدیک عبداللہ آوردند۔ وایں اسیراں صد تن بودند۔ عبداللہ لفرمود تا جملہ را گردن بزنند و ہر مال کہ در کشتیہا بود بر لشکر قسمت کرد۔ و کشتیہا را تمامت سوخت و از آں جا کوچ بر کوچ برفت تا بکنار دار الملک افریقیہ رسید نزدیک بشہر لشکرگاہ کرد۔

فرماں گذار افریقیہ جرجیر نام داشت و خراج بقسطنطین پادشاہ روم میفرستاد عبداللہ رسولے بسوئے او گسیل داشت و او را بمسلمانی دعوت کرد۔ جرجیر از ایں

سخن ناختہ شد و گفت ہرگز بدیں شما در نیا یم عبداللہ گفت چوں ایں نپذیر فتی از دو کار یکے باید کرد۔ ہزیمت بر ذمت گیر و اگر نہ ساختہ جنگ باش۔ جرجیر دل بحرب نہاد۔ و عرض لشکر بداده با شصت ہزار مرد از شہر بیروں شد۔ و در برابر عبداللہ لشکر گاہ کرد۔ از دو جانب ساختہ جنگ شدند۔ و میمنہ و میسرہ بیاراستند چہل روز از دو روبہ سپاه روئی در روئی شدو ہر روز از بامداد تا چاشتگاه رزم میدادند۔ و از یک دیگری کشتند آنگاه بمنازل خویش بازمی شدند۔

از آں سوئے با بعد مسافت خبر بسوئے مدینہ دیر میرسید عثمان بیمناک شد۔ و عبداللہ بن زبیر را با گروہی از سواران نامدار بمدد عبداللہ رواں داشت عبداللہ بن زبیر بشتاب برق و باد سہل و صعب او دیہ و شعب را در نوشتہ خود را بلشکر گاہ عبداللہ بن سعد رسانید۔ لشکر اسلام تکبیر گفتند و شاد شدند عبداللہ بن زبیر گفت امیر لشکر عبداللہ سعد کجا است؟ گفتند جرجیر حیلتی اندیشیدہ فرمان کرد تا منادی ندا درداد کہ ہر کس سر عبداللہ سعد را بنزدیک من آرد اورا صد ہزار دینار زر سرخ بصلت دہم و دختر خویش را بدو نکاح بندم ازیں روئے عبداللہ سعد از دوست و دشمن آسودہ نیست و متفکر ادر لشکر گاہ زیستن دارد۔

عبداللہ بن زبیر نزدیک او رفت و اورا قوی دل ساخت و بفرمود تا عبداللہ سعد نیز منادی دراندا خت کہ ہر کس سر جرجیر را بنزد من آورد صد ہزار دینار زر سرخ ازیں غنائم اورا و ہم دختر جرجیر را نیز بدو سپارم و بر زیادت حکومت رے خاص وے خواہد بود جرجیر را نیز ازیں سخن رعبی عظیم در دل راہ کرد و در روز جنگ از پس صفوف می ایستاد تا اگر لشکر شکستہ شد تواند بجانبی گریخت۔

بالجملہ دیگر بارہ عبداللہ بن زبیر تازہ غدر لیتی انگیخت و با عبداللہ سعد گفت فردا از بامداد باید فرمان کرد تا تمامت لشکر سلاح جنگ در بر کنند و زین بر اسپہا

بندند آنگاہ یک نیمہ را با خود بجنگ بردو نیم دیگر را حکم داد تا زمام اسپہا را بدست گیرند و در میان خیمہ ہا آمادہ باشند چون ما تا چاشتگاہ رزم دہیم و سپاہ خصم را خستہ وماندہ کنیم وقتی کہ بعادت ہمہ روز باز لشکرگاہ شویم و سپاہ دشمن بہرآسودگی سلاح جنگ از تن دور کنند و زین از اسپہا برگیرند۔ آن نیم لشکر یاکہ در خیمہ ہا آسودہ بودند و زمام اسپہا بدست داشتند۔ بی توانی برنشینند و مفافصۃ بر سر دشمن تاختند و تیغ در ایشان نہند گمان می رود کہ کار بکام می شود و دشمن مقہور گردد۔

عبداللہ سعد و سران سپاہ ایں رائے را پسندیدہ داشتند و روز دیگر بدیں قانون یک نیمہ سپاہ بمیدان آمد عبداللہ بن عباس بر مقدمہ رفت و عبداللہ بن سعد در قلب لشکر جائے گرفت و عبداللہ بن عمر بن الخطاب بمیمنہ شد و عبداللہ بن زبیر بمیسرہ آمد از ایں روئے ایں جنگ را حرب العبادلہ نام نہادند

بالجملہ در ایں روز مسلمانان برافزوں کوشش کردند و رزمہائے سخت بدادند و از انگیختن سپاہ جرجیر را از ہمہ روز بزیادت زحمت کردند۔ تا روز نیمہ رسید و مؤذن بانگ برداشت پس ہر دو صف بعادت بلشکرگاہ خویش مراجعت کردند۔ و سپاہ جرجیر زین از اسپ برگرفتند۔ تیغ و تیر بینداختند و جامہائے آہنین کہ تنہائے ایشاں را کوفتہ داشت از تن دور کردند و بیاسودند۔

ایں وقت آں نیمہ لشکر اسلام کہ تنہا زحمت می بردند ایں ساعت را غنیمت شمردند در زمان برنشستند و با شمشیرہائے کشیدہ و سنانہائے زدودہ خویشتن را بلشکرگاہ جرجیر در انداختند و شمشیر در ایشاں نہادند و لشکر جرجیر را مجال زین بر اسپ بستن و درع پوشیدن و استعمال سیف و سنان کردن بدست نبود لاجرم ہر کہ توانست از آں مہلکہ بگریخت و اگر نہ خونش بریخت۔ بالجملہ کافراں ہزیمت شدند و بروایتِ صاحبِ الفی جرجیر بدست عبداللہ بن زبیر

مقتول گشت واین مرا درست نیامد چہ از اخبار چنیں استوار افتاد کہ جرجیر بہزیمت راہی وراز پیمود و مسلمانان اموال واثقال و اسیراں فراواں ماخوذ داشتند۔

آں گاہ جرجیر کس نزد عبداللہ بن سعد بن ابی سرح فرستاد و خواستگار مصالحت و مسالمت گشت بشرط کہ دو ہزار ہزار و پانصد و بیست ہزار دینار کہ دریں زمان عبارت از پنج کروڑ و بیست ہزار تومان است تسلیم دارد عبداللہ ایں سخن از وے بپذیرفت و برایں گونہ وثیقت بنوشت واں خراج بستد وآں چہ از غنیمت بدست کردہ بود بر لشکر قسمت کرد ہر سوار را سہ ہزار درہم وہر پیادہ را ہزار درہم بہرہ رسید آنگاہ خمس غنائم را با خراج افریقیہ بصحبت عبداللہ بن زبیر بنزدیک عثمان فرستاد وخود بجانب مصر راجعت نمود و مدت سفراو یک سال و سہ ماہ بر آمد۔

(۱۔ ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد نمبر ۲ ص ۱۳۲ تا ۱۳۷/ وقائع سال بیست و ہفتم مطبوعہ تہران جدید)

(۲۔ تاریخ یعقوبی ص ۱۶۴ تا ۱۶۶/ ذکر ایام عثمان بن عفان مطبوعہ بیروت۔ طبع جدید)

ترجمہ:

جب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے مملکت مصر کو اپنے زیر تصرف کر لیا۔ اور وہاں کے عوام مطیع ہو گئے۔ اور کارآمد ساز و سامان پر بھی قبضہ کر لیا۔ تو حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کو رقعہ لکھا۔ کہ مملکت افریقیہ میں دنیوی مال کے بہت سے خزانے ہیں۔ اور اس کے باشندے ہمارے ساتھ

لڑنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ لہذا اگر اجازت عطا فرمائیں۔ تو میں اس طرف بقصد جنگ روانہ ہو جاؤں۔ اور اس مملکت کو بھی زیر حکم لے آؤں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے باوجود اس رعب وداب کے افریقیہ کے فتح کرنے کا ارادہ نہ کیا۔ اور یہی فرماتے رہے۔ کہ میں جب تک زندہ رہوں گا۔ افریقیہ کے فتح کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ تو مجھے بھی اس کام سے کراہت آتی ہے۔ لہذا تم آرام سے اپنی جگہ بیٹھو۔ اور اس سمت کا سفر مت کرو۔

عبداللہ بن سعد نے جب یہ جواب پڑھا۔ تو ارادہ ملتوی کر دیا۔ لیکن افریقیہ پر حملہ آور ہونے کے لیے جو لشکر تیار ہو چکا تھا۔ اس میں سے کچھ افراد کو حکم دیا۔ کہ تم اس علاقہ میں لوٹ مار کا ماحول پیدا کرو۔ وہ افریقیہ کے کچھ علاقوں میں لوٹ کھسوٹ اور قتل وغارت کے ذریعہ بہت سا مالِ غنیمت اکٹھا کر کے واپس آ گئے۔ عبداللہ بن سعد نے یہ واقعات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجے۔ تا کہ افریقیہ کی فتح کا معاملہ ان کے لیے آسان دکھائی دے۔

مختصر یہ کہ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس ولایت کے فتح کرنے کی رغبت پیدا ہوئی۔ اور جناب مسور بن مخرمہ کو آدھی رات کے وقت طلب کیا۔ اور فرمایا۔ کہ عبداللہ بن سعد نے مجھ سے اس امر کی اجازت مانگی ہے۔ کہ وہ ایک لشکر ترتیب دے کر افریقیہ پر حملہ آور ہو جائے۔ میرے دل میں خیال آتا ہے۔ کہ اس کا یہ ارادہ کسی مصلحت کے تحت ہوگا۔ تم بتاؤ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ کہا۔ امیر المؤمنین کی تدبیر اچھی اور درست ہے۔ اگر آپ عبداللہ بن سعد کو اس کام کا حکم دے دیتے ہیں۔ تو وہ مملکت اسلامیہ

ہیں ایک اور ملک کا اضافہ کر سکتا ہے۔ اور یہ بات بہت اچھی ہے۔ حضرت عثمان غنی نے فرمایا۔ اچھا تو صبح کے وقت اکابر صحابہ کرام کو مسجد میں اکٹھا کرو۔ تاکہ ان سے بھی اس کام کے متعلق مشورہ لے لیا جائے۔ اور ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ سے بھلائی کی دعا کریں۔

صبح سویرے جناب مسور نے جید صحابہ کرام کو مسجد میں جمع کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان سے افریقیہ کے بارے میں گفتگو فرمائی۔ ان حاضرین میں سے بیشتر نے افریقیہ پر حملہ کرنے کی رائے دی۔ اور ان میں سے جن حضرات نے اس کی مخالفت کی حضرت سعید بن زیدان میں سب سے آگے تھے۔ حضرت عثمان نے ان سے دریافت فرمایا۔ کہ تمہارے انکار کا کیا سبب ہے؟ جواب دیا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے تازندگی اس معاملہ کو مکروہ جانا۔ آپ کے لیے کیا یہ ضروری ہے۔ کہ ان کی مخالفت ہی کریں۔ اور افریقیہ پر لشکر کشی کریں۔ سعید نے یہ کہا۔ اور اٹھ کر چل دیے۔

حضرت عثمان نے ایک آدمی کو بھیج کر جناب محمد بن مسلمہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کو بلوایا۔ ان سے مشورہ لیا گیا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ ایسی مملکت پر بھاری فوج سے حملہ کرنا اور پھر اُسے مملکت اسلامیہ میں شامل کر لینا بہت ہی اچھا کام ہے۔ یہ سن کر حضرت عثمان بہت خوش ہوئے۔ لوگوں کو افریقیہ پر حملہ کرنے کے لیے فضا ساز گار کرنا شروع کر دی۔ جلیل القدر صحابہ کے فرزندانِ گرامی نے اپنی اپنی ہاں کا اظہار کیا۔ ان میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبید اللہ و عبداللہ جو حضرت عمر بن الخطاب کے فرزند ہیں۔ اور عبداللہ و عبدالرحمٰن جو زبیر بن العوام کے بیٹے ہیں۔ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث اور بسر بن ارطاۃ اور مسور بن مخرمہ شامل تھے

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کی آمادگی دیکھی تو انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا۔

بالجملہ لوگوں نے تیاری شروع کر دی۔ جب لشکر تیار ہو گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مدینہ سے باہر تشریف لائے۔ اور مجاہدین سے خطاب۔ ایکدان کی تعداد چار ہزار آٹھ سو تھی۔ فرمایا۔ ان تمام مجاہدین کو جنگ کے لیے مسلح کیا جائے۔ انہیں آپ نے ایک ہزار اونٹ بمعہ لباس عطا فرمائے۔ پھر مروان بن الحکم کو گھوڑا سوار اور ان کے بھائی حارث بن الحکم کو پیدل دستہ کی سرداری عطا فرمائی۔ پھر منبر پر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ لشکر کو نصیحتیں کیں۔ اور افریقیہ کی جنگ پر ابھارا۔ اور فرمایا۔ کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میں نے تمام لشکر کی سپہ سالاری عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو عطاء کی ہے۔ جب تم ان سے جا لو۔ تو ان کے احکام کی پیروی کرنا۔ اور ان کے فیصلہ کو درست فیصلہ قرار دے کر قبول کرنا۔ اس کے ساتھ حضرت عثمان نے عبداللہ بن سعد کے نام بھی لکھ بھیجا۔ کہ مجاہدین سے نرم سلوک اور نیکی سے پیش آنا۔ اور ان کی چھوٹی موٹی غلطیوں سے درگزر کرنا۔

یہ کہہ کر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے۔ اور لشکر بطرف مصر روانہ ہوا۔ آسان و مشکل راستوں کو طے کیا۔ جب یہ لشکر مصر پہنچا۔ تو عبداللہ بن سعد بہت خوش ہوا۔ اور تیاری شروع کر دی۔ تیس ہزار سوار اور پیدل مجاہدین تیار ہو گئے۔ اور افریقیہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ چلتے چلتے طرابلس شہر پہنچے۔ یہ شہر وہ ہے۔ جو کہ اس وقت کی مسلم مملکت کا آخری کنارہ تھا۔ ایک دن وہاں قیام کرنے کے بعد صبح سویرے وہاں سے افریقیہ کے کچھ علاقہ جات میں لوٹ مار شروع کر دی۔ لشکر اسلامی نے بہت سے

گاؤں کو زیر قبضہ کیا۔ اور گائیں، بھیڑ بکریاں اور بہت سے اونٹ ہاتھ آئے۔ کافی تعداد میں قیدی ہاتھ لگے۔ یہ سب کچھ لے کر واپس لشکرگاہ آ گئے۔

اس کے بعد عبداللہ بن سعد نے حفاظتی دستہ کو افریقیہ کی طرف روانہ کر دیا۔ اور خود اس لشکر کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ کبھی جنگل اور کبھی ساحل دریا کو عبور کرتے رہے۔ ایک دن یہ ہوا۔ کہ چند کشتیاں پانی کی سطح پر آتی ہوئی نظر آئیں۔ ان کشتیوں کے کچھ افراد ساحل پر تھے۔ جب انہوں نے اسلامی لشکر کو دیکھا۔ تو کشتیوں میں سوار ہو کر بھاگنے کی کوشش کی۔ مسلم لشکر کے سواروں نے انہیں آدبوچا۔ اور پکڑ کر عبداللہ بن سعد کے پاس لے آئے۔ یہ قیدی تعداد میں ایک سو تھے۔ عبداللہ نے فرمایا۔ کہ ان تمام کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ پھر ان کا کشتیوں میں بھرا ہوا سارا مال لشکر میں تقسیم کر دیا۔ اور کشتیوں کو جلا دیا۔ پھر یہاں سے کوچ کر کے افریقیہ کے دارالملک کے بالکل قریب جا پہنچے۔ اور شہر کے نزدیک پڑاؤ ڈالا۔

افریقیہ کے فرمانروا کا نام جرجیر تھا۔ اور اپنے ملک کا خراج روم کے بادشاہ قسطنطین کو بھیجا کرتا تھا۔ عبداللہ بن سعد نے ایک ایلچی اس کی طرف بھیجا اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ جرجیر یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ میں ہرگز تمہارا دین قبول نہیں کروں گا۔ عبداللہ نے جواب دیا۔ کہ پھر تمہیں دو باتوں میں سے ایک ضرور کرنا پڑے گی۔ یا تو جزیہ دینا قبول کر لو۔ یا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جرجیر نے لڑائی کو ترجیح دی۔ اور لشکر تیار کیا۔ ساٹھ ہزار مرد لے کر شہر سے باہر نکلا۔ اور عبداللہ کے بالمقابل آ ٹھہرا۔ دونوں طرف سے جنگ کا اعلان ہوا۔ میمنہ اور میسرہ مقرر کیے گئے۔ چالیس دن تک دونوں لشکر آمنے سامنے رہے۔ اور روزانہ

صبح سے چاشت تک جنگ ہوتی۔ پھر ہر لشکر اپنی اپنی جگہ چلا جاتا۔

اس طرف مدینہ منورہ میں خبر آنے سے دیر ہو گئی۔ کیونکہ سفر کافی طویل تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے کچھ پریشان تھے۔ عبداللہ بن زبیر کو سواروں کا ایک گروہ دے کر عبداللہ بن سعد کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ عبداللہ بن زبیر بجلی کی سی تیزی سے ہر قسم کے راستوں کو طے کرتے ہوئے عبداللہ بن سعد کے لشکر گاہ میں آ پہنچے۔ اسلامی لشکر نے اللہ اکبر کی آوازیں بلند کیں۔ اور خوشی کا اظہار کیا۔ عبداللہ بن زبیر نے پوچھا امیر لشکر عبداللہ سعد کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا۔ کہ جرجیر نے ایک حیلہ کیا اور اعلان کروایا ہے۔ کہ جو شخص عبداللہ بن سعد کا سر قلم کر کے میرے پاس لائے گا۔ اس کو دس ہزار سرخ دینار دیئے جائیں گے۔ اور ایسے شخص سے میں اپنی بیٹی کی شادی بھی کر دوں گا۔ اس اعلان کے پیش نظر ہمارے امیر اپنے بیگانے سے مطمئن نہ ہونے کی وجہ سے اجنبی سی حالت میں رہ رہے ہیں۔

عبداللہ بن زبیر ان کے پاس آئے۔ اور انہیں تسلی دی۔ اور فرمایا۔ کہ تم بھی منادی کرا دو۔ جو شخص جرجیر کا سر میرے پاس لائے گا۔ اس کو دس ہزار سرخ دینار بطور انعام ملیں گے۔ اور اس کے علاوہ جرجیر کی بیٹی سے اُسے بیاہ دیا جائے گا۔ اور علاقے کی حکومت بھی اس کو دے دی جائے گی۔ اس اعلان سے جرجیر پر رعب طاری ہو گیا۔ اور جنگ کے دوران وہ لشکر کی صفوں کے بالکل پیچھے دُور کھڑا ہوتا۔ تاکہ بصورت شکست بھاگنے کی صورت نکل سکے۔

مختصر یہ کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے ایک اور چال سوچی۔

عبداللہ بن سعد کو فرمایا۔ کہ کل صبح جنگ کے لیے تمام لشکر کو تیار رہنے کا حکم جاری کردو۔ اپنے اپنے گھوڑوں کی زین باندھ لی جائے۔ پھر آدھا لشکر لے کر دشمن کے ساتھ جنگ کرنے چلے جانا۔ اور بقیہ آدمیوں کو حکم دے دو۔ کہ وہ ہر وقت اپنے اپنے گھوڑوں کی لگامیں تھامے رکھیں۔ اور خیموں میں تیار کھڑے رہیں۔ جب ہم چاشت تک دشمن سے لڑیں گے۔ تو اس سے دشمن کی فوج کافی تھک چکی ہو گی۔ اور پھر جنگ بند ہونے پر جب اپنے اپنے خیموں میں اگر وہ جنگی ہتھیاروں کو اتاریں گے۔ اور زرہیں الگ رکھ دی جائیں گی۔ گھوڑوں سے زینیں اتار لی جائیں گی۔ تو ایسے میں ہمارا بقیہ آدھا لشکر جو خیموں میں ہو گا۔ اور گھوڑوں کی لگامیں تھامے حکم کا منتظر ہو گا۔ ان کو اچانک حملہ کرنے کا حکم دے دیا جائے۔ وہ ان پر تلواروں سے حملہ کر دیں۔ اس سے امید ہے کہ ہمارا منصوبہ کامیاب ہو گا۔ اور دشمن مغلوب ہو جائے گا۔

عبداللہ سعد اور لشکر کے سرکردہ لوگوں نے اس تجویز کو سراہا۔ اور دوسرے دن اسی منصوبہ پر عمل کیا گیا۔ آدھا لشکر صبح سویرے دشمن سے لڑنے میدان میں اترا۔ عبداللہ بن عباس اس کے آگے آگے تھے۔ عبداللہ بن سعد درمیان میں، عبداللہ بن عمر بن الخطاب میمنہ اور عبداللہ بن زبیر میسرہ پر تھے۔ اسی وجہ سے اس جنگ کو "حرب العبادلہ" کہا گیا ہے۔

ہوا یہ کہ اس دن مسلمانوں نے سر توڑ کوشش کی۔ اور سخت لڑائی لڑی۔ جرجیر کی فوج کو پہلے سے کہیں زیادہ قتل و غارت کا سامنا کرنا پڑا۔ لڑتے لڑتے جنگ بند کرنے کا وقت آن پہنچا۔ اعلان کرنے والے نے باآواز بلند کہا کہ جنگ ختم کر دی جائے۔ اس پر دونوں لشکر اپنی عادت کے مطابق جنگ بند کر کے واپس اپنے خیموں میں آ گئے۔ جرجیر کے سپاہیوں نے خیموں میں

پہنچ کر اپنے گھوڑوں سے زین اتاری۔ تیر و تلوار اتار کر رکھ دیئے۔ اور زرہیں اتار کر آرام کرنے کی سوچنے لگے۔

اس وقت مسلمانوں کا وہ نصف لشکر جو اپنے خیموں میں لڑائی کے لیے تیار کھڑا تھا۔ فی الفور تلواریں سونتتے ہوئے اور نیزے لہراتے ہوئے دشمن پر حملہ آور ہو گئے۔ یہ حملہ اس قدر جلدی میں کیا گیا۔ کہ جرجیر کے لشکر کو گھوڑوں پر زین رکھنے کی مہلت بھی نہ مل سکی۔ تلوار اٹھانے اور نیزہ پکڑنے کی فرصت بھی نہ پا سکے۔ بالآخر جس سے بھاگا جا سکا وہ بھاگ گیا۔ اور دوسرا قتل کر دیا گیا۔ بالجملہ کافروں کو شکست ہوئی۔ صاحب الفی کے نزدیک جرجیر کو عبد اللہ بن زبیر نے قتل کر دیا۔ لیکن میرے (مصنف) نزدیک یہ درست نہیں۔ کیونکہ یہ بات بہت سی کتب تاریخ میں یوں موجود ہے۔ کہ جرجیر شکست کھانے کے بعد دور کہیں بھاگ گیا۔ مسلمانوں نے افریقیہ کی مملکت سے بہت سا مال و دولت اور کثیر تعداد میں قیدی ساتھ لیے۔

پھر جرجیر نے ایک آدمی کو عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کے پاس بھیجا اور درخواست کی۔ کہ صلح کر لی جائے۔ میں اس صلح پر بیس لاکھ بیس ہزار پانچ سو دینار دینے کو تیار ہوں۔ یہ رقم مصنف کے زمانے کے پانچ کروڑ بیس ہزار تومان کے برابر بنتی تھی۔ عبد اللہ نے یہ پیش کش قبول کر لی۔ اور اس کو معاہدہ کی شکل میں تحریر کر لیا۔ جو مال غنیمت وہاں سے ہاتھ آیا۔ وہ لشکریوں میں اس طرح تقسیم کیا۔ کہ سوار کو تین ہزار درہم اور پیدل کو دو ہزار درہم حصہ میں آئے۔ پھر پانچواں حصہ اور افریقیہ کا خراج حضرت عثمان کے پاس بھیجا گیا۔ عبد اللہ اس کے بعد واپس مصر آ گیا۔ اور یہ مدت ایک سال اور تین ماہ کی تھی۔

الحاصل :۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد ابی سرح وہ خوش بخت آدمی ہے۔ جس نے اگرچہ اسلام لانے کے بعد کچھ عرصہ کے لیے ارتداد اختیار کرلیا تھا لیکن پھر دوبارہ جب مشرف باسلام ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ تو ساری زندگی مثالی اسلامی زندگی گزاری تا دم آخر کوئی لغزش سرزد نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں اسلام کو بڑی بڑی فتوحات سے نوازا۔ افریقیہ جیسی مملکت کو زیر نگیں کیا۔ لاکھوں کروڑوں کے حساب سے سالانہ آمدنی آنے لگی۔ غرباء اور مساکین کی حالت بہت بہتر ہوگئی۔

اپنی زندگی کے آخری لمحات میں گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ اور ایک فقیرانہ زندگی بسر کی۔ اللہ سے دعا مانگی۔ کہ اے اللہ! مجھے نماز میں موت عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ اور دورانِ نماز سلام پھیرتے ہوئے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

جس کی سیرت اور اخلاق کے یہ نقوش ہوں۔ اور جس کی اہلیت اور لیاقت نے اسلام کو چار چاند لگائے۔ جس کو موت نماز کی حالت میں عطا ہو۔ ایسے شخص پر لعن طعن کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ اور ایمان اس کی اجازت کب دیتا ہے۔؟

معلوم ہوا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد کو عامل بنا کر اقربا پروری کا مظاہرہ نہیں فرمایا۔ بلکہ ایک قابل اور اہل شخص کو مملکت کی ذمہ داریاں سپرد کیں۔ اور انہوں نے خداداد صلاحیت سے افریقہ ایسی عظیم مملکت کو فتح کیا۔ جس کی وجہ سے لاکھوں افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اور ان کی نسلیں اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہوئیں۔ یہ وقت کی ضرورت تھی۔ کہ حضرت

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق عبداللہ بن سعد کو اپنے دور میں بھی ذمہ داریاں سپرد کیں۔ اور انہوں نے وہ ذمہ داریاں باحسن طریقہ سرانجام دیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر ان گنت رحمتیں نازل ہوں۔

وہ ہم مسلمانوں کے عظیم محسن تھے۔

فاعتبروا

یا اولی الابصار۔

دورِ عثمانی کے اموی عمال (چہارم)

گورنر کوفہ حضرت سعید بن العاص کی سیرت و کردار کی ایک جھلک

حضرت سعید بن العاص قرشی اموی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت ان کی عمر ۹ برس کی تھی۔ اس اعتبار سے یہ ان صحابہ کرام میں شامل ہیں جنہیں کم عمر صحابی کہا جاتا ہے۔ یہ اپنے دور کے ممتاز صاحب فصاحت و بلاغت آدمی تھے۔ صحابہ کرام میں ان کے بارے میں مشہور تھا کہ ان کا لب و لہجہ اور طرز گفتگو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھا۔ قریش کے سردار تھے۔ انہیں بطور عزت و تکریم "صاحب تاج" کہا جاتا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی فصاحت و بلاغت کے پیش نظر انہیں ان افراد کی فہرست میں شامل کیا جو جمع قرآن کی سعادت پر مامور تھے۔ ان کی ریش مبارک بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھی۔ جب تلاوت قرآن کرتے۔ تو وہ سماں اور کیفیت نظر آتا۔ جس کی کیفیت بیان میں نہیں کی جا سکتی۔ یہ سب خصوصیات ہم اپنی طرف سے بیان نہیں کر رہے

بلکہ خود کتب شیعہ ان امور کی شاہد ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

تنقیح المقال:

سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ الْقُرَشِيِّ الْاُمَوِيِّ عَدَّهُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَابْنُ مُنْدَهٍ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَفِيْ اَسَدِ الْغَابَةِ اَنَّهُ مِنْ اَشْرَافِ قُرَيْشٍ وَاَجْوَدِهِمْ وَفُصَحَائِهِمْ وَهُوَ اَحَدُ الَّذِيْنَ كَتَبُوا الْمُصْحَفَ لِعُثْمَانَ وَاسْتَعْمَلَهُ عُثْمَانُ عَلَى الْكُوْفَةِ بَعْدَ الْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعِيْطٍ وَغَزَا طَبَرِسْتَانَ فَافْتَتَحَهَا وَغَزَا جُرْجَانَ فَافْتَتَحَهَا سَنَةَ تِسْعَةٍ وَعِشْرِيْنَ اَوْ سَنَةَ ثَلَاثِيْنَ وَانْتَقَضَتْ آذَرْبَايْجَانُ فَغَزَاهَا فَافْتَتَحَهَا فِيْ قَوْلٍ وَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ لَزِمَ بَيْتَهُ وَاعْتَزَلَ الْفِتْنَةَ فَلَمْ يَشْهَدِ الْجَمَلَ وَلَا صِفِّيْنَ فَلَمَّا اسْتَقَلَّ الْاَمْرُ لِمُعَاوِيَةَ اَتَاهُ وَلَهُ مَعَ مُعَاوِيَةَ كَلَامٌ طَوِيْلٌ عَاتَبَهُ مُعَاوِيَةُ عَلٰى تَخَلُّفِهِ عَنْهُ فِيْ حُرُوْبِهِ فَاعْتَذَرَ وَهُوَ فَقَبِلَ

مُعَاوِيَةُ عُذْرَهُ ثُمَّ وَلَّاهُ الْمَدِيْنَةَ فَكَانَ يُوَلِّيْهِ إِذَا عَزَلَ مَرْوَانُ عَنِ الْمَدِيْنَةِ وَ يُوَلِّي مَرْوَانُ إِذَا عَزَلَهُ وَكَانَ سَعِيْدٌ كَثِيْرُ الْجُوْدِ وَ السَّخَاءِ۔

(تنقیح المقال للمامقانی۔ جلد نمبر صفحہ نمبر ۲۷
باب سعید من ابواب السین۔
مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

ابن عبد البر، ابن مندہ اور ابو نعیم نے حضرت سعید بن العاص بن سعید العاص کو صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔ اسد الغابہ میں ہے۔ کہ یہ حضرت قریش کے بزرگوں میں سے تھے۔ اور ان میں سے ایک عظیم سخی اور بہت بڑے فصیح تھے۔ یہ ان حضرات میں سے ایک تھے۔ جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم پر ان کے لیے قرآن کریم کی کتابت کی۔ جناب عثمان نے انہیں کوفہ کا عامل مقرر کیا۔ یہ تقرری ولید بن عقبہ کے بعد ہوئی۔ طبرستان پر چڑھائی کر کے اسے فتح کیا۔ جرجان کو انتیس یا تیس ہجری میں فتح کیا۔ اس کے علاوہ آذر بائیجان پر بھی قبضہ کیا۔ جب حضرت عثمان غنی کو شہید کر دیا گیا۔ تو انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اور فتنہ سے دور بھاگ گئے۔ جنگ جمل اور صفین میں شرکت نہ کی۔ جب حضرت امیر معاویہ نے خلافت سنبھالی۔ تو ان کے پاس آئے۔ اور ان سے طویل کلام کیا۔ جناب معاویہ نے انہیں اپنی لڑائیوں

میں شرکت نہ کرنے پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ تو انہوں نے عدم شرکت کا عذر پیش کیا۔ امیر معاویہ نے عذر قبول کر کے درگزر کر دیا۔ اور انہیں مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔ مروان بن الحکم انہیں اس عہدے سے معزول کرتا۔ تو حضرت امیر معاویہ مقرر کر دیتے اور اگر امیر معاویہ معزول کرتے تو مروان ان کی تقرری کر دیتا۔ جناب سعید بہت سخی تھے۔ اور ان کی سخاوت بکثرت تھی۔

تہذیب التہذیب:۔

قَالَ ابْنُ سَعْدٍ قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِسَعِيْدٍ تِسْعُ سِنِيْنَ قَالَ الزُّبَيْرُ بْنُ بَكَّارٍ اِسْتَعْمَلَهُ عُثْمَانُ عَلَى الْكُوْفَةِ وَغَزَا بِالنَّاسِ طَبَرِسْتَانَ وَاسْتَعْمَلَهُ مُعَاوِيَةُ عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ مُعَاوِيَةُ لِكُلِّ قَوْمٍ كَرِيْمٌ وَكَرِيْمُنَا سَعِيْدٌ وَقَالَ اَيْضًا اُقِيْمَتْ عَرَبِيَّةُ الْقُرْاٰنِ عَلَى لِسَانِ سَعِيْدٍ لِاَنَّهُ كَانَ اَشْبَهَهُمْ لَهْجَةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كَانَ مِنْ اَشْرَافِ قُرَيْشٍ وَهُوَ اَحَدُ الَّذِيْنَ كَتَبَ الْمُصْحَفَ لِعُثْمَانَ وَرَوٰى عَبْدُ الْعَزِيْزِ

ابْنُ اَبَانٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ بِبُرْدٍ فَقَالَتْ اِنِّيْ نَوَيْتُ اَنْ اُعْطِيَ هٰذَا الْبُرْدَ اَكْرَمَ الْعَرَبِ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطِيْهِ هٰذَا الْغُلَامَ يَعْنِيْ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۴۸-۴۹ ذکر السین مطبوعہ بیروت طبع قدیم۔)

ترجمہ:۔

ابن سعد کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت سعید بن العاص کی عمر ۹ برس تھی۔ زبیر بن بکار کا کہنا ہے۔ کہ حضرت عثمان نے سعید بن العاص کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ طبرستان پر چڑھائی کی۔ امیر معاویہ نے انہیں مدینہ کی گورنری عطا کی۔ سعید بن عبد العزیز کا کہنا ہے۔ کہ حضرت معاویہ نے کہا۔ ہر قوم کا کوئی قابل فخر سخی ہوتا ہے۔ اور ہمارا قابل فخر آدمی سعید ہے یہ بھی کہا۔ کہ قرآن کریم کی عربیت زبانِ سعید سے ٹھیک بیٹھتی ہے۔ کیونکہ ان کا لہجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لہجہ کے بہت مشابہ تھا۔ ابن عبد العزیز کا کہنا ہے۔ کہ سعید اشراف قریش میں سے تھے۔ اور ان کاتبان قرآن میں سے ایک تھے۔ جنہوں نے حضرت عثمان کے لیے قرآن کی کتابت کی۔ عبد العزیز بن ابان جناب خالد بن سعید اور ان کے باپ سے وہ حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ ایک عورت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک چادر لائی۔ اور کہنے لگی۔ کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ یہ چادر اس شخص کو دوں گی۔ جو "اکرم العرب" ہو۔ تو آپ نے اُسے فرمایا۔ اس لڑکے یعنی سعید بن العاص کو دے دو۔ (یہ اس وصف سے متصف ہے۔)

البدایہ والنہایہ :-

وَكَانَ عُمُرُ سَعِيدٍ يَوْمَ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَ سِنِيْنَ وَكَانَ مِنْ سَادَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْاَجْوَادِ الْمَشْهُوْرِيْنَ وَكَانَ جَدُّهٗ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ وَيُكْنٰى بِاَبِیْ اُحَيْحَةَ رَئِيْسًا فِیْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهٗ ذُو التَّاجِ لِاَنَّهٗ كَانَ اِذَا اعْتَمَّ لَا يَعْتَمُّ اَحَدٌ يَوْمَئِذٍ اِعْظَامًا لَهٗ وَكَانَ سَعِيْدٌ هٰذَا مِنْ عُمَّالِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلَى السَّوَادِ وَجَعَلَهٗ عُثْمَانُ فِيْمَنْ يَكْتُبُ الْمَصَاحِفَ لِفَصَاحَتِهٖ وَكَانَ اَشْبَهُ النَّاسِ لِحْيَةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(البدایہ والنہایہ / جلد نمبر ۸ / ص ۸۳ تا ۸۴ سن ثمان وخمسین مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

جناب سعید بن العاص کی عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت نو برس تھی۔ اور مسلمانوں میں قابل احترام شخصیت تھے۔ بہت بڑے سخی تھے۔ ان کے والد اور دادا کا نام بھی سعید بن العاص ہی تھا۔ اور کنیت ابواحیحہ تھی۔ قریش کے رئیس تھے۔ انہیں ذوالتاج بھی کہتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ جس دن یہ عمامہ باندھتے۔ اس دن احتراماً کوئی دوسرا شخص پگڑی نہ باندھتا۔ سعید بن العاص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سواد کے عامل رہ چکے تھے۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی فصاحت اور بلاغت کے پیشِ نظر ان افراد کی فہرست میں انہیں رکھا۔ جو کتابتِ قرآن کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے تھے۔ ان کی داڑھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی شریف سے بہت مشابہ تھی۔

حوالہ جات مذکورہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ سعید بن العاص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔

۲۔ خاندان قریش کے ایک ممتاز سخی اور سردار تھے۔

۳۔ فصاحت و بلاغت سے مزین تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لب ولہجہ میں کمال مشابہت رکھتے تھے۔

۴۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں سواد کے عامل تھے۔

۵۔ ان کی داڑھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کے بہت مشابہ تھی۔

۶۔ بچپن میں ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے "اکرام العرب" کا لقب ملا۔

۷۔ افریقہ ایسی مملکت کے فاتح اور اس سے درآمد ہونے والی لاکھوں دراہم کی نقدی ان کی رہین منت تھی۔

۸۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ان چیدہ افراد میں سے ایک تھے کہ جنہیں کتابت قرآن کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔

لمحۂ فکریہ:

امور مذکورہ سے روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ سعید بن العاص اخلاق واطوار کے اعتبار سے بھی ممتاز اور قابلیت واہلیت کے اعتبار سے بھی منفرد آدمی تھے۔ قریش کی سرداری کے علاوہ سخاوت اور کرامت میں اپنی مثال آپ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت دُور بینی نے انہیں "اکرام العرب" کا عہدہ دیا۔

ان تمام امور کے پیش نظر ان پر بدکرداری اور نااہلیت کا الزام وصرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

حضرت سعید کی زیر قیادت اکابر صحابہ کرام کے علاوہ حسنین کریمین بھی شریک جنگ ہوئے

ناسخ التواریخ:-

وہم دریں سال کار جرجان وطبرستان آشفتہ گشت وعثمان فرمان کرد تا سعید ابن العاص از کوفہ لشکر ساخت وکوچ برکوچ تا بدامغان برآمد واز آنجا اراضی قومس راصافی داشت وطریق جرجان گرفت مردم گرگان ساز سپاہ دادہ پذیرہ جنگ شدند چوں از دو سوئے صف راست شد سعید بن العاص اسپ بزد وبمیدان آمد وہم چناں از گرد راہ سواری از ابطال رجال گرگاں راکہ شناختہ ترا از او بشجاعت نداشتند بازخم تیغ از اسپ درانداخت لشکر گرگان را از آں دستبرد پائے ثبات بلغزید یکبار پشت بجنگ دادند وروی بحصار نہادند سعید شہر گرگان را در بندان داد از پس روزی چنداماں طلبیدند وخواستگار صلح شدند۔ بشرطیکہ صد ہزار درہم نقد تسلیم دارند وسال دوئم دویست ہزار درہم۔ ودر سال سوئم سیصد ہزار درہم میرسانند وایں جملہ برسم خراج ادامی نمایند۔ وہم اکنوں دویست ہزار درہم بشکرانہ صلح بذل میفرمایند پس سعید بفرمود براین جملہ وثیقتی نوشتند۔ ہمانا در تاریخ روضۃ الاحباب مسطور است کہ در سفر جرجان حسنین علیہما السلام باتفاق سعید بن العاص بودند۔ در تاریخ مازندراں ودر کتاب روضۃ الصفا وحبیب السیر بدیں قصہ اشارتے رفتہ۔ وایں جملہ سند بر روضۃ الاحباب میبرند۔

بالجملہ سعید بن العاص بعد از فتح جرجان بمیشہ متوجہ شد مردم میشہ از فرمان نیاوردند. بحصار اندر رزم زدن گرفتند سعید ایشان را حصار داد و فراوان رنج برد تا کار بر مردم میشہ سخت گشت و خواستگار مصالحت شدند بشرطیکہ یک تن را از ایشان. نکشند. سعید بن العاص مسؤل ایشان را باجابت مقرون داشت چوں از حصار بیرون شدند گفت من پیمان دادہ ام کہ یک تن را نکشم و یک تن از آنجماعت را دست باز داشت و بفرمود تا جملہ را گردن بزدند و از آنجا بطبرستان آمد و آں مملکت نیز نظام کرد و خراج بستد و بمدینہ مراجعت کرد.

(ناسخ التواریخ۔ جلد ۲ ص ۳۔ ۱۲۴۲۔ ۱
دوران خلافت عثمان رضی اللہ عنہ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

اسی سال جرجان اور طبرستان کے حالات بگڑ گئے۔ حضرت عثمان نے سعید بن العاص کو حکم دیا کہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر نکلے۔ اور دامغان تک جا پہنچے۔ وہاں سے فراغت پر علاقہ قومس کو صاف کرے۔ پھر اس کے بعد جرجان کی طرف رخ کیا۔ یہاں کے عوام نے جنگ لڑنا چاہی۔ دونوں طرف سے جنگ کے لیے صف بندی ہوئی۔ سعید بن العاص نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر خود کو میدان میں لا کھڑا کیا۔ جرجان کے مشہور پہلوانوں میں سے ایک نے مقابلہ کرنا چاہا۔ یہ اپنے دور کا عظیم بہادر آدمی تھا۔ سعید بن العاص کے ایک ہی وار نے اس کو گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ یہ دیکھ کر جرجانیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ بھاگ گئے اور شہر میں داخل ہو کر دروازے بند کر لیے۔ سعید نے شہر کا محاصرہ کیا۔ جس کی سختی نے

اہل جرجان کو صلح پر مجبور کر دیا۔ صلح اس شرط پر ہوئی۔ کہ اس سال اہل جرجان، ایک لاکھ درہم بطور خراج دیں گے۔ اگلے سال دو لاکھ اور اس سے اگلے سال تین لاکھ درہم ادا کریں گے۔ اور صلح کے شکریہ کے طور پر بیس ہزار درہم فی الفور ادا کریں گے۔ سعید بن العاص نے یہ تمام معاہدہ جات تحریر کر لیے۔

تاریخ روضۃ الاحباب میں تحریر ہے۔ کہ جرجان کی طرف روانگی کے وقت اس لشکر میں حضرات حسنین کریمین بھی موجود تھے۔ تاریخ مازندران، روضۃ الصفا اور حبیب السیر میں اسی امر کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ ان تمام کتابوں نے اس واقعہ کی سند کی نسبت روضۃ الاحباب کی طرف کی ہے۔

مختصر یہ کہ سعید بن العاص نے جرجان کی فتح کے بعد میشہ کا رخ کیا۔ میشہ کے رہنے والوں نے حکم عدولی کی۔ اور شہر میں محصور ہو کر لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ سعید نے ان کا سخت محاصرہ کیا۔ مجبوراً صلح پر تیار ہو گئے۔ وہاں سے فراغت پر طبرستان روانہ ہو گئے۔ یہاں خراج کا انتظام درست کیا۔ اور پھر سعید بن العاص واپس مدینہ لوٹ آئے۔

الحاصل:۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ اور نہایت سخی اور باکردار آدمی تھے۔ اکرم العرب کا لقب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا۔ ان کا لب و لہجہ اور داڑھی مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ مشابہ تھے۔ اس قدر جری اور بہادر تھے۔ کہ جرجانی عظیم پہلوان کو ایک ہی وار سے شکست دے کر ہم کنار کر دیا۔ بہت سے علاقہ جات فتح کر کے مملکت اسلامیہ میں داخل کیے۔ ان تمام امور سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت سعید بن العاص کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے محض

بنا رشتہ دار ہونے کی بنا پر گورنر مقرر نہ کیا تھا۔ بلکہ ان کی خداداد صلاحیتیں اور بے مثل اہلیت ان کے پیش نظر تھی۔ یہ حضرت صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہی عامل مقرر نہ ہوئے۔ بلکہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں بھی ان کو عامل مقرر کیا تھا۔

لہٰذا ان کی شخصیت کو داغدار کرنے کے لیے ان پر الزام تراشی اور انہیں امور مملکت سے نادان اور منصب گورنری سے نا اہل گردانا کسی طرح زیب نہیں دیتا۔ گزشتہ اوراق میں ہم اس امر کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔ کہ اگر کسی رشتہ دار اور قریبی کی تقرری قابل اعتراض ہے۔ تو یہ بات حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ کیونکہ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت عبداللہ بن عباس کو کوفہ کا عامل مقرر کیا تھا۔ لہٰذا اس بات سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر الزام دھرنا سراسر ناانصافی ہے۔ رہی یہ بات کہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اہل و حقدار تھے۔ تو تاریخ یعقوبی اور ناسخ التواریخ کے حوالہ جات اس کی تصدیق کے لیے کافی ہے۔ بلکہ ناسخ التواریخ میں تو یہاں تک مذکور ہے۔ کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ان کے لشکر میں شامل تھے۔ اگر حسنین کریمین ان کو نالائق سمجھتے۔ تو ان کی کمان میں جنگ میں شرکت نہ کرتے اس لیے حضرت سعید پر نااہلیت کا الزام دراصل حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی ذات پر بھی اعتراض اُٹھے گا۔ کہ انہوں نے ایک نااہل جرنیل کے ماتحت لڑائی لڑی۔

لیکن کیا کیا جائے۔ اس واقعۂ شرکت کو ناسخ التواریخ کے مصنف مرزا محمد تقی نے نقل کرنے کے بعد اپنی شیعیت کا راگ الاپا۔ اور وہی ملعون روش یہاں بھی دہرائی۔ خود مرزا موصوف کی ہرزہ سرائی اسی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

صاحب ناسخ التواریخ کی ہرزہ سرائی اور صحابی رسول کی گستاخی

ناسخ التواریخ:-

صاحب روضۃ الاحباب دریں سخن متفرد است و ایں سخن از وے معتبر نیست چہ آں مردم کہ سخن ایشاں را در تواریخ استوار باید داشت چہ سنی چہ شیعی و چہ تازی زبان و چہ پارسی گویاں ہیچکس ازیں قصہ حدیث نکردہ است و بر زیادت عقل گواہی نمی دہد کہ ایشاں با سعید بن العاص کہ کافری واگر نہ فاسقی بود کوچ و فرمان او بپذیرند۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد نمبر ۳
ص ۲۷ اذکر سفر سعید بن العاص،
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی کمان میں جنگ پر جانا یہ بات تنہا صاحب روضۃ الاحباب کی ہے۔ یہ بات اس کی ناقابل اعتبار ہے۔ کیونکہ وہ لوگ کہ جن کی بات کا تاریخ نویسی میں کوئی وزن ہوتا ہو۔ چاہے وہ اہل سنت سے متعلق ہوں۔ یا اہل تشیع سے ہوں۔ خواہ عربی زبان میں ان کی تحریرات ہوں۔ یا زبان فارسی کا سہارا لیا ہو۔ کسی ایسے مؤرخ نے اس بات کا تذکرہ نہیں کیا۔ اس بات پر

عقل بھی گواہی دینے کے لیے تیار نہیں۔ کہ یہ حضرات (حسنین کریمین) سعید بن العاص ایسے کافر یا فاسق کے ساتھ سفر میں شریک ہوئے۔ اور اس کی ماتحتی میں

شیعہ مؤرخ مرزا محمد تقی کی ہرزہ سرائی کی تحقیقانہ تردید

مرزا محمد تقی کی مذکورہ عبارت سے دو امور کی نشاندہی ہوتی ہے۔ جن کو بنیاد بنا کر موصوف نے حضرات حسنین کریمین کو سعید بن العاص کی سرکردگی میں جنگ کے اندر شرکت کو خارج از امکان قرار دیا۔ اول یہ کہ یہ واقعہ کسی مشہور مؤرخ نے اپنی تاریخ میں ذکر نہیں کیا۔ نہ کسی سنی نے اور نہ ہی کسی شیعی نے۔ لہذا صرف ایک مؤرخ کا اس کو ذکر کرنا کوئی وزن نہیں رکھتا۔ دوسرا امر یہ کہ سعید بن العاص وہ شخص ہے۔ جو کافر یا کم از کم فاسق ضرور ہے۔ اور کسی فاسق و کافر کی زیر قیادت حسنین کریمین کا جہاد میں شریک ہونا عقل کو تسلیم نہیں ہے۔ ہم ان دونوں امور کے لیے اصل اور مردود ہونے کی تفصیل ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ احقاق حق اور ابطال باطل ہو۔

امر اول کا بطلان

کیا اموی عامل کی سرپرستی میں حسنین کا جہاد کسی تاریخ میں نہیں

مرزا تقی کا یہ کہنا کہ اس واقعہ کو کسی شیعی سنی مؤرخ نے ذکر نہیں کیا۔ شیعی مؤرخین میں سے خود مرزا موصوف نے ذکر کیا۔ اور آں تقی سے موصوف کٹر شیعی بھی ہے۔ آخر مرزا

موصوف نے بھی کسی تاریخ سے یہ واقعہ لیا ہے۔ لہذا اہل تشیع کی تاریخ میں صرف روضۃ الاحباب میں ہی یہ واقعہ مذکور نہیں۔ بلکہ اس کے اور بھی مؤرخ ہمنوا ہیں۔ رہا یہ ثبوت کہ اہل سنت کی کتب تاریخ میں اس کا کوئی تذکرہ ہے۔ تو اس سلسلہ میں ثبوت ملاحظہ ہوں۔

البدایۃ والنہایۃ

فَذَكَرَ الْمَدَائِنِيُّ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ رَكِبَ فِيْ جَيْشٍ فِيْهِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَالْعِبَادَلَةُ الْاَرْبَعَةُ وَحُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ فِيْ خَلْقٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ فَسَارَ بِهِمْ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد نمبر ۷ صفحہ نمبر ۱۵۴، سنۃ ثلاثین من الهجرۃ۔۔۔۔ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔

مدائنی نے ذکر کیا۔ کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ جس لشکر کے ساتھ سوار ہو کر چلے۔ اس لشکر میں امام حسن و حسین اور چاروں عبادلہ کے علاوہ حذیفہ بن بن الیمان اور بہت سے دیگر صحابہ کرام بھی تھے۔ سعید بن العاص ان سب کی معیت میں چل پڑے۔

کامل ابن اثیر:۔

إِنَّ سَعِيْدًا غَزَاهَا مِنَ الْكُوْفَةِ سَنَةَ ثَلَاثِيْنَ وَ مَعَهُ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ ابْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَحُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ وَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَنَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(الکامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ نمبر ۱۰۹ ذکر غزوہ سعید بن العاص مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے تیس ہجری میں کوفہ سے طبرستان کی طرف بغرض جنگ کوچ کیا۔ ان کے ساتھ امام حسن و حسین، ابن عباس، ابن عمر بن الخطاب، ابن عمرو بن العاص حذیفہ بن الیمان، ابن الزبیر اور بہت سے دیگر صحابہ کرام بھی تھے۔

تاریخ طبری:۔

حَدَّثَنِيْ عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُجَاهِدٍ عَنْ

حَبِيْشِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ غَزَا سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ مِنَ الْكُوْفَةِ سَنَةَ ۳۰ ھ يُرِيْدُ خُرَاسَانَ وَمَعَهُ حُذَيْفَةُ الْيَمَانِ وَنَاسٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ۔

(تاریخ طبری جلد ۵ / صفحہ نمبر ۵۷ / ثم دخلت سنۃ ثلاثین۔ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:۔

بحذف اسناد حبیش بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن العاص نے تیس ہجری میں کوفہ سے خراسان کی طرف بغرض جنگ روانگی فرمائی۔ ان کے ساتھ حذیفہ بن الیمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے دیگر صحابہ کرام بھی تھے۔ ان میں حسن، حسین، عبداللہ بن عباس عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔

ان حوالہ جات سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی۔ کہ مرزا تقی کا یہ کہنا کہ واقعہ مذکورہ کا کسی شیعی سُنی معتبر کتب تاریخ میں کوئی تذکرہ نہیں۔ بالکل ڈھونگ ہے۔ یہ یا تو اس کی کم علمی اور کتب بینی کی دولت سے محرومی کا نتیجہ ہے۔ یا پھر حضرات صحابہ کرام کے ساتھ شیعی فطرت کے مطابق بغض و عناد کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

کیا اموی عامل حضرت سعید فاسق اور کافر تھے۔؟

امر دوم کا بطلان :۔

امر دوم یہ تھا۔ کہ مرزا کی عقل اس امر کو نہیں قبول کرتی۔ کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا ایک فاسق و فاجر بلکہ کافر کی ماتحتی قبول کرنا درست ہے۔ ہم اس سلسلہ میں اولاً تو یہ کہیں گے۔ کہ اگر مرزا صاحب کی عقل نہیں مانتی۔ تو اس کا علاج کریں۔ اور حق قبول کرنے کی اس میں صلاحیت پیدا کریں۔

دیکھئے صاحب اہل تشیع کی متعدد کتب تاریخ میں اولاً اہل سنت کی معتبر کتب میں اس واقعہ کا صاف صاف اندراج ہے۔ تو پھر عقل میں نہ آنا اور عقل کا نہ ماننا صرف ہٹ دھرمی ہے۔ ایک واقعہ کا متعدد کتب تاریخ میں مذکور ہونا عقل کی قبولیت کے لیے کافی ہوتا ہے۔ لیکن اس کے لیے عقل کا سلیم ہونا ضروری ہے۔ جو مرزا صاحب کو حاصل نہیں ہے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ انہی سعید بن العاص نے پڑھائی

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں مرزا تقی نے جو ہرزہ سرائی کی۔ اور معاذ اللہ انہیں فاسق و کافر تک کہنے سے دریغ نہ کیا۔ بفرض محال اگر وہ واقعۃً ایسے ہی تھے۔ تو ہم یہ بات پوچھنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ کیا کافر کسی مسلمان کی نماز جنازہ پڑھانے کا حق رکھتا ہے۔ اور اگر وہ نماز پڑھا دے۔ تو کیا وہ نماز ہو گئی؟ اس کے ثبوت کے لیے اہل تشیع کوئی ایک روایت سند صحیح کے ساتھ پیش کر دیں۔ تو منہ مانگا انعام پائیں۔

ہم اس بات کو خود ان کی کتب سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ انہی سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ اگر نماز درست تھی۔ تو مرزا تقی کی بدنیتی اور خباثت ظاہر ہو گئی۔ اور اگر نماز درست نہ تھی۔ تو امام موصوف کی چونکہ کسی اور نے دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ لہذا ثابت ہوگا۔ کہ امام موصوف کو بغیر نماز پڑھائے دفنایا گیا۔ لیجیے دونوں اطراف کی کتب سے اس کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔

مقاتل الطالبین:۔

حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَیْنِ الْاَشْنَانِیْ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الْوَضَّاحِ قَالَ حَدَّثَنِیْ ابْنُ یَمَانَ عَنِ الثَّوْرِیِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِیْ حَفْصَةَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ اَنَّ الْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ قَدَّمَ سَعِیْدَ الْعَاصِ لِلصَّلٰوۃِ عَلَی الْحَسَنِ وَقَالَ تَقَدَّمْ فَلَوْلَا اَنَّهَا سُنَّةٌ مَا قَدَّمْتُكَ۔

(مقاتل الطالبین لابی الفرج اصفہانی ص ۷۶/ ذکر الحسن بن علی مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) ابو حازم سے روایت ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آگے کیا۔ اور کہا چلو۔ آگے ہو کر نماز پڑھاؤ۔ اگر ایسا

کرنا سنت نہ ہوتا۔ تو میں تمہیں نماز پڑھانے کے لیے آگے نہ کرتا۔

کشف الغمہ:۔

وَصَلّٰی عَلَیْہِ سَعِیْدُ بْنُ الْعَاصِ فَاِنَّہٗ کَانَ یَوْمَئِذٍ وَالِیًا عَلَی الْمَدِیْنَۃِ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ جلد ۱ ص ۵۸۴
الثانی عشر فی وفاتہ علیہ السلام
مطبوعہ تبریز جدید)

ترجمہ:۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ کیونکہ جناب سعید ان دنوں مدینہ منورہ کے گورنر تھے (اور حاکم وقت کا نماز جنازہ پڑھانا سنت ہے۔

طبقات ابن سعد:۔

وَوَلَّاھَا سَعِیْدُ بْنُ الْعَاصِ فَمَاتَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فِیْ وِلَایَتِہٖ تِلْکَ سَنَۃَ خَمْسِیْنَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَصَلّٰی عَلَیْہِ سَعِیْدُ بْنُ الْعَاصِ۔

(طبقات ابن سعد جلد نمبر ۵/ صفحہ نمبر ۲۵/
ذکر سعید بن العاص۔ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ (سن پچاس ہجری میں) مدینہ کے گورنر مقرر ہوئے اسی سال مدینہ میں حضرت امام حسن بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ ان کی نماز جنازہ سعید بن العاص نے پڑھائی۔

کامل ابن اثیر:۔

وَصَلّٰی عَلَیْہِ سَعِیْدُ بْنُ الْعَاصِ فَقَالَ لَہُ الْحُسَیْنُ لَوْ لَا اَنَّہٗ سُنَّۃٌ لَمَا تَرَکْتُکَ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ۔

(کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۴۶۰/ ذکر وفاۃ الحسن بن علی مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ سعید بن العاص نے پڑھائی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہا۔ کہ اگر (حاکم وقت کا نماز جنازہ پڑھانا) سنت نہ ہوتا۔ تو میں تجھے نماز نہ پڑھانے دیتا۔

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ جناب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ اور ان کی اقتداء میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ ان کو کامل الایمان سمجھتے تھے ورنہ انہیں مصلائے امامت پر کھڑے نہ ہونے دیتے۔ اسی کامل الایمان ہونے اور سمجھنے کی بنا پر امام موصوف اور ان کے بھائی وغیرہ صحابہ کرام نے ان کی سرکردگی میں جنگ میں شرکت کی۔ یہ تمام حضرات اس امر سے بخوبی واقف تھے۔ کہ جناب سعید بن العاص نے اسلامی مملکت کو لاکھوں کروڑوں درا ہم کا مالی فائدہ پہنچایا۔ جس سے فقیر و مسکین،

مسلمانوں کی معاشی حالت بہتر ہوئی۔

ہماری ان گزارشات سے ہر ذی شعور یہ سمجھ جائے گا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جناب سعید بن العاص کو ان کی ذاتی قابلیت اور اہلیت کی بنیاد پر عامل مقرر کیا تھا۔ جس کو انہوں نے عملی طور پر ثابت کر دکھایا۔ اقربا پروری کا اس میں شائبہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو بہت سی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ باری تعالیٰ ان کی قبر پر رحمت کی بارش نازل فرمائے۔ اور ہمیں ان کی سی سیرت و کردار اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دور عثمانی کے اموی عامل پنجم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار

امیر معاویہ کی اہلیت حکومت کی دلیل انداز جہانبانی

تیسری پشت میں ان کا نسب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خلفائے ثلاثہ کی نسبت زیادہ قریب تھے۔ ان کی حقیقی بہن سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل تھا۔ اس رشتہ کے اعتبار سے امیر معاویہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے بھی تھے۔ ایک اور رشتہ کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف بھی تھے۔ کیونکہ ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ "قریبۃ الصغری" ان کے عقد میں تھی۔ وحی کے کاتبین میں سے ایک یہ بھی تھے۔ کتب اہل تشیع اور اہل سنت سے ان کی سیرت اور حالات حکومت ملاحظہ ہوں۔

ناسخ التواریخ:۔

نخستین بامداداں کہ نماز صبح میگذاشت گوش فرا میداشت واخبار و احادیث ممالک را اصغا می نمود آں گاہ لختی از کتاب خدائے قرأت میکرد ورمانے

بامرد ہنی مملکت می پرداخت پس چہار رکعت نماز مستحب میگذاشت و در مجلس خاص می نشست و خاصاں حضرت را حاضر می ساخت و با ایشاں گوناگوں سخن می کرد وہم دریں وقت پیش کاران درگاہ و وزرائے کار آگاہ حاضر می شدند واز حل و عقد مملکت آنچہ دراں روز باید فیصل داد بعرض می رسانیدند و خط جواز گرفتہ مراجعت می کردند آں ہنگام بجائے لقمۃ الصباح از فضول اغذ شبانہ طبیخ بزغالہ و مرغ کباب کردہ و امثال آں حاضر می ساختند و بہ اکل آں اشیاء می پرداخت و فزاوان از ثغور ممالک واحادیث بلاد قصّہ می کرد۔

واز پس آں بسرائے خویش در می رفت و بکارہائے درونی می پرداخت آں گاہ غلام خویش را بانگ می زد و فرمان میداد کرسی مرا بجانب مسجد حمل میدہ پس کرسی می نشست۔ و حارسان و عوانان در برابر او صف زدہ برپائے ایستادہ می شدند و او را دریں مجلس حاجبی و دربانے نبود۔ مردم مسکین و ضعیف و اعرابی و زناں و طفلاں و غریباں و بیکساں حاضر می شدند ہر کرا حاجتی بودے بے حاجزی بعرض می رسانید آں کس کہ می گفت مظلومم فرمان می کرد کہ محفل کنید و کس باتفاق او رواں کنید تا ظالم را حاضر کنند بدینگونہ یک یک را پرسش میکرد و حاجت او را روا می ساخت۔

آں گاہ داخل می شد بدارالامارۃ و بر سریر خویش می نشست و مردم را می گفت یک یک مرا سلام می دہید و بجواب سلام مہمل و مشغول نگذارید پس آں گاہ کہ ہمگاں حاضر می شدند یک تن سخن میکرد و می گفت کیف اصبح امیرالمؤمنین و معاویہ در پاسخ می گفت بنعمۃ من اللہ آں گاہ ہر کس باندازہ منزلت و مکانت بجائے خویش می نشست پس معاویہ روئے بایشاں می آورد و میگفت شما در شما اشراف اید زیرا کہ شمارا بدخول ایں مجلس تشریف کردہ

انداز بہر آنکہ حاجت آناں را کہ بدیں مجلس راہ ندارند بعرض رسانید پس مردی برمی خاست و در اسعاف امر حاجت مندی سخن میکرد و از معاویہ پاسخ می گرفت بدیں گونہ مطالب و مآرب مردم را اصغاء می نمود تا سخن بپایے می رفت۔

آنگاہ فرمان می کرد تا خورش و خوردنی حاضر می ساختند و مائدہ می نہادند و کتاب را میفرمود تا بر سر او ایستادہ می شدند و جماعتی را کہ اسعاف حاجت بصدور مناشیر مربوط بود در می آوردند مردے را فرمان می کرد کہ بر سر مائدہ بنشین و باکل طعام مشغول باش آں مرد می نشست و باکل طعام می پرداخت و کاتب منشور او را قرائت می کردند مطالب او را معروض میداشت و پاسخ می گرفت چوں امر او بانجام می رسید او را خطاب می کردند کہ واپس نشین و دیگر بجائے او می نشست و کاتب بکار او می پرداخت بدیں گونہ چندانکہ مائدہ در مجلس بود معاویہ کار اکل و شرب می کرد چہل کس را بیش و کم حاجت روا می ساخت۔

آں گاہ مردم را رخصت انصراف می داد و خود بسرائے خویش در می رفت و ہیچ کس را قدرت اظہار حاجت نہ بود چوں بانگ ظہر برمی ساخت حاضر مسجد می شد و نماز می گذاشت و بی نشست و خاصان خویش را طلب می کرد اگر زمستان بود باشیاء گرم و خشک مانند بابونج و فواکہ خشک و نان شیر و شکر و اخبصہ یابسہ و امثال آں ایشاں را دعوت می کرد و اگر تابستان بود فواکہ رطبہ و میوہ ہائے باردہ حاضر می ساخت و دیگر بارہ وزراء حاضر می ساخت و دیگر بارہ وزراء حاضر می شدند و اموری کہ در آں واجب بود بعرض می رسانیدند و فیصل میدادند۔

ایں وقت ہنگام نماز عصر فرا می رسید پس برمی خاست و نماز عصر

می گذاشت و بسرائے خویش در می رفت و ہیچ کس را قدرت سخن نبود۔ تا نزدیک بنماز مغرب پس بیروں می شد۔ بر سریر خویش می نشست و ہر کس را باندازہ مقدار او اذن جلوس میداد و غذائے عشا طلب می کرد و مشغول باکل و شرب می بود۔ ناگاہ نماز مغرب می گذاشت و از پس حاضر بودند و ہیچ کس را نیروئے اظہارِ حاجت و مطلبی نبود پس نمازِ مغرب می گذاشت و از پس ادائے چہار رکعت نماز مستحب می نمود و در ہر رکعتی پنجاہ آیت بجہر یا باخفات قرأت می کرد و دیگر بارہ بسرائے در می رفت و ہنگام نماز عشاء بیروں می شد و نماز می گذاشت۔

و ایں وقت ویژہ گان درگاہ و نزدیکانِ حضرت، و وزرائے بزرگ را طلب میفرمود و احکام آں شب را تا بروز ابلاغ می داد۔ آں گاہ بتذکرہ تواریخ می پرداخت و یک ثلث شب را اصغائے اخبار عرب و ایام ایشاں و قصصہائے عجم و ملوک ایشاں و مکائد ایشاں را در جنگ ہا و سیاسیاتِ ایشاں در نظم رعایا می نمود پس از سرائے درونی نسواں او طبقہائے حلوہ و خوردنیہائے لطیف بیروں می فرستادند تا خود می خورد و باہل مجلس میخورانید آں گاہ بعزم خواب در می رفت و یک ثلث شب می خفت پس بر میخاست و چند تن از غلامانِ خود را فرمان کردہ بود کہ از اخبار پیشینیاں و ملوک پیشین زمان و تدبیر ایشاں در کار ملک و مملکت از بر کردہ بودند پس ایشاں را طلب می کرد تا آں حکایت را از بر قرأت می کردند تا گاہی کہ سفیدۂ صبح بر میدمید پس بر میخاست و نماز بامداداں میگذاشت و عادات روزگذشتہ را اعادت می کرد۔

(۱)۔ ناسخ التواریخ حالات امام حسن

(۱۔ ناسخ التواریخ حالات امام حسن جزو
اول جلد ۵ ص ۱۰۲ تا ۱۰۴۔ ۲ شرح زندگانی
معاویہ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ مروج الذہب جلد نمبر ۳ ص ۲۹
من اخلاق معاویۃ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز ادا فرمانے کے بعد مختلف ممالک کی خبریں اور واقعات سنتے۔ پھر اس کے بعد قرآن پاک سے کچھ تلاوت کرتے۔ پھر کچھ وقت تک مملکت کے احکام میں مشغول رہنے کے بعد چار رکعت نفل نماز چاشت ادا فرماتے۔ اس کے بعد خاص مجلس میں رونق افروز ہوتے۔ اور اپنے مخصوص افراد کو بلاتے۔ ان کے ساتھ مختلف موضوعات پر گفتگو فرماتے۔ اسی وقت مملکت کے اہل کار اور وزراء حاضر ہوتے۔ اور اس دن کے فیصلہ جات کے متعلق گفتگو ہوتی۔ جو جو حکم ملتا۔ تحریری طور پر وہ ساتھ لے کر اپنی اپنی ذمہ داری کی طرف لوٹ جاتے۔ اس وقت صبح کے ناشتہ کے لیے رات کی بچی کھچی اشیاء اور ہلکی پھلکی چیزیں لائی جاتیں۔ جن میں بکری کے بچہ کا پکا ہوا گوشت اور مرغ کے کباب وغیرہ بھی ہوتے۔ ناشتہ کرتے وقت مختلف ممالک کے قلعہ جات اور ان شہروں کے واقعات پر گفتگو ہوتی۔

ناشتہ سے فارغ ہو کر امیر معاویہ اپنے گھر تشریف لے جاتے اور گھریلو کام سرانجام دیتے۔ پھر اپنے غلام کو آواز دے کر حکم دیتے کہ

میری کرسی مسجد میں پہنچا دی جائے۔ غلام آپ کی کرسی مسجد میں ایک مقرر جگہ پر رکھ دیتے۔ حضرت معاویہ مسجد میں اس کرسی پر بیٹھ جاتے۔ اور چوکیدار و معاونین مملکت آپ کے سامنے کھڑے ہوتے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس مجلس میں نہ کوئی پہرہ دار ہوتا اور نہ کوئی دربان مقرر کیا جاتا۔ مسکین و غریب، دیہاتی، بچے اور عورتیں ہر ایک کو آنے کی اجازت ہوتی۔ جس کسی کو کوئی ضرورت ہوتی۔ بغیر کسی وسیلہ کے وہ پیش کر دیتا۔ جو اپنے آپ کو مظلوم کہتا۔ اس کی تحقیق کی جاتی۔ اور کسی کو بھیج کر اس پر ظلم کرنے والے کو حاضر کیا جاتا۔ اس طرح ہر ایک ایک کر کے سبھی اپنی ضرورت پیش کرتے اور ان کی حاجت روائی کی جاتی۔

اس سے فارغ ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ "دارالامارت" تشریف لے جاتے۔ مسندِ خلافت پر بیٹھتے۔ لوگوں کو حکم دیتے۔ کہ ایک ایک کر کے السلام علیکم کہیں۔ سلام کے جواب میں رکاوٹ نہ بنیں۔ پھر جب سبھی حاضر ہو جاتے۔ تو ان میں سے ایک دریافت کرتا۔ امیر المؤمنین نے رات بسر کرنے کے بعد صبح کیسی کی؟ حضرت معاویہ جواب میں کہتے۔ اللہ کی نعمت کے ساتھ۔ پھر ہر شخص اپنے مرتبہ اور مقام کے مطابق اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی طرف منہ کر کے فرماتے۔ تم اس لیے قابل شرف و احترام ہو۔ کہ تمہیں اس مجلس میں آنا نصیب ہوا لیکن تمہارا آنا یہاں اس لیے ہے۔ کہ تم ان لوگوں کی بات یہاں پہنچاؤ۔ جو اس مجلس میں آنے سے قاصر ہیں۔ پھر ایک شخص کر کوئی ایک کھڑا ہوتا۔ اور اس کی حاجت مند کی ضرورت پورا کرنے کی گفتگو کرتا۔ اس کا امیر معاویہ جواب دیتے۔ اس طرح لوگوں کی تکالیف

اور ضروریات کو آپ سنتے۔ اور اُن کی دادرسی فرماتے۔ یہ مجلس اس طرح ختم ہو جاتی۔ اس مجلس کے بعد حکم ہوتا۔ کہ کھانے پینے کی اشیاء حاضر کی جائیں۔ دستر خوان بچھا جاتا۔ آپ منشی حضرات کو حکم دیتے۔ کہ ان کے پاس کھڑے ہو جائیں۔ اور اس جماعت کو حاضر کرنے کو کہا جاتا جن کی حاجت روائی کی درخواستیں موصول ہو چکی ہوتیں۔ ایک آدمی کو حکم دیتے۔ کہ بیٹھو۔ اور ماحضر تناول کرو۔ وہ بیٹھ جاتا اور کھانے میں مشغول ہو جاتا۔ کاتب اس کے نام لکھا منشور پڑھ کر سناتا۔ اس کے مطالب عرض کرتا۔ اپنا جواب پاتا۔ جب اس کا معاملہ مکمل ہو جاتا۔ تو اس کو واپس بیٹھ جانے کو کہا جاتا۔ پھر دوسرا اس کی جگہ کھڑے ہو کر اپنی معروضات پیش کرتا۔ منشی اس کی شکایات تحریر کرتا۔ اور اسی طرح یکے بعد دیگرے ہر ایک حاضر شخص کی دادرسی ہوتی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کھانے پینے سے فارغ ہونے تک کم و بیش چالیس آدمیوں کی حاجت روائی ہو جاتی۔

اس کے بعد لوگوں کو واپس لوٹ جانے کی اجازت دی جاتی۔ اور خود امیر معاویہ اپنے گھر تشریف لے آتے۔ اس دوران کسی کو بھی حاجت بیان کرنے کی جسارت نہ ہوتی۔ جب ظہر کی اذان ہوتی۔ تو آپ اٹھتے مسجد میں حاضر ہوتے۔ نماز ادا کرتے۔ پھر واپس سرائے خانہ میں جا کر چار نفل پڑھتے۔ فراغت کے بعد بیٹھ جاتے۔ اور اپنے مخصوص آدمیوں کو طلب کرتے۔ اگر سردی کا موسم ہوتا۔ تو گرم اشیاء مثلاً بابونج اور خشک پھل، روغنی نان اور خشک مٹھائی وغیرہ سے ان کی خاطر تواضع کی جاتی۔ اور اگر گرمی کا موسم ہوتا۔ تو ٹھنڈے پھل اور میوہ جات حاضر کیے جاتے

پھر وزراء بھی حاضر ہوتے۔ اور جو کام ضروری ہوتے۔ ان کو پیش کرنے کے بعد ان کے بارے میں فیصلہ کرواتے۔

اسی دوران نماز عصر کا وقت ہو جاتا۔ امیر معاویہ اٹھتے۔ نماز عصر ادا کر کے اپنی سرائے میں چلے جاتے۔ اس دوران کسی کو گفتگو کرنے کی ہمت نہ ہوتی حتیٰ کہ مغرب کے قریب باہر تشریف لاتے۔ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوتے۔ اور ہر شخص کو اس کے منصب اور مقام کے مطابق بیٹھنے کی اجازت عطا فرماتے رات کا کھانا طلب کیا جاتا۔ کھانے پینے سے فراغت کے فوراً بعد نماز مغرب کا وقت ہو جاتا۔ اس دوران بھی کسی فرد کو یہ طاقت نہ پڑتی۔ کہ وہ کوئی حاجت یا مطلب عرض کر سکے۔ نماز مغرب ادا کرنے کے بعد اوابین کے چار نفل ادا کرتے۔ اوابین کی ہر رکعت میں تقریباً پچاس آیات کی جہری یا سری تلاوت کرتے۔ اس سے فراغت پر پھر سرائے میں واپس چلے جاتے۔ پھر عشاء کے وقت باہر نکلتے اور نماز ادا فرماتے۔

اس مجلس میں بارگاہ کے مخصوص اور اپنے مقربین اور وزراء کو طلب کیا جاتا اس رات کے صبح تک کے احکام ان کے سپرد کیے جاتے۔ پھر کچھ تاریخی واقعات پر گفتگو ہوتی۔ رات کا ایک تہائی حصہ عرب بادشاہوں کے حالات اور عجمی بادشاہوں کے واقعات اور جنگوں میں ان کے داؤ اور ان کی سیاست پر بحث ہوتی۔ اسی دوران سرائے میں مقیم مستورات حلوہ کے تھال اور دوسری لطیف خوردنی اشیاء باہر بھیجیں۔ آپ خود بھی کھاتے اور ہم مجلس لوگوں کو بھی کھلاتے۔ پھر سونے کے لیے تیار ہوتی۔ ایک تہائی حصہ رات نیند کرتے۔ پھر بیدار ہونے پر ان غلاموں کو بلایا جاتا۔ جنہیں گزرے ہوئے بادشاہوں کے حالات و واقعات یاد کرنے کو کہا جاتا۔

یہ غلام حاضر ہو کر اپنے اپنے ذمہ لگے واقعات وغیرہ زبانی سناتے۔ یہ معاملہ صبح نمودار ہونے تک جاری رہتا۔ پھر اٹھتے اور نماز صبح ادا کرتے۔ اور پھر گزرے دن کی طرح اپنے معمولات دوبارہ شروع کر دیتے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلیت حکومت کی دلیل ۲
شان امیر معاویہ میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ بغداد:۔

قَالَ سَعِیْدٌ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ فِیْ مُعَاوِیَۃَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا وَاھْدِہٖ وَاھْدِبِہٖ۔

(تاریخ بغداد جلد اول ص ۲۰۸ مطبوعہ مدینہ منورہ)

ترجمہ:۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کے بارے میں دعا فرمائی۔ اے اللہ! اس کو ھادی بنا۔ اور اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔

تاریخ بغداد:

اَخْبَرَنَا ابْنُ رَزْقٍ قَالَ نَا اَبُو الْحُسَيْنِ اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ ابْنِ يَحْيٰى الْاٰدَمِى الْبَزَّارُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ الْعَوَامِ قَالَ نَا رِبَاحُ بْنُ الْجَرَّاحِ الْمُوْصَلِى قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا يَسْئَلُ الْمَعَانِى بْنَ عِمْرَانَ فَقَالَ يَا اَبَا مَسْعُوْدٍ اَيْنَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ مِنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِىْ سُفْيَانَ فَغَضِبَ مِنْ ذٰلِكَ غَضَبًا شَدِيْدًا وَقَالَ لَا يُقَاسُ بِاَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ مُعَاوِيَةُ صَاحِبُهٗ وَصِهْرُهٗ وَكَاتِبُهٗ وَاَمِيْنُهٗ عَلٰى وَحْيِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْا لِىْ اَصْحَابِىْ وَاَصْهَارِىْ فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

(تاریخ بغداد جلد اول ص ۲۰۹ / مطبوعہ مدینہ منورہ)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) رباح بن جراح موصلی کہتے ہیں۔ میں نے ایک شخص کو معافی بن عمران سے یہ پوچھتے سنا۔ اے ابو مسعود! عمر بن عبدالعزیز حضرت

امیر معاویہ کے مقابلہ میں کیسے ہیں ؟ یہ سن کر ابومسعود سخت غصہ میں آگئے۔ اور فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ کسی کا مقابلہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، سالے کاتب اور اللہ کے وحی کے امین تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے میرے اصحاب اور میرے سسرال کو مجھ پر چھوڑ دو۔ (یعنی ان کی بابت میں تم سے کہیں بہتر جانتا ہوں) جس نے ان میں سے کسی کو برا بھلا کہا۔ اس پر اللہ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

البدایہ والنہایہ:-

وَقَالَ اَبُو الْقَاسِمِ الطِّبْرَانِیُّ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّیْدَلَانِیُّ ثَنَا السَّرِیُّ عَنْ یَحْیٰی نَاعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یَحْیَی بْنِ کَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْهِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا کَانَ یَوْمُ اُمِّ حَبِیْبَةَ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَقَّ الْبَابَ دَاقٌّ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُنْظُرُوْا مَنْ هٰذَا؟ قَالَ مُعَاوِیَةُ قَالَ ائْذَنُوْا لَهٗ فَدَخَلَ وَعَلٰی اُذُنِهٖ قَلَمٌ یَخُطُّ بِهٖ فَقَالَ مَا هٰذَا الْقَلَمُ عَلٰی اُذُنِكَ یَا مُعَاوِیَةُ؟ قَالَ قَلَمٌ اَعْدَدْتُهٗ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ فَقَالَ لَهٗ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ نَبِیِّكَ خَیْرًا وَّاللّٰهِ مَا اسْتَکْتَبْتُكَ اِلَّا بِوَحْیٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَا اَفْعَلُ مِنْ صَغِیْرَةٍ وَّلَا

كَثِيْرَةٍ اِلَّا بِوَحْيٍ مِّنَ اللهِ كَيْفَ بِكَ لَوْ قَمَّصَكَ اللهُ قَمِيْصًا يَعْنِي الْخِلَافَةَ فَقَامَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ فَجَلَسَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَ اِنَّ اللهَ مُقَمِّصُهٗ قَمِيْصًا قَالَ نَعَمْ وَلٰكِنْ فِيْهِ هُنَاتٌ وَهُنَاتٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَادْعُ اللهَ لَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِهٖ بِالْهُدٰى وَجَنِّبْهُ الرَّدٰى وَاغْفِرْ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى۔

(البدایہ والنہایہ / جلد نمبر ۸ ص ۱۲۰
مطبوعہ بیروت وریاض)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جب ہم میں سے ام حبیبہ کے پاس جانے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باری تھی۔ تو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے فرمایا دیکھو کون ہے؟ عرض کیا گیا معاویہ آپ نے فرمایا۔ اُسے اندر آنے دو۔ جب یہ اندر آئے تو ان کے کانوں میں قلم لگا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ یہ کیسا قلم ہے۔ عرض کیا۔ یہ قلم میں نے اللہ اور اس کے رسول کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ اللہ تجھے بہترین جزا عطا فرمائے۔ خدا کی قسم! میں نے تجھے لکھنا صرف اس لیے سکھایا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی وحی قلم بند کرے۔ میں کوئی بھی چھوٹا موٹا کام اللہ کی وحی کے بغیر نہیں کرتا۔ کیا خیال ہے۔ اگر تجھے اسے معاویہ! اللہ تعالیٰ خلافت کی قمیص پہنا دے گا۔ یہ سن کر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

اٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا بیٹھیں۔ اور کہنے لگیں۔ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ ان کو یہ قمیض پہنائے گا؟ فرمایا۔ ضرور۔ لیکن اس میں کچھ دشواریاں اور پریشانیاں بھی ہیں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ یارسول اللہ! ان کے لیے پھر دعاء فرمایئے۔ آپ نے فرمایا۔ اے اللہ! اسے معاویہ کو ہدایت عطاء فرما۔ اور پریشانیوں سے دُور رکھ۔ دنیا اور آخرت میں اس کی مغفرت فرما۔

البدایۃ والنہایہ:

وقد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہم علمہ الکتاب ومکن لہ فی البلاد وقہ العذاب۔

(البدایۃ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۲۱ مطبوعہ بیروت وریاض)

ترجمہ:

عمرو بن العاص فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سنا۔ آپ نے حضرت امیر معاویہ کے لیے دعا مانگی "اے اللہ! اسے کتاب (قرآن) کا علم عطا فرمایا۔ شہروں میں حکومت کی قدرت عطا فرما۔ اور عذاب سے اس کو بچا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات قبر میں ساتھ لے گئے۔

ناسخ التواریخ:۔

ہمانا قمیصی وازاری وردائے از رسولِ خدائے درنزد معاویہ بود واز موئی سرآں حضرت مبلغی داشت ومقدارے از ناخن پیغمبر ہنگام چیدن اندوختہ بود وصیت کردہ بود کہ چوں من بمردم مرا دراین جامہ ہائے مبارک درپیچید وبینی ودہان مرا از موئے آنحضرت وپارہائے ناخن او انباشتہ سازید۔

(ناسخ التواریخ۔ جلد اول حالات امام حسین
ص ۳۲۹/ آمدن یزید بر سر قبر پدر مطبوعہ
تہران جدید)

ترجمہ:۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص، چادر اور تہبند مبارک تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک بھی ان کے پاس تھے۔ ان کے علاوہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ناخن بھی چن کر انہوں نے اپنے پاس رکھے ہوئے تھے۔ وصیت کی۔ کہ جب میں مر جاؤں۔ تو مجھے ان کپڑوں میں لپیٹ دیا جائے۔ اور میرے منہ اور ناک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اور ناخن مبارک رکھے جائیں۔

نگاہِ رسول میں علیؓ و معاویہؓ

درمنثور:-

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَمُعَاوِيَةُ اِذَا اَقْبَلَ عَلِيٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاوِيَةَ اَتُحِبُّ عَلِيًّا قَالَ نَعَمْ قَالَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ بَيْنَكُمْ هَنِيْئَةٌ قَالَ فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَفْوُ اللّٰهِ وَرِضْوَانُهٗ قَالَ رَضِيْنَا بِقَضَآءِ اللّٰهِ وَرِضْوَانِهٖ فَعِنْدَ ذٰلِكَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ۔

(تفسیر درمنثور۔ جلد اول ص ۳۲۲۔
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں ابوبکر صدیق، عمر، عثمان اور معاویہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ سے پوچھا۔ کیا تم علی سے محبت کرتے ہو؟ عرض کیا

ہاں۔ فرمایا۔ تمہارے دونوں کے درمیان چپقلش ہو گی۔ پوچھا۔ پھر اس کے بعد کیا ہو گا۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی معافی اور خوشنودی۔ عرض کیا ہم اللہ تعالیٰ کی قضاء اور خوشنودی سے راضی ہوئے۔ تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا۔ تو وہ باہم نہ لڑتے۔ لیکن اللہ جو ارادہ کرتا ہے۔ وہ کرتا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی سند

مروج الذہب:۔

وَذَكَرَ لُوْطُ بْنُ يَحْيٰى وَ ابْنُ دَأْبٍ وَالْهَيْثَمُ بْنُ عَدِيٍّ وَغَيْرُهُمْ مِّنْ نَقَلَةِ الْاَخْبَارِ اَنَّ مُعَاوِيَةَ لَمَّا احْتُضِرَ تَمَثَّلَ۔

هُوَ الْمَوْتُ لَا مَنْجٰى مِنَ الْمَوْتِ وَالَّذِىْ تَحَاذَرَ بَعْدَ الْمَوْتِ اَدْهٰى وَ اَفْظَعُ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَقِلِّ الْعَثْرَةَ وَاعْفُ عَنِ الزَّلَّةِ وَجُدْ بِحِلْمِكَ عَلٰى جَهْلِ مَنْ لَّمْ يَرْجُ غَيْرَكَ وَ لَمْ يَثِقْ اِلَّا بِكَ فَاِنَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ وَلَيْسَ لِذِىْ خَطِيْئَةٍ مَهْرَبٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ لَقَدْ رَغِبَ اِلٰى مَنْ لَّا مَرْغُوْبَ اِلَيْهِ مِثْلُهٗ وَاِنِّىْ لَاَرْجُوْ

اَنْ لَّا یُعَذِّبَہُ اللّٰہُ۔

(مروج الذہب جلد ۳ ص ۴۹/ ذکر ایام معاویہ۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

ابن عدی وغیرہ ناقلین اخبار نے لکھا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جب آخری وقت آیا۔ تو آپ نے شعر پڑھا۔ (شعر کا ترجمہ) اس موت سے کوئی نجات دہندہ نہیں۔ جو شخص موت کے بعد ڈرا دہ روسیاہ اور ذلیل ہوگیا۔ پھر کہا۔ اے اللہ! خطائیں معاف فرما لغزشیں دور کردے۔ جو شخص تیرے غیر کا امیدوار نہیں۔ تو اس کی جہالت پر اپنے حلم کی سخاوت نازل فرما۔ وہ تیرے بغیر کسی پر بھروسہ نہیں کرتا۔ بے شک تو وسیع مغفرت کا مالک ہے۔ گناہ گار کے لیے کوئی جائے فرار نہیں۔ جب یہ خبر حضرت سعید بن المسیب تک پہنچی۔ تو فرمایا۔ امیر معاویہ نے اس ذات کی طرف رغبت کی کہ جس کے بغیر کوئی مرغوب نہیں۔ مجھے امید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب سے بچائے گا۔

مذکورہ شیعہ سنی کتب کی عبارات سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درج ذیل مناقب وفضائل ثابت ہوئے

۱۔ حضرت امیر معاویہ پنجگانہ نماز اوقات مقررہ پر باجماعت ادا فرماتے تھے

۲۔ صبح کی نماز کے بعد بلاناغہ تلاوت قرآن کرتے۔

۳۔ روزانہ نماز اشراق کی چار رکعت ادا فرماتے۔
۴۔ رات کے بچے کھچے کھانے سے صبح کا ناشتہ ہوتا۔
۵۔ نماز چاشت کے بعد کھلی کچہری لگاتے۔ جس میں غریب و مسکین دیہاتی اور شہری ہر ایک کی بلا امتیاز دادرسی فرماتے۔
۶۔ کھلی کچہری کا سلسلہ نماز عصر تک جاری رہتا۔ درمیان میں نماز ظہر کا وقفہ فرماتے۔
۷۔ جو لوگ کسی مجبوری کی بنا پر آپ تک نہ پہنچ پاتے۔ اُن کی حق رسی کے لیے سرکاری طور پر کچھ لوگوں کو مقرر فرما یا تھا۔
۸۔ جہاد فی سبیل اللہ میں کوشاں رہے۔ اور جن کے افراد کی شہادت ہو جاتی یا گم ہو جاتے۔ ان کے وظائف مقرر فرماتے۔
۹۔ مغرب کی نماز سے قبل پھر بر سرعام تشریف لاتے اور لوگوں کی درخواست پر غور فرماتے۔
۱۰۔ مغرب کی نماز کے بعد صلوٰۃ اوابین ادا کرتے۔ جس میں خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک رکعت میں پچاس کے قریب آیات کی تلاوت فرماتے۔
۱۱۔ نماز عشاء تک پھر وہی دادرسی کی مجلس منعقد فرماتے۔ حتیٰ کہ کوئی فریادی باقی نہ رہتا۔
۱۲۔ نماز عشاء سے فراغت کے بعد اپنے مخصوص کارندوں سے ایک تہائی رات تک جہاد کی تیاری اور دیگر امور مملکت پر گفتگو فرماتے۔
۱۳۔ ایک تہائی رات آرام فرماتے۔
۱۴۔ ان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، کاتب وحی اور امین تھے۔
۱۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہادی اور مہدی ہونے کی دعا فرمائی۔
۱۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لکھنا صرف اس لیے سکھایا تاکہ وحی کی کتابت کر سکیں

۱۷۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ اے اللہ! معاویہ کو ہدایت پر قائم رکھ، بد خلقی سے بچا۔ اور آخرت میں مغفرت فرما۔

۱۸۔ یہ بھی دعا فرمائی۔ کہ اے اللہ! معاویہ کو فتوحات عطا فرما۔ اور دوزخ کے عذاب سے نجات بخش۔

۱۹۔ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین ہونے والی جنگ کے ذکر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی اور رضامندی کا ان کے لیے مژدہ سنایا۔

۲۰۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک اور ناخن شریف ان کے پاس بطور تبرک تھے۔ جو بموجب وصیت ان کی میت کے ساتھ قبر میں رکھے گئے۔

۲۱۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے لگے کپڑوں میں ان کو، کفنایا گیا۔

۲۲۔ امیر معاویہ کی آخری دعا کو سن کر حضرت سعید بن المسیب نے فرمایا۔ کہ اس دعا کا کرنے والا دوزخی نہیں ہو سکتا۔ لہذا سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے ان کو جنتی ہی سمجھا۔

خلاصہ کلام :-

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب جو دونوں مکتبہ فکر کی کتب سے ہم نے تحریر کیے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مثالی انسان تھے۔ عشق رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی دولت سے سرشار تھے۔ چوبیس گھنٹوں میں نماز کے علاوہ باقی تمام وقت تقریباً دکھیا لوگوں کے دکھ درد کرنے میں بسر کرتے۔ اپنے بیگانے کی رو رعایت ہرگز نہ فرماتے۔ کاتب وحی ہونے کی اللہ نے سعادت عطا فرمائی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی دعاؤں کے حامل

تھے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اس قدر وارفتہ تھے۔ کہ قبر میں بھی آپ کے کپڑے میں لپٹ کر جانا پسند کیا۔

ان تمام اوصاف اور خوبیوں کے پیش نظر اگر کسی شخص کو ان کی شخصیت اچھی نہیں لگتی۔ اور ان پر مختلف الزامات تراشتا ہے۔ تو یہ اس کی اپنی سیاہ بختی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بغض و عداوت رکھنے والے کو اللہ، اس کے تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت کا مستحق قرار دیا ہے۔

نوٹ:۔

حرمین شریفین کی زیارت کو جاتے ہوئے جب راقم الحروف کا گزر ایران کے شہر تہران سے ہوا۔ وہاں قیام کے دوران ایک عجیب بات دیکھنے میں آئی۔ وہ یہ کہ لوگ جب نماز پڑھتے ہیں۔ تو جیب سے ایک ٹھیکری نکال کر سجدہ کی جگہ رکھ کر اس پر نماز کے سجدے کرتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا۔ یہ مٹی یا ٹھیکری کیسی ہے، تو ان لوگوں نے جواب دیا۔ یہ میدان کربلا کی مٹی ہے۔ اور جو شخص اس پر سجدہ کرتا ہو۔ اس کی نماز مقبول اور جو اس کو اپنے ساتھ قبر میں لے جائے۔ اس کا عذاب قبر کافور ہو جاتا ہے۔

میں نے سوچا کہ کربلا کو صرف یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس پر کچھ دنوں کے لیے امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے قیام فرمایا۔ جان کا نذرانہ دیا۔ لیکن مرقد امام حسین سے میدان کربلا کوسوں دور ہے۔ اتنی دوری کے ہوتے ہوئے ان سے منسوب مٹی اگر کسی کی قبر میں (بقول ایرانیوں کے) رکھ دی جائے۔ تو وہ عذاب سے چھوٹ جاتا ہے۔ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے ساتھ لگے کپڑوں، آپ کے ناخن اور بالوں میں اتنی تاثیر نہیں کہ اگر کوئی شخص انہیں اپنے

ساتھ قبر میں لے جائیے۔ تو اس قبر والے کا عذاب دُور ہو سکے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ صرف اندھی عقیدت ہے۔ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

آدمی صحت و تندرستی کے دوران اور خاص کر جوانی کی عمر میں دھوکہ دہی اور دیگر اخلاقی کمزوریوں سے ہم کنار ہو سکتا ہے۔ مگر بوقت موت غلط بیانی اور دھوکہ دہی نہیں کر سکتا۔ دیکھئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جس طرح زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار و محبت تھی۔ کہ جس کے نتیجہ میں انہوں نے اپنے محبوب بلکہ خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات جمع کر رکھے تھے۔ اس سے کہیں بڑھ کر بوقت انتقال انہیں آپ سے پیار تھا۔ آپ کے پیار کی ہی یہ علامت تھی۔ کہ آپ کے کپڑوں میں لپٹنا پسند کیا۔ آپ کے بال اور ناخن کو اپنے منہ اور ناک میں رکھنے کی وصیت کر گئے۔ یہ سب کچھ آپ کے عشقِ رسول کی علامات ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ بخشش ہے معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عقل و نقل کے دلائل سے قطعی جنتی ہیں۔ کامل الایمان ہیں۔ اور عشقِ رسول کی دولت سے مالا مال ہیں۔

حرف مقصود:

حضرت عثمان غنی پر طعن یہ ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام کو معزول کر کے اپنے نا اہل رشتہ داروں کو گورنریاں دیں اور اب واضح ہو چکا کہ آپ نے اپنے نہایت تجربہ کار اور دربارِ رسالت کے مقبول صحابی رشتہ داروں کو گورنریاں دی ہیں۔ جن میں امیر معاویہ جیسی ہستیاں بھی ہیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلیت حکومت پر دلیل ۱۱

اہل بیت سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کا حسن سلوک

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے متعلق جو مالی خدمات سرانجام دیں۔ اور اسی ضمن میں جو آپ نے وصیتیں فرمائیں۔ ان کے تذکرہ کے لیے پوری کتاب چاہیئے۔

ہم ان تمام روایات میں سے بطور نمونہ چند آیات ذکر کریں گے۔ اس مضمون کی تفصیلی وضاحت جلد دوم میں گزر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ ہوں۔

ہر سال لاکھوں درہم بطور نذرانہ امام حسنین کو عطا کرنا

مقتل ابی مخنف:

وکان یبعث الیه فی کل سنة الف الف دینار سوی الهدایا من کل صنف۔

(مقتل ابی مخنف ص۲ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:-

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

کو ہر سال لاکھوں درہم و دینار بھیجا کرتے تھے۔ اتنی بڑی رقم ان تحفہ جات کے علاوہ تھی۔ جو معاویہ امام موصوف کو علیحدہ بھیجا کرتے تھے۔

ابن حدید:۔

فانه كان يجيز الحسن والحسين ابنى علىٍّ فى كل عام لكل واحد منهما بالف الف درهم وكذالك كان يجيز عبد الله بن جعفر۔

(شرح نہج البلاغہ۔ ابن حدید ص ۴۸۲ جلد ۳/ فی المقارنة بين جود ملوك بنی امیہ الخ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما میں سے ہر ایک کو لاکھوں درہم سالانہ عطا کیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن جعفر کو بھی نقدی دیا کرتے تھے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عطاکردہ نذرانہ سے قرض چکایا کرتے تھے۔

جلاء العیون:-

قطب راوندی از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ روزی حضرت امام حسن علیہ السلام بحضرت حسین و عبداللہ بن جعفر فرمود کہ جائزہ ہائے معاویہ در روز اول ماہ بشما خواہد رسید چوں روز اول ماہ شد چنانچہ حضرت فرمودہ بود اموال معاویہ رسید جناب امام حسن علیہ السلام قرض بسیاری داشت از آنچہ او فرستادہ بود برائے آنحضرت قرضہائے خود را ادا کرد و باقی را میان اہل بیت و شیعیانِ خود قسمت کرد جناب امام حسین علیہ السلام قرض خود را ادا کرد آنچہ ماند بسہ قسمت کرد۔ یک حصہ را با اہلبیت و شیعیان خود داد و دو حصہ را برائے عیال خود را برائے عیال خود را ادا کرد باقی را برائے خوش آمد معاویہ رسول او داد چوں ایں خبر بمعاویہ رسید برائے او مال بسیار فرستاد۔

(جلاء العیون جلد ۲ ص ۲۷۶ در زندگانی امام مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے قطب راوندی نے روایت کی۔ کہ ایک دن امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین اور عبداللہ بن جعفر سے کہا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھیجے گئے نذرانہ جات اس مہینہ کی

شروع تاریخوں میں تم تک پہنچ جائیں گے۔ جب مہینہ شروع ہوا۔ تو امام موصوف کے اعلان کے مطابق امیر معاویہ کی طرف سے بہت مال آگیا امام حسین بہت مقروض تھے اپنے حصہ سے قرضہ ادا کرنے کے بعد بقیہ اپنے گھر والوں اور دوستوں میں تقسیم کر دیئے۔ اسی طرح امام حسین نے بھی قرضہ ادا کرنے کے بعد بقیہ مال کے تین حصے کیے۔ ایک حصہ اپنے گھر والوں اور دوستوں کو دیا۔ دو حصے اپنے بچوں کو روانہ کر دیئے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر نے بھی اپنے حصہ کی رقم سے اپنا قرض ادا کرنے کے بعد امیر معاویہ کے ایلچی کو بطور اظہار خوشی ادا کر دیئے۔ جب یہ خبر امیر معاویہ کو پہنچی۔ تو انہوں نے ان کے لیے مقررہ رقم میں اضافہ کر دیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو امام حسین سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت کی

مقتل ابی مخنف:

فَاِنْ ظَفَرْتَ بِهٖ فَاحْفَظْ قَرَابَتَهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاعْلَمْ يَا بُنَيَّ اِنَّ اَبَاهُ خَيْرٌ مِّنْ اَبِيْكَ وَجَدَّهٗ خَيْرٌ مِّنْ جَدِّكَ وَاُمَّهٗ خَيْرٌ مِّنْ اُمِّكَ۔

(مقتل ابی مخنف صفحہ نمبر ۸ مطبوعہ نجف اشرف (مقدمہ)

ترجمہ:

یزید! اگر تجھے امام حسین پر کامیابی ہو جائے۔ تو ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری کا ضرور لحاظ رکھنا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اس کا باپ تمہارے باپ سے اس کا نانا تمہارے نانے سے اور اس کی والدہ تمہاری والدہ سے کہیں بہتر ہیں۔

خلاصۂ کلام:

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہل بیت کرام سے محبت کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی۔ جب تک زندہ رہے۔ لاکھوں درہم ماہانہ حسنین کریمین کو ادا کرتے رہے۔ اور اس خطیر رقم کے علاوہ دیگر تحائف و نذرانہ جات بھی وقتاً فوقتاً ارسال کرتے رہے صرف انہی حضرات کو نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن جعفر و دیگر حضرات کا بطور خاص خیال رکھتے رہے۔

اُدھر ان حضرات کے دل میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا احترام بدرجہ اتم موجود تھا۔ ان کے بھیجے گئے ایلچی کو خوش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ گویا دونوں طرف سے محبت و عقیدت موجزن تھی۔ حضرات اہل بیت کا گھرانہ اس عظمت و کردار کا مالک ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر نجس سے بچائے رکھا۔ ویطھرکم تطھیرا کے تحت نہ اس کی غذا نجس ہو سکتی ہے۔ اور نہ اُن کا لباس غلط۔ حدیث پاک میں ہے۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بچپن میں صدقہ کی ایک کھجور بھولے سے منہ میں ڈال لی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر ان کے منہ سے نکال دی۔ کہ اہل بیت پر صدقہ حرام ہے۔ جن کی غذا میں احتیاط کا یہ عالم ہو۔ وہ غلط مال کس طرح قبول کر سکتے ہیں۔ اور اُسے کب اپنے اخراجات میں اٹھا سکتے ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی

کا بھیجا ہوا مال نہ نجس تھا۔ اور نہ ہی اُس میں کوئی دوسری قباحت تھی۔ حضرات حسنین کریمین کا ان کے ہدایا اور تحفہ جات کو شرفِ قبولیت فرمانا دراصل ان پر اور ان کے مال کے طیب و حلال ہونے پر یقین و اعتماد کی دلیل ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرات اہل بیت کی نگاہوں میں کامل الایمان تھے۔

زندگی تک تو ان کا یہ سلوک رہا۔ جب وقت انتقال قریب آیا۔ تو بھی اس عقیدت اور احترام میں کوئی فرق نہ آیا۔ اپنے بیٹے یزید کو وصیت کی۔ کہ ان حضرات اہل بیت کا خیال رکھنا اور ان کی نسبی وجاہت اور علو مرتبت کا ضرور پاس رکھنا۔ دنیا ساری ان کے والدین اور آباؤ اجداد کا ثانی پیش نہیں کر سکتی۔

ان واقعات سے صاف عیاں ہے کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا دل عقیدت و محبت سے سرشار تھا۔ ان حالات و واقعات کو دیکھتے ہوئے بھی اگر کسی شخص کو ان کے کامل الایمان ہونے میں شک و شبہ ہو۔ یا کوئی بدبخت سرے سے انہیں مؤمن ہی نہ سمجھتا ہو۔ تو ایسے سے پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ حضرات حسنین کریمین نے جو خطیر رقم ان سے وصول کی۔ اور اپنے اخراجات میں صرف فرمائی۔ وہ از روئے شرع جائز تھی۔ اور اس کا کھانا پینا تقویٰ ہی نہیں فتوے کے مطابق درست قرار دیا جا سکتا ہے۔ .....

الحاصل: حضرت معاویہ رض کا اہل بیت سے مذکورہ سلوک اور اظہار الفت اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ایک جوہر شناس عاشق رسول اور لائق عامل تھے اس لیے اس طعن کی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ عثمان غنی نے اپنے نااہل رشتہ داروں کو عہدے دیئے۔ ہاں یوں کہنا چاہیئے کہ آپ نے قابل ترین اشخاص کو بدکاری عہدے سونپے اور اتفاق سے اس زمرے کے اندر آپ کے بعض رشتہ دار بھی آ گئے تو اعتراض کی کیا گنجائش ہے

امیر معاویہ کی اہلیت حکومت پر دلیل ۴

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فتوحات کا تذکرہ

دورِ فاروقی کی فتوحات

فتح قیساریہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی یزید بن ابی سفیان سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام کے گورنر تھے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے، امیر معاویہ کو ان کے بھائی کی امداد کے لیے شام بھیجا، یزید بن ابی سفیان کی سرکردگی میں امیر معاویہ بہت سی فتوحات میں شامل ہوئے۔ بالآخر ۱۸ھ میں یزید بن ابی سفیان کا انتقال ہو گیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کو ان کی جگہ ملک شام کا گورنر مقرر فرمایا۔ اس کے بعد دور عثمانی میں بھی حضرت معاویہ شام کے گورنر رہے۔ آپ کی فتوحات کتب شیعہ سے ملاحظہ ہوں۔

ناسخ التواریخ:

پس یزید برادر خورد معاویہ بن ابی سفیان را با چہار ہزار مرد بر در قیساریہ بگذاشت وخود با تمامت لشکر طریق دمشق برداشت۔ لشکر روم از فراز بارہ چوں قلت لشکر عرب را نظارہ کردند۔ با خود اندیشیدند۔ کہ بآسانی ایشاں را دفع تواں داد وساختہ جنگ شدہ از شہر بیروں تاختند معاویہ لشکر بساخت وحملہ افگند۔

جنگی درمیانہ برفت و نصرت عرب را افتاد ہزار تن از لشکر روم مقتول گشت و دیگر بہ حصار گریختند۔

این کرت بدانستند کہ نصرت ملازمت عرب میکند و با ایشان نیرو سے، مبارزت ندارند لاجرم تنی چند از بزرگاں خویش را بنزدیک معاویہ فرستادند و خواستار مصالحت شدند بشرطیکہ بیست ہزار دینار نقد بدھند و جزیت بر ذمت نہند۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲ ص ۲۷۱
فتح قیساریہ بدست مسلمین مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:۔

یزید بن ابی سفیان نے اپنے چھوٹے بھائی امیر معاویہ کو چار ہزار مرد ساتھ دے کر قیساریہ شہر کی طرف روانہ کیا۔ اور خود تمام لشکر کے ساتھ راہِ دمشق پر چل پڑا۔ رومی فوج نے جب دُور سے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھا تو انہیں یہ لشکر بہت کم دکھائی دیا۔ اپنے طور پر سوچنے لگے۔ کہ ان مسلمانوں کو شکست دینا کوئی مشکل بات نہیں۔ اس لیے وُہ جنگ کرنے کے لیے شہر سے باہر آدھمکے۔ معاویہ نے لشکر کو تیار کیا۔ اور حملہ کر دیا۔ جنگ شروع ہوئی۔ اور مسلمانوں کو فتح و کامیابی حاصل ہوئی۔ رومیوں کے ایک ہزار فوجی کام آئے۔ اور بچے کھچے پناہ گاہ کی طرف دوڑ پڑے۔
اس دفعہ انہیں پتہ چلا۔ کہ کامیابی مسلمانوں کی لونڈی بن گئی ہے۔ اور ان کے ساتھ لڑنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ مجبوراً اپنے میں سے چند کرتا دھرتا آدمیوں کو حضرت امیر معاویہ کے پاس بھیجا۔ اور صلح

کرنے کی درخواست کی۔ اس شرط پر صلح ہو گئی۔ کہ رومی بیس ہزار دینار نقد ادا کریں گے۔ اور جزیہ دینا قبول کریں گے۔

بلادِ عسقلان کی فتح

بدستِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

ناسخ التواریخ:

بالجملہ از پس مرگ یزید بن ابی سفیان عمر بن الخطاب بدیں گونہ بسوئے معاویہ کتاب کرد۔

اما بعد! معاویہ بداند کہ خداوند دولت اسلام بزرگ ساخت و بوعدہا وفا کرد و آنچہ رسول خدا ئے مارا خبر داد از فتح شام و اخذ خزائن جباراں چناں شدہ و نیز مرا مسموع افتاد کہ میفرمود کہ شما در مملکت شام بس شہرہا گشائید و امت من آنجا بیرون آیند و بر کنار دریا جائے کنند و فرمود چوں شرق و غرب را فتنہ گیرد۔ در عسقلان جائے کنید دہر فرودسے را فراز لیست و فراز شام عسقلان است و چوں بر ایں کتاب وقوف یابی باید کہ بے توانی طریق عسقلان گیری و آں بلدہ را مفتوح سازی و ہر روز از حال خویش مرا آگہی دہی۔

چوں نامہ عمر بمعاویہ رسید عظیم خوش دل شدہ و حکومت کشور و امارت

لشکر بدست گرفت و بے توانی لشکر بساخت و آہنگ عسقلان کرد و طے مسافت کردہ بکنار عسقلان فرود شد و مردم آں بلدہ بساختہ جنگ شدند و سہ روز مصاف دادند و آں شہر را عنوۃ فرو گرفتند و غنیمت فراواں بدست کردند۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد نمبر ۲/ ص ۲۸۳/ فوت یزید بن ابی سفیان الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

مختصر یہ کہ یزید بن ابی سفیان کے انتقال کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کی طرف اس قسم کا خط بھیجا۔

اما بعد! جاننا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلامی حکومت کو کامیابی اور وسعت عطا فرمائی ہے۔ اور اپنے وعدے پورے کر دکھائے اور اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ہمیں ملک شام کے فتح کرنے اور اس کے خزانوں کو حاصل کرنے کی خبر دی تھی۔ وہ بھی پوری ہوئی۔ نیز میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خبر بھی سن رکھی ہے۔ کہ مسلمان مملکت شام کے بہت سے شہروں کو فتح کریں گے۔ اور سمندر کے کنارے وہ بسیرا کریں گے۔ اور فرمایا۔ کہ جب مشرق و مغرب میں فتنہ اٹھ کھڑا ہو۔ تو تم عسقلان میں پناہ لینا۔ ہر مملکت کا ایک کنارہ ہے۔ اور مملکت شام کا کنارہ عسقلان ہے۔ اسے معاویہ! جب تمہیں یہ خط ملے۔ تو جس قدر جلد ممکن ہو عسقلان کا رُخ کرنا۔ اور اس کے ساتھ دوسرے شہروں کو فتح کرنے کی کوشش کرنا۔ اور روزانہ کے حالات سے مجھے باخبر رکھنا۔

جب حضرت عمر کا رقعہ حضرت معاویہ تک پہنچا۔ بہت خوش ہوئے

فوراً لشکر تیار کیا۔ اور لشکر کی سپہ سالاری اپنے پاس رکھی۔ عسقلان کو چل پڑے۔ چلتے چلتے عسقلان کے کنارہ پر جا اترے۔ ان لوگوں نے جنگ کرنے کی ٹھانی۔ تین دن تک صف بندی کی۔ بالآخر اس شہر کو ... بغیر فتح کر لیا۔ بہت سامال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں فتح قبرص کی تڑپ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عسقلان کو جب فتح کر لیا۔ تو سفیان بن حبیب ازدی کو طرابلس کی طرف بھیجا۔ تاکہ اس کو بھی فتح کر کے مملکت اسلامیہ میں شامل کیا جائے۔ سفیان بن حبیب نے وہاں پہنچ کر سخت مقابلہ کے بعد طرابلس کو فتح کر لیا۔ چونکہ طرابلس سمندر کے کنارے پر واقع تھا۔ اس لیے یہ خطرہ ہر وقت رہتا تھا۔ کہ کہیں رومی یا افریقی سمندر کے ذریعہ حملہ آور ہو کر طرابلس کو ہم سے پھر نہ چھین لیں سفیان بن حبیب نے یہ ساری کیفیت امیر معاویہ کو لکھ بھیجی۔ حضرت امیر معاویہ نے اس کا حل یہ بتلایا۔ کہ طرابلس کے ارد گرد دیوار کھڑی کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب طرابلس کے باشندوں نے یہ دیکھا۔ تو سمجھ گئے۔ کہ اب ہمیں باہر سے امداد ملنا تقریباً ناممکن بنا دیا گیا ہے۔

چنانچہ ہرقل کے مشورہ پر وہ اس شہر کو چھوڑ کر سمندر عبور کر کے قسطنطین آ بسے۔ اس طرح طرابلس شہر کفار سے بالکل پاک ہو گیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی۔ تو آپ نے تمنا کی۔ کاش ہم سمندر پار کر کے رومیوں کے مشہور شہر قبرص پر حملہ کر سکیں۔ اور اس امیر ... کے زر و جواہر کو بطور

مال غنیمت سمیٹ سکیں۔ آپ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر اس تمنا کا اظہار بذریعہ خط کیا۔ شیعی کتاب سے اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

ناسخ التواریخ:

معاویہ از خدیعت آں جماعت شگفتی گرفت و گروہی از جہوداں شہر اردن را بفرمود تا بطرابلس رفتہ ساکن شدند و بفتح آبادیہاے سواحل بحر پرداخت وعسکار وصور وصیدا و دیگر جاہا بگرفت وازیں فتح عمر را آگہی فرستاد و نوشت کہ ما تا آنجا راندہ ایم کہ جزیرہ قبرس بما قریب افتاد چنانکہ آواز مرغان را اصغا میکنیم وآں جزیرہ بنضارت اشجار و غزارت انہار و کثرت نعمت انام بر واراست وگشادن آں سہل و آساں می نماید۔ اگر فرمان رود آب دریا را گزارہ کنیم وآں جزیرہ را بدست فروگیریم۔

(ناسخ التواریخ خلفاء جلد ۲ ص ۲۸۵
فتح سواحل بحر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب اہل طرابلس کے بھاگ نکلنے کی خبر ملی۔ تو بہت خوش ہوئے۔ اور اردن کے یہودیوں کے ایک گروہ کو حکم دیا۔ کہ وہ جا کر طرابلس میں بسیں۔ اور خود ساحلی آبادیوں کو فتح کرتے کے لیے چل پڑے۔ عسکار صور اور صیدا وغیرہ علاقہ جات کو زیر قبضہ کیا اور اس فتح کی حضرت عمر کو خوشخبری پہنچائی۔ اور لکھ بھیجا۔ کہ ہم اس وقت سمندر کے اس کنارے تک پہنچ چکے ہیں۔ کہ جزیرہ قبرص بالکل نزدیک آگیا ہے۔ اتنا قریب کہ وہاں کے پرندوں کی آوازیں ہمیں سنائی دیتی ہیں۔

یہ جزیرہ بڑا سرسبز۔ اس کی نہریں بڑی پربہار اور اس میں دوسری تمام نعمتیں وافر مقدار میں موجود ہیں۔ اس کا فتح کرنا بہت آسان نظر آتا ہے۔ اگر آپ کا حکم ہو۔ تو دریا عبور کر جائیں۔ اور اس جزیرہ کو زیر تصرف لے آئیں

مگر عمر فاروق نے انہیں فتح قبرص کی اجازت نہ دی تاہم دور عثمان میں امیر معاویہ نے یہ کارنامہ کر دکھایا۔

دور عثمانی میں امیر معاویہ کی فتوحات

شام کے ساحلی علاقہ جات پر حبشی ڈاکوؤں اور لٹیروں نے حملہ کر دیا قتل و غارت شروع کر دی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے شاہ حبش کو رقعہ لکھا اس نے معذرت کی۔ قزاقوں اور ڈاکوؤں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے روم کو فتح کرنے کا پختہ ارادہ فرمالیا۔ اس امر کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ تفصیل کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

فتح قبرص ۲۸ھ

اسلام میں سمندر پار لڑائیوں کی ابتداء امیر معاویہ کے ہاتھ سے ہوئی

ناسخ التواریخ:

معاویہ بن ابی سفیان بسوئے عثمان نامہ کرد کہ ولایت روم با شام

چناں نزدیک است کہ بامداداں از دو سوئے بانگ خروسان و آواز مرغان شنودہ شود و اینک آب دریا از موج سہمناک باز نشستہ و از جنبش ہائل ساکن گشتہ اگر رخصت رود بجانب جزیرہ قبرس رکضتی کنم و آں محال را کہ از مال و مویشی آگندہ است فرو گیرم عثمان در پاسخ نوشت کہ عمر بن الخطاب ہرگز اجازت نمیکرد کہ مسلمانان آب دریا عبرہ کنند مرا نیز کراہت می آید اگر تو را ایں کار موافق افتادہ و بسلامت ایں سفر واثق می باشی زن و فرزند خود را نیز با خویشتن در کشتی حمل میدہ تا صدق عقیدت تو مرا مکشوف افتد چوں معاویہ ایں پاسخ بشنید فتح قبرس را تصمیم عزم داد و عبداللہ بن قیس را باگروہی

بفرمود تا کشتیہا د. عدد ہم آوردند و لشکر را جیبہ بداد و با زن و فرزند بعلا آمد دو روز در آنجا ببود روز سیم بعد از نماز جمعہ کشتی در رفتند اما عبداللہ بن قیس کہ از پیش در آب راندہ بود از کشتی بساحل دریا بیرون شد تا گمراز اراضی روم خبری باز داند زنی را نگریست کہ با دریوزگی روزگار داد و را درمی چند عطا کرد آں زن برفت بمیان دہ مردم را آگہی برد کہ ایں مرد کہ با لشکر دریا می نورد و اینک بکنار بحر ایستادہ گروہی بشتاب تاختن کردند عبداللہ را مجال بدست نشد کہ بکشتی بگریزد او را بگرفتند و بکشتند۔

ایں خبر را بمسلمان بردند معاویہ بداں ننگریست ہم چناں با زن و فرزند و تمامت سپاہ با دلیست و بست کشتی و زورق طے طریق میکرد ناگاہ بادی مخالف جنبش کرد دریا مضطرب شد زور نہاد کشتیہا از یکدیگر دور افتاد زن معاویہ سخت بترسید و کلیانی ملاح را بخواند و گفت اسے کلیا کشتی را لختی نگاہدار کہ مرا تاب و طاقت رفتہ است

کلیا بخندید و گفت ... زیبا فرمان کس نبرد و جز خدائے را بدیل کار دست نباشد۔ صبر میکن کہ جز دل بر صبوری نہادن چارہ نیست۔

بالجملہ باد بایستاد و موج بنشست و مسلمانان بسلامت شدند۔ و این ہنگام زورقی چند پدیدار شد۔ کہ فرمانگزار جزیرہ قبرص بقسطنطین ہدیہ میفرستاد معاویہ فرمود تا جملہ را بگرفتند و در آن زورقہا کنیزکان پری چہرہ و جامہائے دیبا و نفائس اشیاء فراوان یافتند و از آنجا بجزیرہ قبرص در آمدند۔ و بے توانی دست بنہب و غارت کشودند و بسیار از قریہ ہا ... را بذیرہ پی سپردند و غلامان و کنیزکان فراوان اسیر گرفتند و اموال و اثقال از نفائس اشیاء و برہم نہادند۔ و این جملہ را بکنار بحر آوردہ کشتیہا را بیاگندند۔

فرمانگزار جزیرہ را چنان ہول و ہراسی فرو گرفتہ بود کہ خیال مدافعہ در خاطرش عبور نداشت تیغی نکشید و خدنگی نگشاد و کس نزدیک معاویہ فرستاد و خواستار مصالحت گشت۔ لاجرم چنانکہ ہر سال ہفت ہزار و دویست دینار زر میفرستد معاویہ منوال را باب ... مقرون داشت و بر این جملہ وثیقتی نوشت و مراجعت کرد و چون از دریا بیرون شد لشکر مود تا غنائم را فراہم آوردند و ... دادند۔ کنیزان و غلامان را حساب گرفتند۔ از دو ہزار فزون بشمار آمد از جملہ ہفصد تن دختران دوشیزہ بودند پس خمس غنائم را بیرون کرد و با نامہ فتح و با نامہ فتح بسوئے عثمان فرستاد و دیگر را بر لشکر بخشش نمود۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۳
ص ۲۰۹ تا ۲۱۰ وقائع سال بیست و ہشتم
مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:-

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک خط تحریر کیا۔ کہ روم کی سلطنت ملک شام سے اس قدر نزدیک ہے کہ صبح کے وقت دونوں طرف سے مرغ کی اذان اور دیگر پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اور اس وقت دریا کا پانی خطرناک موجوں اور تباہ کن حرکات سے بالکل خاموش ہے۔ اگر اجازت عطاء فرمائیں۔ تو قبرص جزیرہ کی طرف بڑھوں۔ اور ان مقامات کو جو کہ مال و مویشی سے پُر ہیں۔ ان پر قبضہ کر لوں۔ حضرت عثمان نے جواب دیا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس امر کی ہرگز اجازت نہ دیتے تھے۔ کہ دریا کو عبور کیا جائے اس لیے مجھے بھی ایسا کرنا اچھا نہیں لگتا۔ اگر تم اس کام کو بہتر سمجھتے ہو۔ اور اس سفر میں سلامتی کا تمہیں یقین ہے۔ تو پھر اپنی بیوی اور بچوں کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں سوار کرو۔ تاکہ تمہاری نیت کے پختہ اور سچا ہونے کا مجھے علم ہو جائے۔

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ جواب سُنا۔ تو قبرص کی فتح کا پختہ ارادہ کر لیا۔ عبداللہ بن قیس کو ایک گروہ کے ساتھ دریا میں کشتی کے ذریعہ ابتدائی طور پر بھیجا۔ اور حکم دیا۔ کہ دریا کو عبور کر کے عکہ نامی جگہ پر کشتیوں کو جمع کر دیا جائے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو مناسب سامان دیا۔ بعد میں خود اپنے بیوی، بچوں سمیت عکہ پہنچے۔ دو دن قیام کرنے کے بعد تیسرے دن جمعہ کی نماز کے بعد کشتی میں سوار ہو گئے۔ ادھر عبداللہ بن قیس جو پہلے ہی روانہ ہو چکا تھا۔ کشتی سے نکل کر دیلمے ساحل پر اتر گیا تاکہ رومی علاقہ کی کوئی خبر وغیرہ دستیاب

کرے۔ اس دوران ایک بھکارن دیکھی۔ اُسے چند درہم دیئے۔ وہ عورت چلی گئی۔ اور گاؤں میں جا کر یہ بات پھیلا دی۔ کہ یہ آدمی ایک لشکر لے کر دریا کے ساحل پر آ اُترا ہے۔ یہ سن کر اس گاؤں والے جلد حملہ آور ہوئے۔ عبداللہ کو کوئی مہلت نہ دی۔ کہ وہ کشتی میں سوار ہو کر بھاگ سکے لوگوں نے پکڑ کر اسے قتل کر ڈالا۔ یہ خبر مسلمانوں تک پہنچی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے غور و فکر کے بعد فیصلہ کیا۔ اپنے بال بچوں اور پوری فوج کو لے کر بیس بائیس چھوٹی بڑی کشتیوں کو لے کر اس طرف روانہ ہوئے اچانک مخالف ہوا چل پڑی۔ دریا میں طغیانی آگئی۔ کشتیاں ایک دوسرے سے دُور دُور ہو گئیں۔ حضرت معاویہ کی بیوی سخت گھبرا گئی۔ کشتی کے ملاح کو بُلا کر کہا۔ کہ چند لمحوں کے لیے کشتی کو روک دو۔ کیونکہ میری، طاقت جواب دے گئی ہے۔ ملاح نے ہنس کر جواب دیا۔ اسے عورت! دریا کسی کا حکم نہیں مانتا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے۔ تم صبر کرو۔ کیونکہ دل کو صبر کی تلقین کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ مخالف ہوا بند ہو گئی۔ اور موجیں ختم ہو گئیں مسلمان امن میں ہو گئے۔ اس دوران چند کشتیاں دُور سے دکھائی دیں۔ جن میں قبرص جزیرہ کے فرمانروا نے قسطنطین کی طرف تحفہ جات بھیجے تھے حضرت امیر معاویہ نے فرمایا۔ ان تمام کشتیوں کو پکڑ لیا جائے۔ ان کشتیوں میں خوبصورت کنیزیں، ریشمی کپڑے اور بہت سی عمدہ چیزیں موجود تھیں۔ یہ سب کچھ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اس کے بعد جزیرہ قبرص کی طرف پلٹے۔ اور بے صبری سے اس کے مختلف

دیہات کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ یہاں سے بہت سی لونڈیاں اور غلام قبضہ میں لیے۔ کثیر مال، سازوسامان اور قیمتی اشیاء کو لوٹ مار کا نشانہ بنایا۔ ان تمام اشیاء کو لے کر دریا کے کنارہ اپنی کشتیوں پر واپس آ گئے۔

جزیرہ قبرص کے فرمانروا کو اس قدر دہشت اور خوف نے آگھیرا۔ کہ دفاع کا خیال تک نہ آیا۔ تلوار تک نہ اٹھا سکا۔ تیر تک نہ چلا سکا۔ کسی شخص کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بخاطر صلح بھیجا۔ اور شرط یہ مانی۔ کہ ہر سال سات ہزار اور دو دینار سونے کے دوں گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شرط کو قبول کیا۔ اور اس کی تحریر لکھ لی۔ اور واپس لوٹ آئے۔ جب دریا سے خشکی میں اترے۔ تو حکم دیا۔ کہ تمام مال غنیمت اکٹھا کیا جائے۔ اور اس تمام سامان کو جہازوں پر لادا جائے لونڈیوں اور غلاموں کی گنتی کی گئی۔ ان کی تعداد دس ہزار سے بھی بڑھ گئی تھی۔

ان تمام میں سات سو ایسی لڑکیاں بھی تھیں۔ جو نوجوان اور کنواری تھیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کیا۔ اور فتح کی خوشخبری کے ساتھ یہ سب کچھ حضرت عثمان کی خدمت میں بھیجا۔ بقیہ مال غنیمت فوجیوں میں تقسیم کر دیا۔

فتح قبرص کے متعلق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی

فتح قبرص کو فتح قسطنطنیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہی معرکہ ہے۔ جس کے متعلق سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے۔ کہ جو اس معرکہ میں شامل ہوگا۔ اس ہر غازی کے لیے جنت واجب ہے۔ اس کو فتح کرنے والے لشکر کے سپہ سالار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس لیے ان کے جنتی ہونے کا فیصلہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا۔ صحیح بخاری میں اسنادِ صحیحہ کے ساتھ اس کو امام بخاری نے یوں ذکر کیا ہے۔

بخاری شریف:

حَدَّثَنِیْ ثَوْرُ بْنُ یَزِیْدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ اَنَّ عُمَیْرَ بْنَ الْاَسْوَدِ الْعَنْسِیَّ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ اَتٰی عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِیْ سَاحِلِ حِمْصَ وَهُوَ فِیْ بِنَآءٍ لَهٗ وَ مَعَهٗ اُمُّ حَرَامٍ قَالَ عُمَیْرٌ فَحَدَّثَتْنَا اُمُّ حَرَامٍ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَوَّلُ جَیْشٍ مِّنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ

الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا قَالَتْ اُمُّ حَرَامٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا فِيْهِمْ قَالَ اَنْتِ فِيْهِمْ۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۴۰۹، ۴۱۰

باب ما قيل فی قتال الروم۔ پارہ ۱۱

مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) عمیر بن اسود عنسی بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت عبادہ ساحل حمص پر واقع اپنے مکان میں قیام پذیر تھے۔ ان کے ساتھ ام حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ عمیر کہتے ہیں۔ ہمیں جناب ام حرام نے حدیث سنائی۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے سنا۔ کہ میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو دریا کی لڑائی لڑے گا۔ ان سب کے لیے جنت واجب ہو چکی ہے۔ ام حرام کہتی ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں بھی اس لشکر میں ہوں گی۔ فرمایا ہاں تو بھی اس میں ہو گی۔

مذکور حدیث کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں:

عمدۃ القاری:

قَوْلُهٗ (اَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ) اَرَادَ بِهٖ جَيْشَ مُعَاوِيَةَ وَقَالَ الْمُهَلِّبُ مُعَاوِيَةُ اَوَّلُ مَنْ غَزَا الْبَحْرَ وَقَالَ ابْنُ جَرِيْرٍ

قَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ ذٰلِكَ فِيْ سَنَةِ سَبْعٍ وَّ عِشْرِيْنَ وَ هِيَ غَزْوَةُ قَبْرَص فِيْ زَمَنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَ قَالَ الْوَاقِدِيُّ كَانَ ذٰلِكَ فِيْ سَنَةِ ثَمَانٍ وَّ عِشْرِيْنَ وَ قَالَ اَبُوْ مَعْشَرٍ غَزَاهَا فِيْ سَنَةِ ثَلَاثٍ وَّ ثَلَاثِيْنَ وَ كَانَتْ اُمُّ حَرَامٍ مَعَهُمْ وَ قَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِيْ جَامِعِ الْمَسَانِيْدِ اَنَّهَا غَزَتْ مَعَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَوَقَصَتْهَا بَغْلَةٌ شَهْبَآءُ فَوَقَعَتْ فَمَاتَتْ وَ قَالَ هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ رَاَيْتُ قَبْرَهَا وَ وَقَفْتُ عَلَيْهِ بِالسَّاحِلِ بِفَاقِيْسَ:

قَوْلُهٗ (قَدْ اَوْجَبُوْا) قَالَ بَعْضُهُمْ اَيْ وَجَبَتْ لَهُمُ الْجَنَّةُ قُلْتُ هٰذَا الْكَلَامُ لَا يَقْتَضِيْ هٰذَا الْمَعْنٰى وَ اِنَّمَا مَعْنَاهُ اَوْجَبُوْا اِسْتِحْقَاقَ الْجَنَّةِ۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری
جزء ۱۴ صفحہ نمبر ۱۹۸ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ "سب سے پہلا لشکر جو

دریا کی لڑائی لڑے گا،، آپ کی مراد اس سے حضرت معاویہ کا لشکر ہے مہلب کہتے ہیں۔ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی وہ پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے دریا کی لڑائی لڑی۔ ابن جریر کہتے ہیں۔ بعض حضرات کا کہنا ہے۔ کہ یہ لڑائی ۲۷ ہجری میں ہوئی۔ اور یہی غزوہ قبرص ہے۔ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں واقعہ ہوا۔ واقدی نے کہا کہ یہ جنگ ۲۸ ہجری میں ہوئی۔ ابو معشر کے قول کے مطابق یہ سن ۳۳ ہجری میں لڑی گئی۔ ام حرام رضی اللہ عنہا اس لشکر کے ساتھ تھیں۔ ابن الجوزی نے جامع المسانید میں کہا۔ کہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی معیت میں جنگ لڑی۔ خچر نے انہیں نیچے گرا دیا۔ اور وہ گرتے ہی انتقال کر گئیں۔ ہشام ابن عامر کہتے ہیں۔ میں نے ام حرام رضی اللہ عنہا کی قبر کی زیارت کی۔ وہاں کچھ دیر کھڑا بھی رہا۔ وہ فاقیس کے ساحل پر واقع ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "ان کے لیے واجب ہو گیا" بعض حضرات نے اس کی تشریح میں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ ان کے لیے جنت واجب ہو گئی ہے میں (علامہ عینی) کہتا ہوں۔ کہ یہ کلام اس معنی کا تقاضا نہیں کرتا۔ بلکہ معنی یہ ہے۔ کہ وہ لوگ لازمی جنت کے حق دار ہو گئے۔

تلخیص کلام:

○ جنگ قبرص یا قسطنطنیہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک عام فوجی کی حیثیت سے شریک نہ ہوئے۔ بلکہ اس جنگ کے شرکاء کی کمان حضرت

حضرت امیر معاویہ کے ہاتھ میں تھی۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی اور بچے بھی تھے۔ کیونکہ قبرص پر حملہ کرنے کے لیے جب انہیں مشروط اجازت دی گئی۔ تو اس شرط کے مطابق بال بچے بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دریائی اور سمندری لڑائی کی ابتداء کے لیے جس شخصیت کو منتخب کیا۔ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ اس فتح سے کثیر تعداد میں مال غنیمت اور بہت سے غلام وغیرہ ہاتھ آئے۔ اور بہت سا جزیہ مملکت اسلامیہ کو وصول ہوا۔

حدیث مذکور میں جب جنگ قبرص میں ہر شریک کے لیے جنت کا وجوب یا استحقاق وجوب کا مژدہ سنایا گیا۔ اور وہ بھی اس زبان اقدس سے کہ جن کی زبان سے وحی بولتی ہے۔ تو اس جنگ کے فوجیوں کے سپہ سالار کے لیے کون سی کسر رہ جائے گی۔ کہ انہیں ان سب سے علیحدہ کر کے جنتی ہونے سے محروم کیا جا سکے۔ تو جب حضرت امیر معاویہ رض اس حدیث کے بموجب جنتی ٹھہرے۔ اور انہی کی بدولت وہ علاقہ زیر نگیں آیا جس کا حصول حضرت فاروق اعظم ایسی عظیم شخصیت سے نہ ہو سکا۔ ایسے شخص کے ایمان اور جذبہ جہاد کے متعلق کیسے شک ہو سکتا ہے۔ اس لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ الزام دھرنا کہ آپ نے اپنے دور خلافت میں نااہل اور بدکردار لوگوں کو عامل مقرر کیا۔ اس الزام کو کون سچا مان سکتا ہے۔ بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس حسن انتخاب پر آپ کو داد دینی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

یاد رہے۔ کہ کچھ لوگ غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے اسی حدیث سے کہ جس سے حضرت امیر معاویہ کا جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ اسی حدیث کے آخری حصہ کے مطابق "یزید" بھی جنتی ہے۔

اس غلط فہمی کا جواب یزید کی سیرت و کردار کے ضمن میں ہم ذکر کر چکے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث کے آخری الفاظ میں ایک لفظ "مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ" ہے سے یہ معنی لیا گیا ہے۔ لیکن اس لفظ کا صحیح معنی یہ ہے کہ ان کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ جیسا کہ حج کرنے والے کے متعلق آتا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو گئے۔ لہذا یزید نے جو اس واقعہ کے بعد گناہ کیے ان کے پیش نظر اس کے جنتی ہونے کا قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یزید نے اس کے بعد آل رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر میدان کربلا میں وہ ظلم و ستم کیا اور اس کے بعد مدینہ منورہ میں جو قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ اس سے تو اس کا کافر و ملعون ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کا یہ فعل خبر واحد سے ثابت ہے۔ اس لیے بعض علماء نے اس کی کفر میں سکوت فرمایا۔

(فاعتبروا یااولی الابصار۔)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اپنے دور میں فتوحات

سنہ ۴۳ھ میں رومی فتوحات:

ناسخ التواریخ:

دہم دراین سال معاویہ بسر بن ارطاۃ را بالشکری لائق بجانب روم روان فرمود قسطنطین بن ہرافلیوس ثانی کہ سلطنت روم داشت گروہے از بطارقہ را بالشکر ہائے فراواں فرمان کرد تا جنگ عرب را پذیرہ شدند بسر بن ارطاۃ بنیک بکوشید ولشکر روم را ہزیمت کرد وتا در قسطنطنیہ براند۔

(ناسخ التواریخ۔ حالات امام حسن رضی
جلد دوم صفحہ نمبر ۶۰ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی سال (سنہ ۴۳ھ) بسر بن ارطاۃ کو ایک اچھا خاصا لشکر دیکر روم کی طرف روانہ کیا۔ قسطنطین بن ہرافلیوس ثانی نے جو کہ روم کا بادشاہ تھا۔ پہلوانوں کے ایک گروہ کو بہت سا لشکر دیکر حکم دیا۔ کہ عربوں کے ساتھ جنگ کی جائے۔ بسر بن ارطاۃ نے خوب جم کر مقابلہ کیا۔ اور ردمیوں کو شکست دے کر قسطنطین کی طرف دھکیل دیا۔

۴۷ھ میں بلادِ ترکستان کی فتوحات

ناسخ التواریخ:

وہم دریں سال عبداللہ بن سوار العبدی کہ در جیش خراسان بود آہنگ بلاد ترکستان کرد و بسیار حصون حصین و قلاع متین را بگشود و مال و اسیر فراواں، فراہم کرد و آہنگ مراجعت نمود۔

(ناسخ التواریخ جلد دوم از زندگی امام حسن رضی اللہ عنہ ص ۱۰۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

اسی سال (۴۷ھ) جیش خراسان کے ایک مشہور مجاہد عبداللہ بن سوار العبدی نے ترکستان کے شہروں کا رُخ کیا۔ اور بہت سے مضبوط قلعے اور محفوظ مورچوں کو فتح کیا۔ کافی مقدار میں مال اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنایا۔ اور واپسی کا ارادہ کیا۔

بخارا اور سمرقند کی فتوحات

ناسخ التواریخ:

اکنوں بر سخن رویم چوں سعید بن عثمان بر در بخارہ لشکر گاہ کرد و سپاہ را ساختہ جنگ ساخت خنگ خاتون در خویشتن آں نیرو ندید کہ بادی

نہر وآز بائید۔ جماعتی از صنادید بخارا در انبر دیک سعید بن عثمان آمدند و بخواستند در صلح وسلم گشت سعید مسئلت اورا اجابت کرد بشرط کہ بیست تن از پسران ملوک بخارا را بنزدیک وی بگروگان فرستند وسی صد ہزار درہم نقد تسلیم دارد واز مملکت خود بجانب سمرقند دلیل وراہنما ملازم رکاب فرماید وراہ گشادہ دارد والی بخارا خنگ خاتون پذیرفت وبرایں جملہ صلح مقرر گشت وبر بادت از ایں خنگ خاتون حملی عظیم متعصب مہدی انفاذ خدمت سعید داشت پس سعید از بخارا بجانب سمرقند رواں شد چوں راہ با شہر نزدیک کرد لشکر ہائے سمرقند اورا پذیرہ جنگ شدند۔ از دو سوی صف ہا راست کردند در روئی در روئی ایستادہ شدند...... بالجملہ دراں روز میان لشکر سعید ومردم سمرقند جنگ صعب افتاد تا گاہیکہ تاریکی جہاں را فرو گرفت ہر دو لشکر رزم زدند واز یک دیگر فراوان بکشتہ چوں شب میانجی گشت از ہم باز شدند بامداداں بر سر جنگ آمدند یک ماہ تمام کار بدیں منوال میرفت۔

(ناسخ التواریخ جلد دوم ص ۹۵ ۹۶۔ از
زندگانی امام حسن مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

جب سعید بن عثمان نے بخارا شہر کے نزدیک پڑاؤ ڈالا۔ اور لشکر کو جنگ کے لیے تیار کیا۔ تو بخارا کی حکمران خنگ نامی خاتون نے دیکھا۔ کہ لڑنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ بخارا کے چند معتبر آدمیوں کو سعید بن عثمان کے پاس بھیجا۔ اور صلح صفائی کی درخواست کی۔ سعید نے اس کی بات اس شرط پر تسلیم کی۔ کہ شاہی خاندان کے بیس آدمی گروگان میرے پاس بھیجے جائیں۔ اور تین ہزار درہم نقد سپرد کیے جائیں۔ اس کے بعد سعید نے

بخارا سے سمرقند کا رخ کیا۔ یہ بیس آدمی راستہ جاننے والے ساتھ تھے۔ یہ شرائط اس خاتون نے تسلیم کریں۔ صلح ہو گئی۔ اس سے بڑھ کر اس خاتون نے بہت سا مال اور دیگر اشیاء بھی سعید کی خدمت میں روانہ کیں جب سعید سمرقند کے نزدیک پہنچا۔ سمرقند کا لشکر جنگ پر آمادہ ہوا۔ دونوں طرف سے صف آرائی ہوئی۔ ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو گئے مختصر یہ کہ پہلے دن سعید اور سمرقندی لشکر کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی دن ڈھلا۔ اور رات کی تاریکی چھا گئی۔ دونوں طرف سے لڑائی بند ہو گئی اسی طرح ایک ماہ تک متواتر لڑائی ہوتی رہی۔ بالآخر سعید نے جنگ جیت لی۔

الحاصل:

اگرچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رشتہ نسبی کے اعتبار سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے۔ لیکن اس رشتہ کی بنا پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو موردِ الزام ٹھہرانا کسی طور پر بھی درست نہیں۔ کہ آپ نے اپنے رشتہ داروں کو منصب وامارت عطا کی۔ اس طرح آپ اقرباء پروری کے مرتکب قرار پائے۔ یہ الزام ایک تو اس لیے فضول ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان نے کوئی نیا گورنر مقرر نہیں فرمایا تھا۔ بلکہ یہ حضرت تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور سے شام کے گورنر چلے آ رہے تھے۔ دوسری بات یہ کہ ان کی اہلیت اور استعداد کوئی ناگفتہ بہ نہ تھی۔ بلکہ وہ ایک قابل اور اونچے درجے کے اہل تھے۔ ان کی اہلیت اور امور مملکت میں سوجھ بوجھ کے لیے ان کی فتوحات کو بطور دلیل پیش کیا جا سکتا ہے۔ ان فتوحات کا تذکرہ خود کتب شیعہ میں مذکور ہے۔ جن کے حوالہ جات آپ

بھی ملاحظہ فرما چکے۔ اس قدر بےبکثرت فتوحات اور اس قدر زرِ کثیر سے اسلامی خزانہ کو بھر دینا ان کے اہل اور بہادر جرنیل ہونے کے لیے کافی ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فتوحات، امور مملکت کی انجام دہی، در ملک و ملت کی فلاح و بہبود کے کارنامے دیکھے جائیں۔ پھر ان کی حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی عقیدت اور قلبی محبت ملاحظہ کی جاوے۔ (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس سے لگے کپڑوں میں کفن دینے کی وصیت کی جس پر عمل بھی ہوا۔) تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک بہادر اور امور سیاست سے واقف ہونے کے ساتھ ساتھ محبت رسولِ خدا میں کس قدر گہرے تھے۔ ان کا ایمان کس قدر مضبوط تھا۔ ان کی دعاؤں میں اللہ نے کیسی قبولیت رکھی تھی۔ ان کے لیے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ نبوت سے سب کچھ دیکھ کر ہادی اور مہدی ہونے کی دعا فرمائی تھی۔ ان تمام باتوں سے حقیقت یہ ہے۔ کہ ان کے کامل الایمان اور عاشقِ رسول ہونے کی شہادت ملتی ہے۔ پھر بھی اگر کوئی الزام دھرے۔ کہ یہ ایسے ویسے تھے۔ تو اس سے بڑھ کر بدبخت کون ہوگا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلیت حکومت پر دلیل نمبر ۵

حسنین کریمین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کی بیعت کر کے ان کی اہلیّت اور استحقاق

کو ثابت کر دیا۔

رجال کشی:

قَيْسُ بْنُ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ جِبْرَئِيلُ ابْنُ
اَحْمَدَ وَاَبُوْ اِسْحٰقَ حَمْدَوَيْهِ وَاِبْرَاهِيْمُ
ابْنَا نُصَيْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ
الْعَطَّارُ الْكُوْفِيُّ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَعْقُوْبَ عَنْ
فُضَيْلٍ غُلَامِ مُحَمَّدِ بْنِ رَاشِدٍ قَالَ سَمِعْتُ
اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِنَّ مُعَاوِيَةَ
كَتَبَ اِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا
اَنْ اَقْدِمْ اَنْتَ وَالْحُسَيْنُ وَاَصْحَابُ عَلِيٍّ
فَخَرَجَ مَعَهُمْ قَيْسُ بْنُ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ
الْاَنْصَارِيُّ وَقَدِمُوا الشَّامَ فَاَذِنَ لَهُمْ مُعَاوِيَةُ
وَاَعَدَّ لَهُمُ الْخُطَبَاءَ وَقَالَ يَا حَسَنُ قُمْ
فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ

عَلَيْهِ السَّلَامُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ يَا قَيْسُ قُمْ فَبَايِعْ فَالْتَفَتَ إِلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْظُرُ مَا يَأْمُرُهُ فَقَالَ يَا قَيْسُ إِنَّهُ إِمَامِي يَعْنِي الْحَسَنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۔ رجال کشی ص۱۰۲ مطبوعہ کربلا ذکر قیس بن سعد۔ طبع جدید)

(۲۔ بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ نمبر ۶۱ ذکر مصالحت الحسن۔ طبع جدید۔ ایران)

(۳۔ بحار الانوار جلد ۱۱ صفحہ نمبر ۱۲۴ طبع قدیم)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی سے یہ فرماتے سنا۔ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف رقعہ لکھا۔ کہ آپ خود اور امام حسین و دیگر اصحاب علی کو لے کر میرے ہاں تشریف لائیں۔ ان کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ الانصاری بھی تھے جب یہ شام پہنچے۔ تو امیر معاویہ نے انہیں اپنے ہاں اندر آنے کی، اجازت دی۔ اور ان کے لیے خطیب مقرر کیے۔ اور کہا۔ اے حسن! اٹھیئے اور بیعت کیجیے۔ یہ اٹھے اور بیعت کی۔ پھر امام حسین کو کہا انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ ان کے بعد جب قیس بن سعد کو بیعت کرنے کو کہا۔ تو انہوں نے امام حسین کی طرف اس غرض سے دیکھا۔ کہ اس بارے

میں امام کی کیا رائے ہے۔ امام حسین نے فرمایا۔ اے قیس! امام حسن ہمارے امام ہیں۔

(لہذا جو کچھ انہوں نے کیا تم بھی ویسے ہی کرو اور حضرت معاویہ کی بیعت کرو)

شیعوں نے امام حسین رض کو امیر معاویہ رض کی بیعت توڑنے پر بہت زیادہ اکسایا۔

الاخبار الطوال:

قَالَ فَخَرَجَ مِنْ عِنْدِهٖ وَدَخَلَ عَلَى الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَعَ عُبَيْدَةَ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ شَرِبْتُمُ الذُّلَّ بِالْعِزِّ وَقَبِلْتُمُ الْقَلِيْلَ وَتَرَكْتُمُ الْكَثِيْرَ اَطِعْنَا الْيَوْمَ وَاعْصِنَا الدَّهْرَ دَعِ الْحَسَنَ وَمَا رَاٰى مِنْ هٰذَا الصُّلْحِ وَاجْمَعْ اِلَيْكَ شِيْعَتَكَ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَغَيْرِهَا وَوَلِّنِيْ وَصَاحِبِيْ هٰذِهِ الْمُقَدِّمَةَ فَلَا يَشْعُرُ ابْنُ هِنْدٍ اِلَّا وَنَحْنُ نُقَارِعُهٗ بِالسُّيُوْفِ فَقَالَ الْحُسَيْنُ اِنَّا قَدْ بَايَعْنَا وَعَاهَدْنَا وَلَا سَبِيْلَ اِلٰى نَقْضِ

بَيْعَتِنَا۔

(الاخبار الطوال مطبوعہ بیروت صفحہ ۲۲۰
تذکرہ زیاد بن ابیہ)

ترجمہ:

حجر بن علی امام حسن رضی اللہ عنہ کو سخت ملامت کرنے کے بعد جب باہر نکلا۔ اور علیدہ بن عمرو کے ساتھ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حضور آیا۔ ان دونوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اے ابو عبداللہ! تم نے عزت کے بدلے ذلت کے گھونٹ پی لیے۔ اور کثیر کو چھوڑ کر قلیل کو منظور کر لیا۔ آج ہماری مان لیجئے۔ پھر تمام عمر کبھی نہ ماننا۔ ہمیں اور امام حسن رضی اللہ عنہ کو میدان میں چھوڑ دیں۔ اور ان کے ساتھ ہر وہ شخص جو ان کی امیر معاویہ سے صلح کو درست کہتا ہو۔ وہ بھی ہمارے مقابلہ میں آجائے تم اپنے شیعوں کو اپنے ساتھ ملاؤ۔ وہ کوفی ہوں یا کہیں اور جگہ کے مجھے اور میرے ساتھیوں کے یہ معاملہ سپرد کر دیجئے۔ تو ابن ہند (امیر معاویہ) کو اس وقت پتہ چلے گا جب ہم تلواروں کو اس کے سامنے لہرا رہے ہوں گے۔ یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ دیکھو ہم نے ان کی بیعت کر لی ہے۔ اور باہم معاہدہ کر لیا ہے۔ اور اس بیعت کو توڑنے کا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔

لمحہ فکریہ:۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلیت اور ان کی پختگیٔ ایمان کی یہ کتنی بڑی دلیل ہے۔ کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے بلا جبر و اکراہ

ان کی بیعت کی۔ اور تادمِ آخر اس بیعت پر قائم رہے بلکہ اگر کسی وقت شیعوں نے انہیں امیر معاویہ کے خلاف اُکسانے کی کوشش کی۔ اور بیعت توڑنے پر زور دیا۔ اور اپنی طرف سے ان کے ساتھ جنگ کرنے کی پیش کش کی۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے نہ صرف انکار کیا۔ بلکہ فرمایا۔ کہ ہم نے یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ اور درست کیا ہے لہذا اب ہم سے یہ توقع نہ کریں۔

اور اس پر مزید یہ کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس قسم کی باتوں کا علم ہوا۔ تو انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں خط لکھا۔ تو امام موصوف نے جناب امیر معاویہ کو ان الفاظ میں جواب دیا۔

مقتل ابی مخنف:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ وَصَلَنِيْ كِتَابُكَ وَفَهِمْتُ مَا ذَكَرْتَ وَمَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ اَنْقُضَ عَهْدًا عَهِدَهٗ اِلَيْكَ اَخِي الْحَسَنُ وَ اَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنَ الْكَلَامِ فَاِنَّهٗ اَوْصَلَهٗ اِلَيْكَ الْوُشَاةُ الْمُلْفِقُوْنَ بِالنَّمَائِمِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْجَمَاعَاتِ فَاِنَّهُمْ وَاللّٰهِ يُكَذِّبُوْنَ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۱۰ تا ۱۱ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ امابعد! آپ کا نامہ مجھ تک پہنچا۔ اور اس کی تحریر کو میں نے خوب جانا۔ خدا کی پناہ۔ میں اس معاہدہ کو ہرگز توڑنے کی سوچ بھی نہیں سکتا۔ جس کو میرے بھائی حسن نے آپ سے کیا تھا۔ اور رہی یہ بات کہ وہ باتیں جو آپ نے میری طرف سے سُنیں۔ تو وہ جھوٹے چغلخوروں نے آپ تک پہنچائیں۔ وہ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے والے ہیں خدا کی قسم! وہ سب بکتے ہیں۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کسی طور بھی امیر معاویہ کی بیعت توڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اور جن لوگوں نے خفیہ طور پر ان دونوں حضرات کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی۔ آپ نے انہیں چغلخور، جھوٹے اور انتشار پسند قرار دیا ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ طریقہ اور انداز اس بات کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امت مسلمہ کا خلیفہ اور خیر خواہ تصور کرتے تھے۔ اور ان کے خلاف بغاوت، وغیرہ کو قابلِ مذمت فعل سمجھتے تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نہ خود مخالفت کی۔ اور نہ کسی مخالفت کی بات پر اعتماد کیا۔ اُدھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی ان کا بے حد احترام تھا۔ جس کا ثبوت کتب شیعہ میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

الاخبار الطوال:

وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ طُوْلَ حَيَاةِ مُعَاوِيَةَ مِنْهُ سُوْءًا فِيْ اَنْفُسِهِمَا وَلَا

مَكْرُوهًا وَلَا قَطَعَ عَنْهُمَا شَيْئًا مِمَّا كَانَ شَرَطَ لَهُمَا وَلَا تَغَيَّرَ لَهُمَا مِنْ بِرٍّ۔

(الاخبار الطوال ص ۲۲۵/امیر معاویہ وعمرو بن العاص)

ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے کوئی ایسی بات نہ دیکھی جو ان کے لیے پریشانی کا باعث بنے۔ نہ کوئی ناپسندیدہ امر دیکھنے میں آیا۔ اور نہ ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کوئی چیز بچا کر اور چھپا کر رکھی جو ان کے مابین بطور معاہدہ طے پائی۔ اس کے علاوہ کسی قسم کی بھلائی سے انہیں محروم نہ کیا۔

مختصر یہ کہ:

سیدنا حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کسی قسم کی کوئی ناراضگی نہ تھی۔ اور نہ ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان سے کوئی بیر اور دشمنی تھی۔ بلکہ طرفین میں مکمل ہم آہنگی اور خیر خواہی کے جذبات کارفرما تھے۔ حسنین کریمین نے اپنی تمام زندگی ان کی خلافت کو حق سمجھ کر ان کے ماتحت گزار دی۔ اور ادھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے پورے دورِ خلافت میں ان سے کوئی اچھائی اور بہتری چھپا کر نہ رکھی۔ اس سے یہ بات بالکل عیاں ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کی بیعت صدق دل اور اسے حق سمجھ کر کی۔ ورنہ یہی امام ہیں کہ یزید ایسے غلط آدمی کی بیعت کرنے پر اپنی اور اپنے بہتر ساتھیوں اور رشتہ داروں کی جانیں تو سپرد خدا کر دیں۔ لیکن بیعت کرنے کے لیے ہاتھ نہ بڑھایا۔

لہذا آپ کے متعلق یہ کہنا کہ آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت دل کی خوشی سے نہ کی تھی۔ بلکہ محض وقت گزارنے کے لیے از روئے تقیہ کی تھی حضرات امام حسنین کریمین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اس قسم کی گھٹیا بات ان کی گستاخی اور ان کی عزت و وقار سے کھیلنے کے مترادف ہے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ عمل ثابت کرتا ہے۔ کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ برحق سمجھتے تھے۔ اور ان کی بیعت کو صحیح اسلامی بیعت گردانتے تھے۔ اور انہیں یہ بھی علم تھا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہ یہ کہ کامل الایمان ہیں۔ بلکہ وہ امور مملکت اور سیاست ملکی و ملی میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ اس قدر وضاحت اور وہ بھی کتب شیعہ سے کے باوجود پھر بھی اگر کوئی معاند و مخالف یہ پروپیگنڈا کرتا پھرے کہ حضرت امیر معاویہ نااہل تھے۔ اُن کی امورِ مملکت سے کوئی واقفیت نہ تھی۔ وہ دراصل اپنی قسمت کو پیٹ رہا ہے۔ اور اپنی آخرت کو برباد کر رہا ہے۔ جس شخصیت کو حضرات امام حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے اپنا اور تمام امت مسلمہ کا خلیفہ برحق مانا۔ اگر کسی اندھے دل اور بے بصیرت کو یہ سمجھ نہ آتا ہو۔ تو یہ اس کی بدنصیبی اور گمراہی ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو بُرا بھلا کہنا دراصل اُن کے مداحوں یعنی حضرات حسنین کریمین پر لعن طعن کرتا ہے اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اُسے قبول کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے

فاعتبروا یا اولی الابصار

طعن ہشتم

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے شخص کو عامل بنایا جس کا فاسق ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔

ولید بن عقبہ کہ جس کی اہلسنت کے چرچے کیے جا رہے ہیں۔ اور فتوحات گنوائی جارہی ہیں۔ بہرا پنے مقام پر لیکن اسی شخص کے بارے میں قرآن کریم میں "فاسق" کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کا پس منظر مختصر یہ کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ولید بن عقبہ کو قبیلہ بنی مصطلق سے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے بھیجا تو اس کے وہاں پہنچنے پر اس قبیلہ کے لوگ استقبال کی خاطر اکٹھے ہوئے۔ جب اسے پتہ چلا تو وہیں سے واپس پلٹ آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر یہ بتلایا کہ قبیلہ بنی مصطلق کے لوگ اسلام سے پھر گئے ہیں اور وہ زکوٰۃ دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس کی اس خبر پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا اَنْ تُصِیْبُوْا الخ۔ پ ۲۶ سورۃ الحجرات۔

تفسیر کبیر

فِیْ سَبَبِ نُزُوْلِ هٰذِهِ الْاٰیَةِ هُوَ اَنَّ النَّبِیَّ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ الْوَلِیْدَ بْنَ عُقْبَۃَ وَھُوَ اَخُوْ عُثْمَانَ لِاُمِّہٖ اِلٰی بَنِی الْمُصْطَلَقِ وَلِیًّا وَ مُصَدِّقًا فَالْتَقَوْہُ فَظَنَّھُمْ مُقَاتِلِیْنَ فَرَجَعَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّھُمْ اِمْتَنَعُوْا وَمَنَعُوْا۔

تفسیر کبیر جز ۲۸ صـ۱۱۹ زیر آیت یاایہا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق الخ مطبوعہ مصر۔

ترجمہ۔

اس آیت کریمہ کا سبب نزول یہ ہے کہ ولید بن عقبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی مصطلق پر ولی اور زکوٰۃ وصول کرنے کا مجاز بنا کر بھیجا۔ یہ ولید حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا۔ قبیلہ بنی مصطلق کے لوگوں نے اس کی آمد پر اکٹھے ہو کر اس کا استقبال کرنا چاہا۔ تو اس نے یہ سمجھا کہ یہ لوگ ہم سے لڑائی پر تلے بیٹھے ہیں۔ تو وہیں سے ولید واپس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا۔ اور عرض کی۔ وہ لوگ زکوٰۃ دینے سے انکاری ہو گئے ہیں۔

علامہ فخر الدین رازی اہل سنت کے ممتاز مفسر ہیں۔ انھوں نے آیت کریمہ کے سبب نزول میں اس امر کا صاف صاف اقرار کیا کہ لفظ "فاسق" اسی ولید بن عقبہ کے بارے میں کہا گیا ہے لہٰذا جس آدمی کو اللہ تعالیٰ فاسق قرار دے، جو جھوٹی خبریں سنائے۔ دل میں غلط قیافے لگائے ایسے آدمی کو حضرت عثمان نے گورنر بنایا۔ یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

جواب۔ آیت میں ولید کو فاسق نہیں کہا گیا

ہماری طرف سے ایک عمومی اصل کے تحت یہ جواب ہے کہ ہم حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی دوسرے انسان کو معصوم نہیں قرار دیتے۔ لہٰذا غیر معصوم حضرات سے غلطی اور گناہ کا سرزد ہونا کوئی بعید از عقل نہیں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ سچی توبہ گناہوں کو دھو ڈالتی ہے۔ اور در توبہ ابھی بند نہیں ہوا جبکہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ توبہ واستغفار کرنے پر اپنے بندے کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ موت سے پہلے کوئی بھی بھولا بھٹکا اُس کے در پر آ گرے وہ قلم عفو سے اُس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملی ہوئی ایک نعمت کے مقابلہ میں یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ جس نے کوئی ایک آدھ مرتبہ گناہ کر لیا وہ ہمیشہ کے لیے فاسق ہو گیا۔

رہا یہ کہ امام رازی ایسے عظیم مفسر قرآن نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے فاسق ہونے کو تسلیم کر لیا ہے تو یہ سراسر اتہام اور امام موصوف کی ذات کو بدنام کرنے کی مذموم کوشش ہے۔ اگر عقل و خرد اور شرم و حیاء کا دامن ہاتھ میں ہوتا تو معترض امام موصوف کی تفسیر کو ذرا آگے تک دیکھتا تو خود شرم سے اُس کا سر جھک جاتا لیکن .... آگے عبارت یوں ہے۔

تفسیر کبیر۔

وَاَمَّا اِنْ قَالُوْا بِاَنَّهَا نُزِلَتْ مُقْتَصِرًا عَلَيْهِ مُتَعَدِّيًا اِلٰى غَيْرِهٖ فَلَا بَلْ نَقُوْلُ هُوَ نُزِلَ عَامًّا لِبَيَانِ التَّثَبُّتِ وَتَرْكِ الْاِعْتِمَادِ عَلٰى قَوْلِ الْفَاسِقِ وَ يَدُلُّ عَلٰى ضُعْفِ مَنْ يَقُوْلُ اِنَّهَا نُزِلَتْ لِكَذَا اِنَّ اللّٰهَ

تَعَالٰی لَمْ یَقُلْ اِنِّیْ اَنْزَلْتُهَا لِکَذَا وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یُنْقَلْ عَنْهُ اَنَّهُ بَیَّنَ اَنَّ الْاٰیَةَ وَرَدَتْ لِبَیَانِ ذٰلِکَ فَحَسْبُ غَایَةُ مَا فِی الْبَابِ اَنَّهَا نُزِلَتْ فِیْ ذٰلِکَ الْوَقْتِ وَهُوَ مِثْلُ التَّارِیْخِ لِنُزُوْلِ الْاٰیَةِ وَنَحْنُ نُصَدِّقُ ذٰلِکَ وَیَتَاَکَّدُ مَا ذَکَرْنَا اَنَّ اِطْلَاقَ لَفْظِ الْفَاسِقِ عَلَی الْوَلِیْدِ شَیْءٌ بَعِیْدٌ لِاَنَّهُ تَوَهَّمَ وَظَنَّ فَاَخْطَأَ وَالْمُخْطِیُٔ لَا یُسَمّٰی فَاسِقًا۔

(تفسیر کبیر جز ۲۸ ص۱۱۹ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

بہرحال معترضین اگر یہ کہیں کہ آیت مذکورہ ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی اور پھر اس کے بعد دوسروں کے لیے یہی حکم ہو گیا تو ایسا نہیں۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت کسی بھی فاسق کے قول اور اس کی بات کو معتبر سمجھنے کے بارے میں عام حکم کے طور پر نازل کی گئی ہے۔ اس معترض کے قول کے ضعیف ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آیت مذکورہ فلاں کے لیے نازل کی گئی ہے اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول کہ آپ نے فرمایا ہو کہ آیت مذکورہ فلاں کے بیان کے متعلق اتاری گئی۔ دوسروں کے لیے یہ حکم نہیں۔ لے دے کے جو کچھ اعتراض بنتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ آیت فلاں وقت (جبکہ ولید بن عقبہ کا واقعہ پیش آیا) نازل کی گئی۔ اور یہ تو آیت کریمہ کے نزول کی تاریخ کی طرح

(اعتراض بننا) ہے۔ ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہم نے اوپر جو کچھ معترضین کے جواب میں کیا اس کی تائید اس طرح بھی ہوتی ہے کہ ولید بن عقبہ پر لفظ "فاسق" کا بولا جانا بہت دُور کی بات ہے۔ کیونکہ (واقعہ مذکورہ میں بنی مصطلق کے جمع شدہ لوگوں کو حملہ آور اور مرتد سمجھنا) ان کا وہم و ظن تھا۔ جس میں انہوں نے غلطی کھائی۔ لیکن غلطی کھانے والے کو تو فاسق نہیں کہا جاتا۔

تجزیہ

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام دھرنا کہ انہوں نے ولید بن عقبہ کو فاسق مان لیا۔ معترض کا کس قدر پُرفریب قول تھا۔ اپنے دجل و فریب کو چھپانے کی خاطر امام موصوف کی اگلی عبارت کو نقل کرنا چھوڑ دیا۔ کیونکہ اس سے معترض کے منہ پر اس زور کا طمانچہ لگتا کہ اس کی ربع نسلیں بھی یاد کرتیں۔ امام موصوف نے بجائے اس کے کہ معترض کے حق میں کوئی بات کہتے۔ بالکل الٹ اس امر کی با دلائل تردید کی ہے کہ ولید بن عقبہ کو آیت زیر بحث میں فاسق کہا گیا ہے۔

آیت مذکورہ میں "فاسق" کس کو کہا گیا؟

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سے معترض نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ آیت مذکورہ کا سبب نزول ولید بن عقبہ کا واقعہ ہے۔ لہٰذا لفظ "فاسق" ان پر ہی بولا گیا۔ آئیے! تفسیر شیعہ اُٹھا کر دیکھیں۔ کیا ان کے ہاں اس آیت کا سبب یہی اور صرف یہی ہے۔ تاکہ اعتراض کی گنجائش نکل سکے۔

مجمع البیان۔

قَوْلُهُ اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ نَزَلَ فِي الْوَلِيْدِ

بْنِ عُقْبَةَ ابْنِ مُعِيْطٍ بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ صَدَقَاتِ
بَنِي الْمُصْطَلَقِ فَخَرَجُوْا يَتَلَقَّوْنَهُ
فَرِحًا بِهٖ وَكَانَتْ بَيْنَهُمْ عَدَاوَةٌ فِي
الْجَاهِلِيَّةِ فَظَنَّ اَنَّهُمْ هَمُّوْا بِقَتْلِهٖ
فَرَجَعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّهُمْ مَنَعُوْا صَدَقَاتِهِمْ
وَكَانَ الْاَمْرُ بِخِلَافِهٖ فَغَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَهَمَّ اَنْ
يَغْزُوَهُمْ فَنَزَلَتِ الْاٰيَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
وَمُجَاهِدٍ وَقَتَادَةَ

وَقِيْلَ اِنَّهَا نَزَلَتْ فِيْمَنْ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ مَارِيَةَ اُمَّ
اِبْرَاهِيْمَ يَاْتِيْهَا ابْنُ عَمٍّ لَهَا قِبْطِيٌّ فَدَعَا
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
عَلِيًّا وَقَالَ اَخِيْ خُذْ هٰذَا السَّيْفَ فَاِنْ
وَجَدْتَهٗ عِنْدَهَا فَاقْتُلْهُ فَقَالَ يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ اَكُوْنُ فِيْ اَمْرِكَ اِذَا اَرْسَلْتَنِيْ
كَالسِّكَّةِ الْمُحْمَاةِ اَمْضِيْ لِمَا اَمَرْتَنِيْ
اَمِ الشَّاهِدُ يَرٰى مَا لَا يَرَى الْغَائِبُ
فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

بَلِ الشَّاهِدُ يَرٰى مَا لَا يَرَى الْغَائِبُ
قَالَ عَلِيٌّ فَاَقْبَلْتُ مُتَوَشِّحًا بِالسَّيْفِ
فَوَجَدْتُهُ عِنْدَهَا فَاخْتَرَطْتُ السَّيْفَ
فَلَمَّا عَرَفَ اَنِّيْ اُرِيْدُهُ اَتٰى نَخْلَةً
فَرَقِيَ الْبَهَائِمُ ثُمَّ رَمٰى بِنَفْسِهِ عَلٰى
قَفَاهُ وَشَغَرَ بِرِجْلَيْهِ فَاِذَا اَنَّهُ
اَجَبُّ اَمْسَحُ مَالَهُ مِمَّا لِلرَّجُلِ قَلِيْلٌ
وَلَا كَثِيْرٌ فَرَجَعْتُ فَاَخْبَرْتُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يَصْرِفُ عَنَّا السُّوْءَ
اَهْلَ الْبَيْتِ.

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جزء نہم ص۱۳۲
مطبوعہ تہران طبع جدید).

ترجمہ۔

آیت کریمہ "اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ" ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بنی مصطلق سے صدقات کی وصولی کے لیے بھیجا تھا جب انہیں خبر ہوئی۔ تو وہ اِن کا استقبال کرنے کی غرض سے اکٹھے ہوئے۔ انہیں ان کی آمد کی بہت خوشی تھی۔ دورِ جاہلیت میں ولید بن عقبہ اور بنی مصطلق کے درمیان کچھ عداوت رہی تھی جس کی بنا پر ولید بن عقبہ نے سمجھا کہ یہ لوگ میرے قتل کا تہیہ کیے ہوئے ہیں لہٰذا اس گمان پر وہ واپس آ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر بتلایا۔ وہ تو زکوٰۃ دینے سے منکر ہو گئے ہیں۔ حالانکہ

معاملہ اسکے برعکس تھا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا اور آپ نے بنی مصطلق کیساتھ لڑنے تک کا ارادہ فرمالیا۔ اسی پہ آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

اس آیت کا یہ شان نزول بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کا چچازاد بھائی آیا کرتا تھا۔ حضرت ماریہ کے بطن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے جناب ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے یہ خبر سُن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ یہ تلوار پکڑو۔ اور اگر وہی مذکور شخص تمہیں ماریہ کے گھر مل جائے تو اسے مار ڈالنا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں آپ کا ارشاد مانتا ہوں۔ جب میں تیار ہو گیا تو میری کیفیت اور غصہ ایسا ہو گا جیسا کہ بل کا پھال گرم ہوتا ہے۔ حاضر جو کچھ دیکھتا ہے غائب اس کو نہیں دیکھتا۔ کیا ایسا ہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واقعی حاضر جو کچھ دیکھ پاتا ہے وہ غائب کو دیکھنا کہاں نصیب۔ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں میں پھر تلوار لیے وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ آدمی وہاں موجود ہے۔ میں نے تلوار سونتی۔ جب اس نے دیکھ لیا کہ اب میری خیر نہیں تو وہ کھجور کے درخت کے قریب آیا اور اس پر چڑھ گیا۔ اوپر جا کر وہ اوندھا ہو گیا اور دونوں ٹانگیں پھیلا دیں تو پتہ چلا کہ وہ مردوں کی شرمگاہ سے بالکل خالی ہے۔ اس جگہ پر تھوڑا بہت کچھ بھی نہیں رکھتا۔ یہ دیکھ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ نے سُن کر فرمایا۔ تمام تعریفیں اس اللہ کی کہ جس نے ہمارے اہل بیعت سے ہر قسم کی برائی دور فرمائی (یعنی آیت مذکورہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے حضرت ماریہ کی شکایت کی تھی)۔

تفسیر مجمع البیان کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ صرف ولید بن عقبہ کے

کے متعلق ہی نازل نہیں ہوئی بلکہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی زوجہ حضرت ماریہ کے متعلق غلط بات پہنچائی۔ لہٰذا اس آیت کریمہ کے ضمن میں صرف ولید بن عقبہ کو کونسی دانش مندی ہے جبکہ ایک اور آدمی بھی اس کا مصداق بن رہا ہے۔ ہاں اگر آیت کریمہ یا کسی حدیث صحیح میں ولید بن عقبہ کی نشاندہی ہوتی تو بھی بات تھی۔ اس کے علاوہ یہی شیعی تفسیر یہ بھی بیان کر رہی ہے کہ بنی مصطلق اور ولید بن عقبہ کے خاندان کے درمیان دورِ جاہلیت میں عداوت تھی۔ اس دیرینہ عداوت کی بنا پر حضرت ولید بن عقبہ نے قیاس کیا کہ شاید یہ لوگ میرے قتل کے درپے ہیں تو ولید بن عقبہ کا یہ فیصلہ اجتہادی خطاء کے ضمن میں آتا ہے۔ کیونکہ نہ تو انھوں نے اس شکایت کو قصداً بیان کیا اور نہ ہی کسی اور طریقہ سے جان بوجھ کر غلطی کا ارتکاب کیا۔ لہٰذا اجتہادی غلطی پر کسی پر لعن طعن کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

اگر اجتہادی غلطی اتنی ہی سنگین غلطی ہوتی ہے تو پھر معترض سے پوچھا جا سکتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسی قانون کے تحت کیوں نہ موردِ الزام ٹھہرے (حالانکہ اہل تشیع کے نزدیک امام کا معصوم ہونا لازم ہے اور ہم عصمت کے قائل نہیں ہیں) بلکہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا بھی اس اعتراض کی نشانہ بنے گی کہ ان دونوں حضرات نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے والے کی بات کو درست کیونکر تسلیم کر لیا۔ حالانکہ وہ بالکل غلط تھا۔ صرف اس کو درست ہی نہ سمجھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل پر مامور بھی کر دیا تھا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کرنے کے لیے تلوار بھی نکال لی۔ لیکن وہ بچ نکلا۔ اس کے بعد جب حقیقت حال سامنے آئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ رب العزت کا شکر بجا لائے۔

اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اجتہادی خطاء سے کسی کے قتل کا مصمم ارادہ کر لینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے قتل کا حکم فرما دینا باعث طعن اور موردِ الزام نہیں ہو سکتا اور یقیناً نہیں تو پھر ولید بن عقبہ کی اجتہادی غلطی کیونکر طعن کا سبب بن گئی۔

خطائے اجتہادی ہر شخص اور ہر دور کی ایک عام غلطی ہے۔ جس پر سلف و خلف میں کسی نے گرفت نہ کی۔ اس لیے ایسی غلطی موردِ الزام نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس کا مرتکب ملعون قرار پاتا ہے اگر یہ غلطی اتنی ہی اہم ہوتی تو ولید بن عقبہ مذکور کو جب اس واقعہ پر تنبیہ کی گئی تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا آپ اُسے ہرگز قابلِ التفات نہ سمجھتے اور اگر ایسا ہو جاتا کہ حضورؐ کی نظروں سے ولید گر جاتا اور عنقریباً اس کا جرم ناقابلِ تلافی ہوتا۔ تو پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دورِ صدیقی میں اس کو عامل بنانے کی کوئی بھی جسارت نہ کرتا۔ پھر دورِ فاروقی میں بھی اسے اسی طرح نظر انداز کیا جاتا۔ اور دورِ عثمانی میں کبھی بھی ایسے کو عامل نہ بنایا جاتا۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ ولید بن عقبہ، دورِ صدیقی، دورِ فاروقی اور عہدِ عثمانی میں عامل رہا ہے اور کسی نے اس کے فاسق و فاجر ہونے کا اعتراض نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کی غلطی ایسی نہ تھی جو ہمیشہ کے لیے اس کے ماتھے کا داغ بن جاتی اور کبھی بھی اس سے جان بخشی نہ ہوتی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان معترضین کو وہ حق و صداقت کی چاشنی عطا کرے اور حضرات صحابہ کرام خصوصاً خلفائے ثلاثہ کے حسد و بغض سے ان کے دلوں کو صاف کرے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

طعن نہم

حضرت عثمان غنی کے دور کے گورنر شرابی تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کے اخیافی بھائی ولید بن عقبہ (جو کوفہ کے گورنر تھے) کو اس عہدے سے اس وقت معزول کیا گیا جب ان کے خلاف شراب نوشی کی عادت کا عام چرچا ہو گیا۔ لوگوں نے شراب کی مستی کی حالت میں اسے پکڑا۔ اور حضرت عثمان غنی کے ہاں اس امر کی گواہیاں بھی پیش ہوئیں۔ ان شکایات کی بنا پر ولید بن عقبہ کی معزولی عمل میں آئی۔ سنیوں کی معتبر کتاب "تاریخ کامل ابن اثیر" میں یہ واقعہ ان الفاظ میں درج ہے۔

کامل ابنِ اثیر۔

وَقِیْلَ اِنَّ الْوَلِیْدَ سَکِرَ وَ صَلَّی الصُّبْحَ بِاَھْلِ الْکُوْفَۃِ اَرْبَعًا ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَیْھِمْ وَقَالَ اَزِیْدُکُمْ فَقَالَ لَہٗ ابْنُ مَسْعُوْدٍ مَا زِلْنَا مَعَکَ فِیْ زِیَادَۃٍ مُنْذُ الْیَوْمَ

وَ شَہِدُوْا عَلَیْہِ عِنْدَ عُثْمَانَ فَاَمَرَ عَلِیًّا بِجَلْدِہٖ فَاَمَرَ عَلِیٌّ عَبْدَ اللہِ بْنَ جَعْفَرَ فَجَلَدَہٗ۔۔۔ فَلَمَّا عَلِمَ عُثْمَانُ مِنَ الْوَلِیْدِ شُرْبَ الْخَمْرِ عَزَلَہٗ وَ وَلّٰی سَعِیْدَ بْنَ الْعَاصِ بْنِ اُمَیَّۃَ۔

(الکامل فی التاریخ ابن اثیر۔ جلد ۳ ص ۱۰۷ ثم دخلت سنۃ ثلاثین۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)۔

ترجمہ:

اور کہا گیا ہے کہ ولید بن عقبہ نے شراب پی اور اس کے نشہ میں نماز صبح پڑھائی۔ اہل کوفہ نے اس کے پیچھے صبح کی نماز کی بجائے دو کے چار رکعت پڑھیں۔ نماز سے فراغت پر ولید کوفیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اور پوچھا کیا نماز زیادہ پڑھی گئی ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ ہم ہمیشہ سے تیری زیادتیوں کا شکار چلے آرہے ہیں۔ لوگوں نے ولید کے خلاف حضرت عثمان غنی کے پاس گواہیاں دیں۔ اس پر حضرت عثمان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا ولید کو کوڑے لگاؤ۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن جعفر کو کہا تو انہوں نے ولید کو کوڑے لگائے۔ اور جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ولید کے بارے میں شراب نوشی کا سنا تو اسے معزول کر کے اس کی جگہ سعید بن العاص بن امیہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔

"کامل ابن اثیر" کی اس شہادت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت عثمان غنی کے بعض گورنر شراب نوشی کرتے تھے۔ لہٰذا یہ بات قابل اعتراض ٹھہری۔

جواب اوّل

ہم بارہا یہ ذکر کر چکے ہیں کہ حضرات انبیائے کرام کے سوا کسی دوسرے انسان کو ہم معصوم عن الخطاء نہیں سمجھتے۔ اس لیے بالفرض ولید بن عقبہ سے اگر یہ کام مان لیا جائے تو اس سے ہمارے مسلک یا عثمان غنی پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ حضرات صحابہ کرام سے غلطیاں ہوئیں۔ بعض کو ان غلطیوں پر سزائیں بھی ملیں لیکن اس کے باوجود حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صحابہ کرام کے عمومی درجات و فضائل ذکر فرمائے۔ ان میں کوئی کمی نہیں آتی۔ وہ ہر صحابی کو حاصل ہیں اور یہی حق ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا قصور ہے؟

ولید بن عقبہ کی شراب نوشی کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مطعون کرنا انتہا درجہ کی حماقت ہے کیونکہ یہ فعل جس سے سرزد ہوا اس کو نہ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا اور نہ اشارۃً کنایۃً کوئی ثبوت ملتا ہے۔ اس لیے مملکت میں کسی چھوٹے بڑے کا کوئی کام اچھا بُرا کرنا اس کی ذمہ داری امیر یا خلیفہ پر تب ہی ہو سکتی ہے جب وہ کام امیر کے ایماء سے ہوا ہو لیکن اس کا یہاں کوئی ثبوت نہیں۔

یا اعتراض اس بناء پر ہو سکتا ہے کہ ولید بن عقبہ منصب گورنری پر فائز ہونے سے پہلے شراب نوشی کا عادی تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا علم تھا۔ تو جانتے بوجھتے حضرت عثمان اس کو یہ منصب دیتے۔ لیکن یہ بھی ثابت نہیں۔ لہٰذا جو شخص اہلیت اور تجربہ کے معیار پر پورا اترتا ہو۔ اور کوئی بھی ایسی شکایت اس کے متعلق نہ ہو جو اس کے اخلاق و کردار کو بدنما کر دیتی ہو۔ تو ایسے کو گورنر بنانے میں کونسی غلطی سرزد ہوتی ہے۔

تیسری اعتراض کی وجہ یہ بن سکتی تھی کہ جب لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

کو ولید کی شراب نوشی کی اطلاع دی اور گواہی بھی دی تو اس تمام کارروائی کے بعد آپ کوئی تادیبی قدم نہ اُٹھاتے۔ اور اس کی گورنری کو بحال ہی رہنے دیتے۔ لیکن یہاں یہ وجہ بھی موجود نہیں۔ بلکہ آپ نے پہلے تو شراب نوشی کی اس پر حد جاری کرائی اور پھر معزولی کا حکم دیا۔ حالانکہ ولید بن عقبہ رشتہ میں آپ کا اخیافی بھائی تھا۔ آپ نے رشتہ داری اور قرابت تک کی پرواہ نہ کی بلکہ اسلام اور مسلمین کی بہتری کو پیشِ نظر رکھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ احکام شرعیہ اور دین کے معاملہ میں اپنے بیگانے کی پرواہ تک نہ کرتے تھے۔ تو وصف قابلِ تعریف ہے نہ کہ باعث طعن۔ اس لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ولید کی شراب نوشی کے ضمن میں مطعون کرنا نری حماقت ہے۔

جوابِ دوم:

ولید بن عقبہ کی معزولی کا اصل سبب شراب نوشی نہیں الزام تراشی تھی

معترض نے کامل ابن اثیر کے حوالہ سے جو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی، کہ ولید بن عقبہ کی معزولی شراب نوشی کی وجہ سے عمل میں آئی ہم اس وجہ کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے۔ کیونکہ تاریخ کامل ابن اثیر میں اس وجہ کو "قیل" کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ بات ہر ذی علم جانتا ہے کہ اس قسم کے فعل مجہول سے وہی بات ذکر کی جاتی ہے جو مجہول ہو۔ اس کا قائل یا تو معلوم ہی نہیں ہوتا، یا اس کی بات بے وزن ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ اس طرح اور اس انداز سے بیان کیا گیا قول ضعیف اور ناقابلِ یقین ہوتا ہے۔

لیکن جو شخص حقیقت کی بجائے شراب کو پانی کا دریا سمجھ بیٹھے اور اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لیے گدھے کو باپ بنانا جانتا ہو اس کے سامنے حقیقت بیان کرنا یوں ہی ہے جیسے.. بھینس کے آگے بین بجانا۔ اسی کامل ابن اثیر میں اس قول کے ذکر کرنے سے پہلے جو کچھ

مصنف نے لکھا۔ اس پر بھی نظر پڑ جاتی تو معترض اپنا سا منہ لیکر چلا جاتا۔ لیکن اس طرح اُسے اعتراض کرنے کا موقع کب ملتا۔ حقیقت سے قرآن لوگوں کو اللہ واسطے کا بیر ہے۔ اُسے جہاں دیکھتے ہیں یوں بھاگتے ہیں جیسے لاحول و لا قوۃ سے شیطان۔ معزولی کا اصل واقعہ اسی کتاب سے بلفظہٖ نقل کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

کامل ابن اثیر۔

ثُمَّ دَخَلَتْ سَنَةُ ثَلٰثِيْنَ ذِكْرُ عَزْلِ الْوَلِيْدِ عَنِ الْكُوْفَةِ وَوَلَايَةِ سَعِيْدٍ۔ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ عَزَلَ عُثْمَانُ الْوَلِيْدَ بْنَ عُقْبَةَ عَنِ الْكُوْفَةِ وَوَلَّاهَا سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ وَقَدْ تَقَدَّمَ سَبَبُ وَلَايَةِ الْوَلِيْدِ عَلَى الْكُوْفَةِ فِي السَّنَةِ الثَّانِيَةِ مِنْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ وَاِنَّهٗ كَانَ مَحْبُوْبًا اِلَى النَّاسِ فَبَقِيَ ذٰلِكَ خَمْسَ سِنِيْنَ وَلَيْسَ لِدَارِهٖ بَابٌ ثُمَّ اِنَّ شَبَابًا مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ نَقَبُوْا عَلَى ابْنِ الْحِسْمَانِ الْخُزَاعِيِّ وَكَاثَرُوْهُ فَنَذِرَ لَهُمْ وَخَرَجَ عَلَيْهِمْ بِالسَّيْفِ وَصَرَخَ فَاَشْرَفَ عَلَيْهِمْ اَبُوْ شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيُّ وَكَانَ قَدِ انْتَقَلَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ لِيَقْرُبَ مِنَ الْجِهَادِ فَصَاحَ بِهِمْ اَبُوْ شُرَيْحٍ فَلَمْ يَلْتَفِتُوْا وَقَتَلُوا ابْنَ

الْجِسْمَانِ وَاَخَذَهُمُ النَّاسُ وَفِيهِمْ زُهَيْرُ بْنُ جُنْدَبٍ الْاَزْدِيُّ وَمُوَرِّعُ ابْنُ اَبِي مُوَرِّعِ الْاَسَدِيُّ وَشُبَيْلُ بْنُ اَبِي الْاَزْدِيُّ وَغَيْرُهُمْ فَيَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَبُوْ شُرَيْحٍ وَابْنُهُ فَكَتَبَ فِيهِمُ الْوَلِيْدُ اِلٰى عُثْمَانَ فَكَتَبَ عُثْمَانُ بِقَتْلِهِمْ فَقَتَلَهُمْ عَلٰى بَابِ الْقَصْرِ وَلِهٰذَا السَّبَبِ اُخِذَ فِي الْقِسَامَةِ بِقَوْلِ وَلِيِّ الْمَقْتُوْلِ عَنْ مَلَاءٍ مِنَ النَّاسِ لِيَغْظِمَ النَّاسُ عَنِ الْقَتْلِ۔

وَكَانَ اَبُوْ زُبَيْدِ الشَّاعِرُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالْاِسْلَامِ فِي بَنِي تَغْلِبَ وَكَانُوْا اَخْوَالَهُ فَظَلَمُوْهُ دِيْنًا لَهُ فَاَخَذَ لَهُ الْوَلِيْدُ حَقَّهُ اِذْ كَانَ عَامِلًا عَلَيْهِمْ فَشَكَرَ اَبُوْ زُبَيْدٍ ذٰلِكَ لَهُ وَانْقَطَعَ اِلَيْهِ وَغَشِيَهُ بِالْمَدِيْنَةِ وَالْكُوْفَةِ وَكَانَ نَصْرَانِيًّا فَاَسْلَمَ عِنْدَ الْوَلِيْدِ وَحَسُنَ اِسْلَامُهُ فَبَيْنَمَا هُمْ عِنْدَهُ اَتٰى اٰتٍ اَبَا زَيْنَبَ وَاَبَا مُوَرِّعٍ وَجُنْدُبًا وَكَانُوْا يُحَقِّرُوْنَ لِلْوَلِيْدِ مُنْذُ قَتْلِ اَبْنَاۗءِهِمْ وَيَضَعُوْنَ لَهُ الْعُيُوْنَ فَقَالَ لَهُمْ اِنَّ الْوَلِيْدَ وَاَبَا زُبَيْدٍ يَشْرِبَانِ الْخَمْرَ فَثَارُوْا وَاَخَذُوْا مَعَهُمْ نَفَرًا مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ فَاقْتَحَمُوْا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرَوْا فَاَقْبَلُوْا يَتَلَاوَمُوْنَ وَسَبَّهُمْ

النَّاسُ وَكَتَمَ الْوَلِيْدُ ذٰلِكَ عَنْ عُثْمَانَ ۔
وَجَآءَ جُنْدُبٌ وَرَهْطٌ اِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ
فَقَالُوْا لَهٗ اِنَّ الْوَلِيْدَ يَعْتَكِفُ
عَلَى الْخَمْرِ وَاَذَاعُوْا ذٰلِكَ فَقَالَ ابْنُ
مَسْعُوْدٍ وَمَنِ اسْتَتَرَ عَنَّا لَمْ نَتَّبِعْ
عَوْرَتَهٗ فَعَاتَبَهُ الْوَلِيْدُ عَلٰى قَوْلِهٖ
حَتّٰى تَغَاضَبَا ثُمَّ اُتِيَ الْوَلِيْدُ بِسَاحِرٍ
فَاَرْسَلَ اِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ يَسْاَلُهٗ عَنْ
حَدِّهٖ وَاعْتَرَفَ السَّاحِرُ عِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ
وَكَانَ يُخَيِّلُ اِلَى النَّاسِ اَنَّهٗ يَدْخُلُ فِيْ
دُبُرِ الْحِمَارِ وَيَخْرُجُ مِنْ فِيْهِ فَاَمَرَهٗ
ابْنُ مَسْعُوْدٍ بِقَتْلِهٖ فَلَمَّا اَرَادَ الْوَلِيْدُ
قَتْلَهٗ اَقْبَلَ النَّاسُ وَمَعَهُمْ جُنْدُبٌ فَضَرَبَ
السَّاحِرَ فَقَتَلَهٗ فَحَبَسَهُ الْوَلِيْدُ وَكَتَبَ
اِلٰى عُثْمَانَ فِيْهِ وَاَمَرَهٗ بِاِطْلَاقِهٖ وَ
تَاْدِيْبِهٖ فَغَضِبَ لِجُنْدُبٍ اَصْحَابُهٗ وَ
خَرَجُوْا اِلٰى عُثْمَانَ يَسْتَعْفُوْنَ مِنَ الْوَلِيْدِ
فَرَدَّهُمْ خَائِبِيْنَ فَلَمَّا رَجَعُوْا اَتَاهُمْ
كُلُّ مَوْلُوْدٍ فَاجْتَمَعُوْا مَعَهُمْ عَلٰى رَاْيِهِمْ
وَدَخَلَ اَبُوْ زَيْنَبَ وَاَبُوْ مُوَرِّعٍ وَغَيْرُهُمَا
عَلَى الْوَلِيْدِ فَتَحَدَّثُوْا عِنْدَهٗ فَاَخَذَا

خَائِنَةٌ وَ سَارَ اِلَی الْبَصْرَةِ وَ اسْتَیْقَظَ الْوَلِیْدُ فَلَمْ یَرَ خَاتَمَهٗ فَسَاَلَ نِسَاءَهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرْنَهٗ اَنَّ اٰخِرَ مَنْ بَقِیَ عِنْدَهٗ رَجُلَانِ صِفَتُهُمَا كَذَا وَكَذَا فَتَّهَمَهُمَا وَ قَالَ هُمَا اَبُوْ زَيْنَبَ وَ اَبُوْ مُوَرِّعٍ وَ اَرْسَلَ يَطْلُبُهُمَا فَلَمْ يُوْجَدَا فَقَدِمَا عَلٰى عُثْمَانَ وَ مَعَهُمَا غَيْرُهُمَا وَ اَخْبَرَاهُ اَنَّهٗ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاَرْسَلَ اِلَى الْوَلِيْدِ فَقَدِمَ الْمَدِيْنَةَ وَدَعَا بِهِمَا عُثْمَانُ فَقَالَ اَتَشْهَدَانِ اَنَّكُمَا رَاَيْتُمَاهُ يَشْرِبُ فَقَالَا لَا قَالَ فَكَيْفَ فَالَا اَعْتَصَرْنَاهَا مِنْ لِحْيَتِهٖ وَهُوَ يَقِيْءُ الْخَمْرَ فَاَمَرَ سَعِيْدَ ابْنُ الْعَاصِ فَجَلَدَهٗ وَاَوْرَثَ ذٰلِكَ عَدَاوَةً بَيْنَ اَهْلِيْهِمَا فَكَانَ عَلَى الْوَلِيْدِ خَمِيْصَةٌ فَاَمَرَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ بِنَزْعِهَا لَمَّا جُلِدَ۔

(الکامل فی التاریخ جلد ۳ صـ ۱۰۶۔

ثم دخلت سنة ثلاثین طبع بیروت جدید)

ترجمہ۔

سن تیس ہجری آیا۔ اس میں ولید بن عقبہ کی کوفہ کی گورنری سے معزولی اور سعید ابن

العاص کی تقرری کا ذکر ہے۔ اس سال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر کے ان کی جگہ جناب سعید بن العاص کو نیا گورنر مقرر کیا۔ اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے دوسرے سال کن اسباب کے تحت ولید بن عقبہ کو گورنر بنایا گیا۔

ولید لوگوں میں بڑا مقبول اور منظورِ نظر تھا۔ اس نے پانچ سال تک گورنری کی ذمہ داری نبھائی (عوام کے اسقدر قریب تھا) کہ اس کے مکان کا دروازہ بھی نہ تھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ چند کوفی نوجوانوں نے ابن خیسمان خزاعی کے گھر نقب لگائی۔ نقب زن کافی تعداد میں تھے۔ ابن خیسمان چوکنا ہو گیا۔ اس نے ان پر حملہ بول دیا۔ اس کا ہمسایہ ابو شریح اپنی چھت پہ کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ یہ مدینہ منورہ سے کوفہ اس لیے آیا تھا تاکہ جہاد میں شریک ہو سکے۔ اس نے شور مچا دیا۔ لیکن نقب زنوں نے اس کی پرواہ کیے بغیر ابن خیسمان کو قتل کر دیا۔ لوگوں نے ان نقب زنوں کو پکڑ لیا۔ نقب زنوں میں زہیر بن جندب ازدی مورع بن ابی مورع اسدی اور شبیل بن ابی وغیرہ تھے۔ ابو شریح اور اس کے بیٹے نے ان کے خلاف گواہی دی۔ چنانچہ ولید بن عقبہ نے یہ واقعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیا۔ حضرت عثمان نے ان نقب زنوں کو قتل کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔ اس کی تعمیل کرتے ہوئے ولید بن عقبہ نے ان کو محل کے دروازے کے سامنے قتل کرا دیا۔ اسی وجہ سے مقتول کے ولی کے کہنے پر اہل محلہ سے قسم لی گئی تاکہ انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد قتل سے بچ جائے۔

ادھر دورِ جاہلیت اور عہد اسلام کے ایک شاعر ابو زبید تغلبی کا قرضہ اس کے خاندانی بھائیوں نے ادا کرنا تھا۔ لیکن وہ دینے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ ولید نے اس شاعر کا حق بھی اُسے دلوایا تھا کیونکہ ولید ان پر عامل مقرر کیا گیا تھا۔ اس پر ابو زبید شاعر نے ولید کا شکریہ ادا کیا اور باہم

تعلقات بنا لیے۔ مدینہ منورہ اور کوفہ میں اس نے ولید کی خوب شہرت کی۔ یہ عیسائی تھا لیکن ولید کے ہاتھ پر اسلام لے آیا۔ اور خوب اسلام لایا۔ اس دوران یہ شاعر ایک دفعہ ولید کے پاس بیٹھا تھا۔ کہ ایک آدمی ابوزینب ابومورع اور جندب کے پاس آیا۔ یہ لوگ اپنے بیٹوں کے قتل کے وقت سے ہی ولید بن عقبہ کو اچھی نظروں سے نہ دیکھتے تھے اور ہر ممکن کوشش کرتے۔ کہ کوئی ایسا بہانہ مل جائے۔ جس سے ولید کو رسوا کیا جائے۔ اس شخص نے انہیں کہا کہ ولید اور ابوزبید اس وقت شراب پی رہے ہیں۔ یہ خبر سن کر یہ تینوں اٹھے۔ اور بہت سے دوسرے لوگوں کو ساتھ لے کر اچانک ولید اور ابوزبید پر آدھمکے لیکن یہاں انہیں کوئی بات ہاتھ نہ آئی۔ اس لیے ایک دوسرے کو ملامت کرتے ہوئے اور ندامت سے ہاتھ ملتے ہوئے واپس لوٹ آئے۔ لوگوں نے اس پر انہیں برا بھلا بھی کہا۔ لیکن یہ سب کچھ جاننے کے باوجود ولید بن عقبہ نے اس کو نظر انداز کر دیا۔

اس کے بعد جندب اور اس کے ہمنوا اکٹھے ہو کر حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس آئے اور شکایت کی کہ ولید بن عقبہ چوری چھپے شراب پیتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جو شخص ہم سے چھپتا ہے۔ ہم اس کی پردہ دری نہیں کرتے۔ ولید بن عقبہ کو جب حضرت ابن مسعود کے اس قول کا علم ہوا تو اسے یہ بات پسند نہ آئی۔ دونوں میں رنجش چل نکلی۔ اس کے بعد ولید نے ایک جادوگر پکڑا اور اسے حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس اس لیے بھیجا تاکہ وہ اس کی حد متعین کرے۔ جادوگر نے جادو کا اعتراف کر لیا اور وہ لوگوں کو یہ کرتب دکھایا کرتا تھا کہ وہ گدھے کی دبر سے داخل ہو کر اس کے منہ سے نکلتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ ولید بن عقبہ نے جب اس فیصلہ کی توثیق کر دی تو جندب اور اس کے ہمنوا آئے اور امیر و قاضی کے کہنے کے بغیر از خود جندب نے اس

جادوگر کے سر پہ مارا اور اسے ختم کر دیا (اس کی یہ حرکت ولید بن کو اچھی نہ لگی) لہذا اُسے قید کر دیا۔ اور یہ سارا معاملہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا حضرت عثمان نے اس کی سزا میں تخفیف کا حکم دیا۔ جندب اور اس کے ساتھی ولید بن عقبہ پہ پہلے ہی ناراض تھے ان کی ناراضگی میں اور اضافہ ہو گیا۔ اسی بناء پر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ ولید کو گورنری سے فوراً معزول کر دیا جائے لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کے مطالبہ کو ٹھکرا کر انھیں نامراد و ناکام لوٹا دیا۔ اس کے بعد ولید بن عقبہ سے جن کسی کو کوئی بدلہ لینا تھا وہ سب جندب اور ان کے ہمنواؤں کے ساتھ آ ملے۔ اس کے بعد پچھر ابوزینب اور ابومورع وغیرہ ولید بن عقبہ کے پاس آئے۔ اور کافی دیر تک ان سے گفت و شنید کرتے رہے۔ ولید کو اس دوران نیند آ گئی۔ لہذا وہ سو گیا۔ اس موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ان دونوں نے ولید کی انگوٹھی قبضہ میں لے لی۔ پھر وہاں سے اُٹھے اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ادھر ولید جب اُٹھا تو دیکھا کہ انگوٹھی موجود نہیں ہے۔ اس کے متعلق گھر کی مستورات سے پوچھا۔ انھوں نے بتایا کہ یہاں سب سے آخر میں اُٹھ کر جانے والے دو آدمی تھے۔ جن کا فلاں فلاں حلیہ تھا۔ ولید نے ابوزینب اور ابومورع کو اس کام کا ذمہ دار سمجھا۔ اس لیے کچھ آدمی ان دونوں کی تلاش میں بھیجے لیکن یہ لوگ ناکام واپس لوٹ آئے۔

ادھر یہ دونوں چلتے چلتے مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو گئے۔ ان کے ساتھ اور لوگ بھی حاضر تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ان دونوں نے بتلایا کہ ولید نے شراب پینا شروع کر دی ہے۔ حضرت عثمان نے ولید کی طرف پیغام بھیجا اور اسے مدینہ طلب کر لیا۔ جب ولید مدینہ منورہ

پہنچا تو حضرت عثمان نے ابوزینب اور ابومورع دونوں کو بلوایا۔ جب آئے تو ان سے پوچھا کیا تم اس امر کی گواہی دیتے ہو کہ تم نے اپنی آنکھوں سے ولید کو شراب پیتے دیکھا ہے۔ کہنے لگے نہیں، ہم نے آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ پوچھا پھر یہ الزام کیونکر؟ کہنے لگے ہم نے اس کی داڑھی سے شراب کے قطرے نچوڑے ہیں اور اس نے شراب کی قے بھی کی تھی۔ یہ سن کر حضرت عثمان نے سعید ابن العاص کو حکم دیا کہ ولید کو کوڑے لگائے جائیں۔ اس واقعہ سے دونوں گھرانوں میں عداوت پیدا ہوگئی۔ کوڑے لگانے سے قبل ولید کے جسم پر ایک جبہ تھا جس کے بارے میں حضرت علی نے فرمایا کہ کوڑے مارنے سے قبل اس کو اتار لیا جائے۔

لمحۂ فکریہ

قارئین کرام! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بدخواہ اور دشمن منافقین نے جو منصوبہ بنا کر بڑی شد و مد کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ان کے بعض عامل اور گورنر شراب کے رسیا تھے اور وہ بھی اس تاریخ کی کتاب سے جس نے ان کی مٹی پلید کر دی ہے "کامل ابن اثیر" سے ہی ثابت ہوا کہ ولید بن عقبہ کو ایک گھناؤنی سازش کے تحت گورنری سے معزول کرایا گیا۔ اور اسی سازش کے تحت ان پر شراب نوشی کا الزام دھرا گیا۔ جب الزام دینے والوں سے گواہی طلب کی اور مشاہدہ کی بابت سوال ہوا تو صاف مکر گئے کہ ہم نے شراب نوشی کرتے دیکھا نہیں بلکہ ان کی داڑھی سے قطرے نکالے تھے۔ اس سے ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سمجھ گئے تھے کہ اس واقعہ کے پیچھے کوئی اور منصوبہ کام کر رہا ہے۔ بہر حال ظاہری حالات کے تحت ولید کو کوڑے لگوائے گئے۔ اسی حقیقت کو تاریخ طبری نے پوری تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ہم ان میں سے چند جملہ جات کا حوالہ دے رہے ہیں۔

تاریخ طبری۔

اَنَّ اَبَا زَیْنَبَ وَ اَبَا مُوَرِّعٍ وَ جُنْدُبًا وَ هُمْ يَحْقِرُوْنَ لَهٗ مُذْ قَتْلِ اَبْنَاءِهِمْ وَ يَضَعُوْنَ لَهُ الْعُيُوْنَ ...... اِجْتَمَعَ نَفَرٌ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ فَعَمِلُوْا فِيْ عَزْلِ الْوَلِيْدِ فَانْتَدَبَ اَبُوْ زَيْنَبَ بْنُ عَوْفٍ وَ اَبُوْ مُوَرِّعٍ وَكَاعٍ ...... فَقَالَ كَيْفَ رَاَيْتُمَا قَالَ كُنَّا مِنْ غَاشِيَتِهٖ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ وَ هُوَ فِي الْخَمْرِ فَقَالَ مَا يَقِيْءُ الْخَمْرَ اِلَّا شَارِبُهَا فَبَعَثَ اِلَيْهِ فَلَمَّا دَخَلَ عَلٰى عُثْمَانَ رَاٰهُمَا .... فَحَلَفَ لَهُ الْوَلِيْدُ وَ اَخْبَرَهٗ خَبَرَهُمْ فَقَالَ نُقِيْمُ الْحُدُوْدَ وَ يَبُوْءُ شَاهِدُ الزُّوْرِ بِالنَّارِ فَاصْبِرْ اَخِيْ .... اَتَشْهَدَانِ اَنَّكُمَا رَاَيْتُمَاهُ يَشْرِبُ الْخَمْرَ فَقَالَا لَا وَخَافَنَا۔

(تاریخ طبری جلد ۵۔ ص ۶۰، ۶۱، ۶۲

مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ۔

ابوزینب، ابومورع اور جندب بوجہ اس کے کہ ان کے بیٹوں کو ولید بن عقبہ نے قتل کروادیا تھا۔ اس وقت سے اس تاڑ میں تھے (کہ ان کی رسوائی کا کوئی موقعہ ہاتھ آئے) انھوں نے بہت سے کوفیوں کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ سب مل کر ولید کی معزولی کی فضا ہموار کریں۔ اور ابوزینب و ابومورع نے ان کے خلاف گواہی دینے کی ذمہ داری اپنے اوپر ڈال لی۔ (جب دھوکہ سے لی گئی انگوٹھی کو لے کر یہ لوگ حضرت عثمان کے پاس پہنچے اور ولید کے شراب پینے کا قصہ سنایا) تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ اس کی گواہی کون دے گا؟ لوگوں نے کہا ابوزینب اور ابومورع وغیرہ گواہ ہیں۔ آپ نے ان گواہوں سے پوچھا تم نے کیسے دیکھا؟ کہنے لگے ہمارا ولید کے پاس آنا جانا رہتا ہے۔ لیکن اس مرتبہ جب ہم اس کے پاس آئے تو وہ شراب کے نشہ میں دھت تھا (اور قے بھی کی تھی) حضرت عثمان نے کہا شراب کی الٹی وہی کرتا ہے جس نے پی ہوتی ہے۔ اس کے بعد حضرت عثمان نے ولید کو بلوایا۔ جب وہ آگیا تو ان دونوں (ابوزینب اور ابومورع) کو وہاں دیکھا۔ ان کو دیکھتے ہی ولید نے حلف اٹھائی اور سب ماجرا ابومورع کہہ سنائے۔ حضرت عثمان نے فرمایا۔ بہرحال ہمیں حدِ خمر قائم کرنا ہے۔ جھوٹے گواہ ایک دن دوزخ کا ایندھن لازمًا بنیں گے۔ بھائی تم صبر کرو۔ پھر پوچھا، کیا تم دونوں اس امر کی گواہی دیتے ہو کہ تم نے ولید کو اپنی آنکھوں سے شراب پیتے دیکھا؟ کہنے لگے

انہیں بہت خوف محسوس ہوا۔ (کہ کہیں الٹی..

ہماری شامت نہ آجائے)۔

"تاریخ طبری کے مذکورہ حوالہ سے یہ ثابت ہوا کہ ولید بن عقبہ نے شراب نہیں پی تھی۔

لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے احکام شرعیہ پر سختی سے عمل پیرا ہوتے ہوئے ولید پر حدِ شراب جاری کی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو احکام شرعیہ کا کسقدر پاس تھا۔ کہ انھوں نے اپنے بھائی تک کی رعایت نہ کی۔ حالانکہ وہ رعایت کا مستحق تھا۔ حوالہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ابوزینب اور ابومورع چونکہ اپنے بیٹوں کے قتل کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اس لیے انھوں نے یہ گھناؤنی سازش تیار کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ سے قسم کا مطالبہ نہ کیا۔ کیونکہ شہادت میں مدعی کی گواہی کے بعد مدعی علیہ سے قسم نہیں لی جاتی۔ صرف اتنا فرمادیا کہ جھوٹے گواہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ لہٰذا بھائی اب تم صبر کرو۔

ولید بن عقبہ کے مذکورہ حالات کا خلاصہ :

ولید بن عقبہ وہ شخص ہے جسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ اس کی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قریبی رشتہ داری تھی کیونکہ یہ حضرت عثمان کا ماں جایا بھائی تھا۔ یہی وہ شخص ہے کہ جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق سے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ پھر اس کے بعد دورِ صدیقی، فاروقی اور عثمانی میں اعلیٰ مناصب پر فائز رہا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں اس کی فتوحات کی ایک جھلک آپ پچھلے اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ان فتوحات سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ولید بن عقبہ امورِ مملکت میں اناڑی نہ تھا۔ بلکہ ایک منجھا ہوا تجربہ کار جرنیل تھا۔

کیا کسی قریبی رشتہ دار کو اعلیٰ منصب دینا مطلقاً اقرباپروری کہلاتا ہے

معترضین کا لے دے کے یہ اعتراض باقی رہ گیا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

نے ولید بن عقبہ کو اتنا اہم عہدہ اس لیے سونپا کہ یہ اُن کا قریبی تھا۔ ورنہ کیا اس سے زیادہ قابل اور تجربہ کار افراد نہ تھے۔؟

آیئے! ذرا اس امر کی چھان بین ہو جائے کہ کیا کسی اعلیٰ منصب پر کسی عزیز و قریبی کو فائز کر دینا بہر صورت اقربا پروری میں شامل ہے؟ اور ایسا کرنے والے "کنبہ پرور" کہلاتے ہیں؟ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بقول معترض یہ غلطی کی تو ایسی ہی غلطی سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بری نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اپنے دو چچیرے بھائیوں کو نہایت ذمہ دار عہدے عطا کیے تھے۔ یہ دونوں عبد اللہ بن عباس اور عبید اللہ بن عباس ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کچھ افراد خانہ تھے کہ جنہیں حضرت علی المرتضیٰ نے مختلف مناصب پر فائز کیا۔ جب "اقربا پروری" کا اعتراض حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ہوا تو اس کا جواب شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی شیعی نے ان الفاظ سے دیا۔

تلخیص الشافی: حضرت علی نے بھی اپنے رشتہ داروں کو عہدے دیئے تھے۔ طوسی شیعی

فَاِنْ قِيْلَ وَقَدْ وَلّٰى اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَبْدَ اللّٰهِ وَعُبَيْدَ اللّٰهِ اِبْنَي الْعَبَّاسِ وَغَيْرَهُمَا قِيْلَ لَهُمْ اِنَّ عُثْمَانَ لَمْ يُنْقَمْ عَلَيْهِ تَوْلِيَةُ الْاَقَارِبِ مِنْ حَيْثُ كَانُوْا اَقَارِبَ بَلْ مِنْ حَيْثُ كَانُوْا اَهْلَ بَيْتِ الظِّنَّةِ وَالتُّهْمَةِ۔

(تلخیص الشافی جلد ۴ صفحہ ۸۰ مطبوعہ قم ایران طبع جدید)

ترجمہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دو چچیرے بھائیوں عبداللہ بن عباس اور عبیداللہ بن عباس وغیرہ کو مختلف عہدہ جات دیے (تو یہ بھی اقربا پروری ہی ہوئی جبکہ حضرت عثمان پر اس کا الزام ہے) تو حضرت علی المرتضیٰ پر کیے جانے والے اعتراض کا ہم جواب یوں دیں گے کہ جو اعتراض حضرت عثمان پر ہوا۔ وہ ان کی کنبہ پروری کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے ایسے لوگوں کو مناصب عطا کیے جو لوگوں میں اچھی شہرت کے مالک نہ تھے (بلکہ ان پر مختلف باتیں کہی جاتی تھیں اور وہ بدنام تھے) لیکن۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے کسی شخص کو کوئی منصب عطا نہیں فرمایا۔ لہٰذا دونوں حضرات کے مابین مناصب کی تقسیم میں اور افراد کے انتخاب میں بڑا فرق ہے)۔

شیخ الطائفہ طوسی شیعی نے اس امر کا صاف صاف اقرار کر لیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر ولید بن عقبہ وغیرہ لوگوں کو عامل بنانے کی وجہ سے اعتراض صرف اس بنا پر ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ بدنام اور بری شہرت کے مالک تھے۔ اقربا پروری کی بنا پر یہ اعتراض نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہی بات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی کہی ہے۔

آخری گزارش

تاریخ شیعہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پھوپھی زاد بھائی ہے۔ حضرت عثمان کا اخیافی بھائی ہے۔ بہادری اور جوانمردی میں اچھا نام پیدا کیا۔ حدود شرعیہ کا بہت پابند تھا۔ لہٰذا ایسے

شخص کو "شیخ الطائفہ" کا بدکردار اور بدنام کہنا خود اس کے اندر کی کیفیت پر نشاندہی کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں دبی زبان سے (بلکہ بعض مقامات پر کھلی زبان سے) اس نے ولید بن عقبہ کے ضمن میں اسے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو گالی دی، برا بھلا کہا۔ ایسے شخص کی کیا سزا ہو سکتی ہے۔ اپنی کتاب سے سنیئے!

جامع الاخبار

مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَقَدْ كَفَرَ فِیْ خَبَرٍ اٰخَرَ وَ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَاجْلِدُوْهُ۔

(جامع الاخبار ص۱۸۳ فصل دعشرون۔ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ

جس نے کسی صحابی کو برا بھلا کہا اس نے کفر کیا۔ ایک اور حدیث میں ہے جس نے کسی صحابی کو برا بھلا کہا، اس کو کوڑے مارو۔

(دشمن صحابہ اور بدخواہ اہلبیت کا یہی انجام ہے۔)

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

طعن دہم

حضرت عثمان نے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عطیات دیئے جس کی وجہ سے لوگ ان کے مخالف ہو گئے

اہل سنت کی معتبر کتاب میں اس امر کی واضح نشاندہی پائی جاتی ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بڑے بڑے عطیات اپنے رشتہ داروں کو عطا کر کے عوام کی مخالفت مول لے لی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

طبری:

وَقَسَمَ عَبْدُ اللّٰهِ مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَلَى الْجُنْدِ وَاَخَذَ خُمُسَ الْخُمُسِ وَبَعَثَ بِاَرْبَعَةِ اَخْمَاسِهٖ اِلٰى عُثْمَانَ۔

(تاریخ طبری جلد ۲ جزء ۵ ص ۴۱ ۲۷ھ کے تحت مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک ناگوار اور آپ کے رشتہ میں رضاعی بھائی عبداللہ بن ابی سرح نے مال غنیمت کو لشکریوں پر تقسیم کر دیا۔ پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ خود اپنے لیے رکھ چھوڑا۔ اور بقیہ چار حصے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھیج دیئے۔

تاریخ طبری:

اَنَّہٗ اَعْطٰی مَرْوَانَ خَمْسَۃَ عَشَرَ اَلْفًا وَابْنَ اُسَیْدٍ خَمْسِیْنَ اَلْفًا

(تاریخ طبری جلد ۲ جزء ۵ ص ۱۰۱
۳۵ھ کے تحت مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مروان کو پندرہ ہزار درہم دیئے۔ اور ابن اسید کو پچاس ہزار درہم دیئے۔

ان دو عدد حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں اقربا پروری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اور خلیفہ برحق کے لیے یہ وصف زیب نہیں دیتا۔ اسی وجہ سے لوگ ان کے مخالف ہو گئے تھے۔

جواب:

ہم اس اعتراض اور طعن کے جواب میں جو کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ اس کی تفصیل

پچھلے اوراق میں گزر چکی جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان ہوں یا کوئی اور خلیفہ امیر مملکت اسلامیہ اس کو از روئے عقل و نقل اس امر کا اختیار دیتی ہے۔ کہ اپنی صوابدید کے مطابق جس کو جتنا چاہے۔ وہ عطا کر سکتا ہے۔ لینے والے اپنے ہوں یا پرائے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کسی کو عہدہ عطا کرنا یا کسی کو معزول کرنا اس کی اپنی فراست اور صوابدید پر موقوف ہوتا ہے۔ اس اختیار پر کوئی بھی اس پر اعتراض نہیں کر سکتا۔ آئیے اس سلسلہ میں چند مثالوں کا مطالعہ ہو جائے۔ خلفائے کرام نے حضرات اہل بیت کو گراں قدر عطیات عطا کیے۔ اس بخشش پر اگر کوئی معترض ہوا۔ تو اس کو اہلبیت کے فضائل و مناقب بتا کر خاموش کر دیا گیا۔ کتب شیعہ کیا کہتی ہیں؟ ملاحظہ ہو۔

ہر حکمران اپنی صوابدید پر لوگوں کو عطیات دیتا چلا آیا ہے

ناسخ التواریخ:

عمر بن الخطاب در زمان خلافت خود وجہ اسامہ بن زید پنج ہزار درہم مقرر داشت و از برائے فرزند خود عبد اللہ دو ہزار درہم برقرار کرد عبد اللہ گفت اسامہ را بر من مقدم می داری با آنکہ بسیار از غزوات را من حاضر شدہ ام و او نہ بودہ است؟ ا

فَقَالَ اِنَّ اُسَامَةَ كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْكَ وَاَبُوْهُ كَانَ اَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْ اَبِيْكَ۔

گفت در نزد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسامہ از تو و پدرش از پدر تو

عزیز تر بود واو ملقب بہ حبّ رسول اللہ بود۔

(۱۔ ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲
ص ۲۷۷۔ ذکر اسامۃ مطبوعہ
تہران طبع جدید)
(۲۔ منتخب التواریخ فصل ہفتم ص ۹۶
در ذکر خدمت گزارانِ صدیقہ طاہرہ۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت اسامہ بن زید کے لیے پانچ ہزار درہم بطور وظیفہ مقرر فرمائے تھے۔ اور اپنے لڑکے عبداللہ کے لیے صرف دو ہزار درہم مقرر تھے۔ ایک مرتبہ ان کے بیٹے عبداللہ نے پوچھا۔ ابا جان! کیا وجہ ہے۔ کہ آپ نے اسامہ بن زید کو مجھ پر فوقیت دی ہے۔ حالانکہ میں بہت سے ایسے غزوات میں شریک ہوا ہوں۔ جن میں اسامہ موجود نہ تھا۔؟ یہ سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بیٹا! اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارے تھے۔ اتنے پیارے تم نہیں۔ ان کے باپ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمہارے باپ سے زیادہ محبوب تھے۔ حتیٰ کہ انہیں "حب رسول اللہ" کا لقب دیا گیا تھا۔ (تو اسامہ کے وظیفہ میں زیادتی صرف محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔

٭

حضرت امیر معاویہ نے قریشی جوانوں کے خصوصی وظائف مقرر کیے

فروع کافی:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ الْعَضَدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَ مُعَاوِيَةُ مَرْوَانَ ابْنَ الْحَكَمِ عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَفْرِضَ بِشَبَابِ قُرَيْشٍ فَفَرَضَ لَهُمْ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَتَيْتُهٗ فَقَالَ مَا اسْمُكَ؟ فَقُلْتُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ فَقَالَ مَا اسْمُ اَخِيْكَ؟ فَقُلْتُ عَلِيٌّ قَالَ عَلِيٌّ وَعَلِيٌّ مَا يُرِيْدُ اَبُوْكَ اَنْ يَدَعَ اَحَدًا مِنْ وُلْدِهٖ اِلَّا سَمَّاهُ عَلِيًّا ثُمَّ فَرَضَ لِيْ فَرَجَعْتُ اِلٰى اَبِيْ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ وَيْلٌ عَلَى ابْنِ الزَّرْقَاءِ لَوْ وُلِدَ لِيْ مِائَةٌ لَاَحْبَبْتُ اَنْ لَا اُسَمِّيَ اَحَدًا مِنْهُمْ اِلَّا

عَلِیًّا۔

(فروع کافی جلد ۶ ص ۱۹۔ کتاب
العقیقہ باب الاسماء و الکنی
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

عبدالرحمن بن محمد عضدی سے روایت ہے۔ کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان بن الحکم کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر فرمایا۔ تو حکم دیا۔ کہ ہر قریشی نوجوان کے لیے وظیفہ مقرر کر دو۔ مروان نے ایسا ہی کیا۔ جناب علی بن الحسین رضی فرماتے ہیں کہ میں بھی مروان کے پاس گیا۔ تو اس نے مجھے پوچھا۔ تمہارا کیا نام ہے۔ ؟ میں نے کہا علی بن الحسین۔ اس نے پوچھا تمہارے بھائی کا اسم گرامی کیا ہے۔ میں نے کہا ان کا نام بھی علی ہے۔ مروان کہنے لگا۔ تم علی علی نام تبلا رہے ہو۔ تمہارے والد گرامی نے اپنے ہر ایک بچہ کا نام علی ہی رکھا ہے۔ اس کے بعد میرا بھی وظیفہ مقرر کر دیا۔ میں جب اپنے ابا جان کے پاس واپس آیا۔ اور انہوں نے مروان کی گفتگو سے آگاہ کیا۔ تو ابا جان نے فرمایا۔ ابن زرقا (مروان) پر افسوس! اسے معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اگر میرے ہاں ایک سو بیٹے بھی ہوتے۔ تو پھر بھی میں ہر ایک کا نام علی ہی رکھتا۔

حضرت عثمان نے حسنین کریمین کو عظیم تحفہ عطا فرمایا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کے ایک گورنر عبداللہ بن عامر نے خراسان کا اہم علاقہ فتح کیا۔ اس علاقہ سے بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اس میں یزدجرد بادشاہ کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ عبداللہ بن عامر نے دوسرے مال غنیمت کے ساتھ ان دو بیٹیوں کو بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

تنقیح المقال:

عَنْ سَهْلِ بْنِ الْقَاسِمِ الْبُوْشَنْجَانِيْ قَالَ قَالَ لِي الرِّضَا بِخُرَاسَانَ اِنَّ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ نَسَبًا قُلْتُ وَمَا هُوَ اَيُّهَا الْاَمِيْرُ قَالَ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرٍ كُرَيْزٍ لَمَّا افْتَتَحَ خُرَاسَانَ اَصَابَ ابْنَتَيْنِ لِيَزْدَجَرْدَ بْنِ شَهْرِيَارَ مَلِكِ الْاَعَاجِمِ فَبَعَثَ بِهِمَا اِلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَوَهَبَ اِحْدٰهُمَا لِلْحَسَنِ وَ الْاُخْرٰى لِلْحُسَيْنِ فَمَاتَتَا عِنْدَهُمَا نُفَسَاءَيْنِ وَكَانَتْ صَاحِبَةُ الْحُسَيْنِ نُفِسَتْ

بِعَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ۔

(تنقیح المقال جلد ۳ ص ۸۰۔ باب البنین والنساء من فصل النساء مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

سہل بن قاسم البوشنجانی نے کہا۔ مجھے امام رضا نے خراسان کے اندر فرمایا۔ کہ ہمارے اور تمہارے درمیان رشتہ داری ہے۔ میں نے پوچھا۔ اے امیر! وہ کون سی رشتہ داری۔ کہا۔ عبداللہ بن عامر کریز نے جب خراسان فتح کیا۔ تو یزدجرد بن شہریار کی دو بیٹیاں اُس کے ہاتھ بطور غنیمت لگیں۔ اُس نے دونوں کو حضرت عثمان بن عفان کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک امام حسن اور دوسری امام حسین رضی اللہ عنہما کو دے دی۔ یہ دونوں اُن دونوں کے پاس بحالت زچگی فوت ہوئیں۔ امام حسین کی بیوی نے اس وقت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو جنا تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے

بیش بہا تحائف عطاء کیے

مقتل ابی مخنف:

وَكَانَ يَبْعَثُ إِلَيْهِ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ اَلْفَ

اَلْفَ دِیْنَارٍ سِوٰی الْھَدَایَا مِنْ کُلِّ صِنْفٍ۔

(مقتل ابی مخنف ص، مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو ہر سال دس لاکھ دینار بطور نذرانہ دیا کرتے تھے۔ یہ خطیر رقم ان تحفہ جات کے علاوہ تھی جو مختلف اقسام سے اُن کو دیئے جاتے تھے۔

لمحہ فکریہ:

حضرات قارئین! آپ نے مذکورہ حوالہ جات بغور پڑھے۔ ان میں خلیفہ وقت اور امیر وقت نے جب چاہا جس کو چاہا اور جتنا چاہا عطا کیا۔ کسی کو اس پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تقسیم پر جب ان کے اپنے بیٹے نے اعتراض کیا۔ تو انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی نسبت سے زیادہ دینے کی وضاحت فرمائی۔ اس پر عبداللہ خاموش ہو گئے۔ کیونکہ انہیں اس بات کا علم تھا۔ کہ بحیثیت خلیفہ ان کے والد کو اپنی صوابدید کے مطابق کسی کو کم یا زیادہ دینے کا اختیار ہے۔

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یزدجرد کی بیٹی شہر بانو اپنے خصوصی اختیار کی بنیاد پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو عطا کر دی۔ یہی وہ دوشیزہ ہیں۔ کہ جن کے بطن سے امام زین العابدین نے تولد فرمایا۔ اِن کے عطا کرتے وقت کسی دوسرے صحابی یا مجاہد نے یہ اعتراض نہ کیا۔ کہ اے خلیفہ آپ شہر بانو امام حسین رضی اللہ عنہ کو کیوں دے رہے ہیں۔ آخر ہم بھی اس جہاد میں شریک تھے۔ یہ بے مثال دولت ہمیں عطا ہونا چاہیئے تھی؟

اہل تشیع کے اس طرز عمل پر ہمیں سخت افسوس ہوتا ہے۔ کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے گورنر عبد اللہ بن ابی سرح کو اپنے خصوصی اختیارات سے کچھ عطا فرماتے ہیں۔ تو ان کی رگ حمیت فوراً پھڑک اٹھتی ہے۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس کا موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔ لیکن حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے یزدگرد کی دو بیٹیاں عطا کرنے پر کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ آخر یہ دوغلی پالیسی کیوں؟

ان حوالہ جات کی روشنی میں یہی ثابت ہوا۔ کہ وقت کا حکمران اپنی صوابدید پر کسی کو کچھ دینے یا نہ دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ اس اختیار کو استعمال کرنے پر کسی کو موردِ الزام ٹھہرانا ہرگز درست نہیں ہے۔

امید ہے۔ کہ ان حوالہ جات کو پڑھ کر ایک منصف مزاج کبھی بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات پر اس قسم کے اعتراضات کرنے کی اجازت نہ دے گا۔ اور نہ ہی خود اس کے ذہن میں اس بارے میں کوئی الزام آئے گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب دوم

حضرت عثمان غنی نے لوگوں کے بے جا شکوہ پر بھی دیئے ہوئے عطیات واپس لے لیے

شیعہ معترضین نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا۔ کہ انہوں نے عبداللہ بن سعد اور عبداللہ بن خالد کو بے جا نوازا۔ اور اس سلسلہ میں تاریخ طبری اور تاریخ کامل کے دو حوالہ جات پیش کیے۔ لیکن معترض نے اپنی دیرینہ روش کے مطابق ان دونوں کتب کی پوری عبارات ذکر نہ کیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اس کا مقصد حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ ان کتابوں کی مکمل عبارات، ہم درج ذیل کر رہے ہیں۔ تا کہ ان کے مطالعہ سے ہر قاری جان سکے۔ کہ حقیقت حال کیا تھی۔ اور معترض نے اُسے کس طرح پیش کیا؟

تاریخ طبری کی پہلی مکمل عبارت:

قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ اِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكَ غَدًا اَفْرِيْقِيَّةَ فَلَكَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ خُمُسُ الْخُمُسِ مِنَ الْغَنِيْمَةِ نَفْلًا ۔۔۔۔۔۔۔ وَفَتَحَ اَفْرِيْقِيَّةَ سَهْلَهَا وَجَبَلَهَا ثُمَّ اجْتَمَعُوْا عَلَى الْاِسْلَامِ وَحَسُنَتْ

طَاعَنْهُمْ وَقَسَّمَ عَبْدُاللّٰهِ مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَلَى الْجُنْدِ وَاَخَذَ خُمُسَ الْخُمُسِ وَبَعَثَ بِاَرْبَعَةِ اَخْمَاسٍ اِلٰى عُثْمَانَ مَعَ ابْنِ وَثِيْمَةِ النَّصْرِيْ وَضَرَبَ فُسْطَاطًا فِيْ مَوْضِعِ الْقَيْرَوَانِ وَوَفَدَ وَفْدًا فَشَكَوْا عَبْدَاللّٰهِ فِيْمَا اَخَذَ فَقَالَ لَهُمْ اَنَا نَفَلْتُهُ وَكَذٰلِكَ كَانَ يَصْنَعُ وَقَدْ اَمَرْتُ لَهُ بِذٰلِكَ وَذَاكَ اِلَيْكُمْ الْاٰنَ فَاِنْ رَضِيْتُمْ فَقَدْ جَازَ وَاِنْ سَخِطْتُمْ فَهُوَ رَدٌّ قَالُوْا فَاِنَّا نَسْخِطُهُ قَالَ فَهُوَ رَدٌّ وَكَتَبَ اِلٰى عَبْدِاللّٰهِ بِرَدِّ ذٰلِكَ وَاسْتِصْلَاحِهِمْ قَالُوْا فَاعْزِلْهُ عَنَّا فَاِنَّا لَا نُرِيْدُ اَنْ يَتَاَمَّرَ عَلَيْنَا وَقَدْ وَقَعَ مَا وَقَعَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ اَنِ اسْتَخْلِفْ عَلٰى اِفْرِيْقِيَةَ رَجُلًا مِمَّنْ تَرْضٰى وَيَرْضَوْنَ وَاقْسِمِ الْخُمُسَ الَّذِيْ كُنْتُ نَفَّلْتُكَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنَّهُمْ قَدْ سَخِطُوا النَّفَلَ فَفَعَلَ وَرَجَعَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَعْدٍ اِلٰى مِصْرَ۔

(تاریخ طبری جلد ۳ جزء ۵ ص ۹۴ تحت ۲۷ھ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد سے فرمایا۔ کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے کسی وقت افریقہ کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جاؤ۔ تو وہاں سے جتنا مال اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بطور غنیمت عطاء فرمائے گا۔ اس میں سے بطور انعام تجھے پانچویں حصہ میں سے ایک حصہ دیا جائے گا ....

عبداللہ بن سعد نے افریقہ کے آسان اور مشکل مقامات کو فتح کر لیا۔ اس کے باشندوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور خوب قبول کیا۔ عبداللہ بن سعد نے حاصل کردہ مال غنیمت کو مسلمان مجاہدین کے درمیان تقسیم کیا۔ اور پانچویں حصہ میں سے ایک حصہ اپنے لیے رکھ لیا۔ باقی ماندہ چار حصے (۴/۵) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھیج دیئے یہ مال غنیمت ابن وثیمہ نصری لے کر آئے۔ مقام قیروان پر خیمہ لگایا۔ اور ایک وفد تشکیل دیا۔ ان لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ کہ عبداللہ نے اتنا کثیر مال خود رکھ لیا ہے۔ ان لوگوں کو حضرت عثمان نے جواب دیا۔ کہ عبداللہ نے جو کچھ رکھا وہ میرے انعام دینے کے طور پر رکھا ہے۔ ورنہ وہ تو پہلے کی طرح ہر ایک کو برابر دیتے۔ ایسا کرنے کا میں نے ہی اُسے حکم دیا تھا۔ اب یہ معاملہ تمہارے اختیار میں ہے۔ اگر تم راضی ہو۔ تو بہتر ورنہ وہ واپس کر دے گا۔ لوگوں نے کہا۔ ہم اس پر ناراض ہیں۔ فرمایا۔ وہ واپس ہو جائے گا۔ حضرت عثمان نے عبداللہ کو لکھا۔ کہ لیا گیا مال غنیمت واپس کر دو۔ اور لوگوں کی خیر خواہی کی کوشش کرو۔ لوگوں نے پھر کہا۔ کہ ہم اس کی معزولی چاہتے ہیں۔ ہمیں یہ برداشت نہیں کہ وہ ہم پر بطور امیر مقرر رہے۔ ہو چکا جو ہو چکا ہے حضرت

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ کو لکھا۔ کہ تم افریقہ پر کسی ایسے آدمی کو اپنا جانشین مقرر کر دو۔ جسے تم اور تمہارے ساتھی پسند کرتے ہوں۔ اور جو تمہارے پاس ۱/۵ حصہ مال غنیمت ہے۔ اس کو فی سبیل اللہ تقسیم کر دو۔ کیونکہ لوگوں نے اس انعام کو ناراضگی کی نظر سے دیکھا ہے اس پیغام کو سن کر عبداللہ نے اس کی تعمیل کی۔ اور عبداللہ بن سعد مصر واپس آگئے۔

قارئین کرام یہ تھے وہ واقعات و حالات کہ جن کی بناء پر حضرت عثمان کو موردِ الزام بنایا گیا۔ آپ نے دیکھا کہ عبداللہ بن سعد نے از خود وہ مال غنیمت نہ رکھا۔ بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں بطور انعام دینے کا وعدہ کیا تھا۔ نہ اس میں اقرباء پروری تھی۔ اور نہ کسی کو ناجائز نوازنا؟ افریقہ ایسی عظیم مملکت کے فتح کرنے پر بطور انعام یہ سب کچھ ملا۔ کروڑوں روپوں کی مالیت کا سامان بطور مال غنیمت اسی عبداللہ نے افریقہ سے حضرت عثمان کے پاس بھیجا۔ ہزاروں باشندے اسی کوشش سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اتنی بڑی کامیابی کے بعد جب لوگوں نے اس انعام کو بھی اس کے پاس رہنے دینے کو پسند نہ کیا۔ تو حضرت عثمان کے کہنے پر عبداللہ نے وہ سارا مال فی سبیل اللہ خرچ کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ اپنی گورنری بھی چھوڑ دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں اقرباء پروری کا دُور دُور تک نام و نشان نہ تھا۔ اور آپ انتہا درجہ کے عادل اور دانشمند تھے۔ ادھر عبداللہ بن سعد کی اطاعت خلوص اور قربانی کو دیکھیں۔ کہ وہ کس قدر عظیم تھی۔ اسی طرح مروان اور عبداللہ بن خالد کے سلسلہ میں حضرت عثمان کو ملعون قرار دینا کسی طرح درست نہیں۔ کیونکہ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ خلیفہ کو اپنی صوابدید کے مطابق جس کو وہ چاہے جتنا چاہے دے۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ طبقات ابن سعد

میں ایک واقعہ مذکور ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب عبداللہ بن عامر کو عطیات دینے کی ذمہ داری سونپی۔ تو انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تین ہزار درہم بھیجے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا۔ تو انہوں نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ کہ تم نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو اتنی قلیل رقم کیوں دی۔

طبقات ابن سعد:

فَقَالَ لِابْنِ عَامِرٍ قَبَّحَ اللهُ رَأْيَكَ اَتُرْسِلُ اِلٰى عَلِيٍّ بِثَلَاثَةِ اٰلَافِ دِرْهَمٍ فَقَالَ كَرِهْتُ اَنْ اُغْرِقَ وَلَمْ اَدْرِ مَا رَأْيُكَ؟ قَالَ فَاَغْرِقْ قَالَ فَبَعَثَ اِلَيْهِ بِعِشْرِيْنَ اَلْفَ دِرْهَمٍ وَمَا يَتْبَعُهَا قَالَ فَرَاحَ عَلِيٌّ اِلَى الْمَسْجِدِ فَانْتَهٰى اِلٰى حَلْقَتِهٖ وَهُمْ يَتَذَاكَرُوْنَ صِلَةَ ابْنِ عَامِرٍ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ عَلِيٌّ هُوَ سَيِّدُ فِتْيَانِ قُرَيْشٍ غَيْرُ مُدَافِعٍ۔

(طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۴۷
ذکر عبد اللہ بن عامر۔
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب عبداللہ بن عامر کو حکم

دیا۔ کہ اہل مدینہ میں عطیات تقسیم کرو۔ تو اس پر عمل پیرا ہو کر عبد اللہ نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو تین ہزار درہم بھجوائے۔ جب اس کا علم حضرت عثمان کو ہوا۔ تو فرمایا۔ عبد اللہ! تجھے خدا پوچھے۔ کیا تو نے حضرت علی المرتضٰے کو صرف تین ہزار درہم دیئے ہیں؟ کہا۔ میں نے اس لیے یہ تھوڑی رقم انہیں دی۔ کہ زیادہ رقم کہیں انہیں لے نہ ڈوبے۔ اور مجھے آپ کی رائے کا بھی علم نہ تھا۔ حضرت عثمان نے فرمایا۔ انہیں دراہم میں ڈبو دو۔ اس پر عبد اللہ نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے ہاں بیس ہزار درہم بھجوائے۔ اور اس کے علاوہ اور بھی تحائف بھیجے۔ کہا۔ کہ پھر حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ دیکھا کہ کچھ لوگ حلقہ باندھ کر بیٹھے ابن عامر کی بخششوں کا تذکرہ کر رہے ہیں آپ ان کے قریب گئے۔ اور فرمایا۔ عبد اللہ بن عامر تو قریشی نوجوانوں کا سردار ہے۔ ان کی بات کی مزاحمت نہیں کرنی چاہیئے۔

اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صرف اپنوں کو ہی نہیں نوازا بلکہ دوسروں کو بھی خطیر انعامات سے نوازتے تھے۔ حضرت عثمان کے کہنے پر حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو بیس ہزار درہم دیئے گئے۔ لیکن کسی نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ اس سے بھی وہی اصل قاعدہ نکلا۔ کہ خلیفہ وقت کو کسی کے دینے یا نہ دینے کا پورا پورا اختیار ہے۔ اب ہم آپ کو شیعہ معترض کی دوسری عبارت کی خیانت کی طرف لے چلتے ہیں۔ پہلی عبارت کی طرح اس عبارت میں بھی صرف اپنے مقصد کی بات ذکر کر دی۔ اگر تمام عبارت ذکر کر دی جاتی۔ تو جو کچھ معترض ثابت کرنا چاہتا تھا۔ وہ ثابت نہ ہو سکتا۔ پوری عبارت یوں ہے۔

اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو

طبری کی دوسری مکمل عبارت:

وَرَأَيْتُ أَنَّ ذٰلِكَ لِي فَإِنْ رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ خَطَاءً فَرُدُّوْهُ فَأَمْرِي لِأَمْرِكُمْ تَبَعٌ قَالُوْا أَصَبْتَ وَأَحْسَنْتَ قَالُوْا أَعْطَيْتَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ خَالِدِ بْنِ أُسَيْدٍ وَمَرْوَانَ وَكَانُوْا يَزْعُمُوْنَ أَنَّهُ أَعْطَى مَرْوَانَ خَمْسَةَ عَشَرَ أَلْفًا وَابْنَ أُسَيْدٍ خَمْسِيْنَ أَلْفًا فَرَدُّوْا مِنْهُمَا ذٰلِكَ فَرَضُوْا وَقَبِلُوْا وَخَرَجُوْا رَاضِيْنَ۔

(تاریخ طبری جلد ۳ جزء ۵ ص ۱۰۱ تحت ۳۵ھ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

(چند لوگوں نے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں چند لوگوں کو عطیات و انعامات دینے پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ میری رائے میں ایسا کرنا درست ہے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ایسا کرنا غلط تھا۔ تو تم اس کو قبول نہ کرو۔ اور وہ مال واپس لے لو۔ میں تمہاری رائے کی پابندی کرتا ہوں یہ سن کر ان لوگوں نے کہا کہ آپ نے درست اور خوب فرمایا ہے۔ پھر لوگ کہنے لگے۔ آپ نے مروان اور عبداللہ بن خالد کو بہت کچھ دیا ہے ان لوگوں کا خیال تھا۔ کہ حضرت عثمان نے مروان کو پندرہ ہزار درہم اور عبداللہ بن اسید کو پچاس ہزار درہم دیئے ہیں۔ لوگوں نے حضرت عثمان

کے حکم سے ان دونوں سے خطیر رقم واپس لے لی۔ اس سے وہ لوگ راضی ہو گئے۔ اور راضی خوشی وہاں سے واپس ہوئے۔

عبارت مذکورہ کے ترجمہ سے آپ نے دیکھا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کونسی غلطی کی۔ اور کونسا جرم کیا تھا۔ کہ جس کی بنا پر آپ پر الزام لگایا جا رہا ہے۔ اوّل تو یہ بات واضح ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ میں نے جو کچھ کیا۔ وہ درست سمجھ کر کیا۔ اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ تو چلو وہ مال واپس کر لیتے ہیں۔ چنانچہ کچھ لوگوں کے کہنے پر آپ نے وہ مال واپس لے لیا۔ جس سے یہی اعتراض کرنے والے خوش ہو گئے۔ لیکن اگر خوشی نہ ہوئی۔ تو ان معترضین کو نہ ہوئی۔ کہتے ہیں۔ کہ ڈولی کے ساتھ میراثی رو رہے تھے۔ تو یہ بھی وہی میراثی ہیں۔

تاریخ طبری کی دونوں روایتوں کو من وعن اور مکمل طور پر ہم نے نقل کر دیا۔ دونوں عبارتوں پر نظر ڈالنے سے بات بالکل واضح ہو گئی۔ کہ اگر اہل تشیع دونوں عبارتیں مکمل ذکر کر دیتے۔ تو طعن کی کوئی صورت نہ نکل سکتی۔ اس لیے طعن کو بنانے اور گھڑنے کے لیے معترض کو خیانت سے کام لینا پڑا۔ جس کی قلعی ہم نے کھول دی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب سوم :

اس مذکورہ طعن والی روایات ضعیف ہیں

تاریخ طبری کی مذکورہ دونوں عبارتوں کا راوی ابومخنف لوط بن یحیٰی اور واقدی ہے۔ اسماء الرجال کی کتب میں ان دونوں کو سخت مجروح قرار دیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل تحفہ جعفریہ جلد دوم میں گزر چکی ہے۔

واقدی کے بارے میں حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ وہ کذاب ہے۔ اس کے متعلق امام بخاری نے فرمایا۔ متروک ہے۔ ابو حاتم اور نسائی نے اسے بناوٹی حدیثیں بنانے والا کہا ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

واقدی کذاب اور وضاع ہے

میزان الاعتدال:

قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هُوَ كَذَّابٌ يُقَلِّبُ الْاَحَادِيْثَ قَالَ ابْنُ مُعِيْنٍ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَقَالَ مَرَّةً لَا يُكْتَبُ حَدِيْثُهٗ قَالَ الْبُخَارِيُّ مَتْرُوْكٌ قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ وَ النَّسَائِيُّ يَضَعُ الْحَدِيْثَ۔

(۱۔ میزان الاعتدال للذہبی جلد ۳
ص ۔۔۔ ذکر محمد بن عمر
بن واقدی)

(۲۔ تہذیب التہذیب لابن حجر جلد ۹
ص ۳۶۴، ۳۶۶ / تحت محمد بن
عمر الواقدی)

ترجمہ

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ کہ واقدی بہت بڑا جھوٹا راوی ہے۔ احادیث کو اول بدل دیا کرتا تھا۔ ابن معین نے کہا کہ یہ ثقہ نہیں ہے اور ایک دفعہ کہا کہ اس کی بیان کردہ حدیث کتابت کے قابل نہیں ہے۔

امام بخاری نے کہا۔ واقدی متروک الحدیث ہے۔ اور ابو حاتم و نسائی نے اسے من گھڑت حدیثوں والا کہا۔

ابو مخنف لوط بن یحییٰ شیعہ ہے۔ اور غیر معتبر راوی ہے

میزان الاعتدال:

لُوْطُ بْنُ يَحْيٰى اَبُوْ مِخْنَفٍ اَخْبَارِيٌّ لَا يُوْثَقُ بِهٖ .... وَتَرَكَهٗ اَبُوْ حَاتِمٍ وَغَيْرُهٗ قَالَ الدَّارُ قُطْنِيْ ضَعِيْفٌ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ مُعِيْنٍ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَقَالَ مَرَّةً لَيْسَ بِشَيْءٍ قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ شِيْعِيٌّ مُحْتَرِقٌ صَاحِبُ اَخْبَارِهِمْ۔

(۱۔ میزان الاعتدال للذہبی جلد ۳ ص ۳۶۰ ذکر لوط بن یحییٰ۔ مطبوعہ مصر طبع جدید)

(۲۔ لسان المیزان لابن حجر جلد ۴ صفحہ نمبر ۴۹۲۔ تحت لوط بن یحییٰ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔

ترجمہ: لوط بن یحییٰ ابو مخنف قصہ گو اور اخباری آدمی ہے۔ اس کا کوئی

وثوق نہیں۔ ابو حاتم وغیرہ نے اس کو ترک کر دیا۔ دار قطنی نے اسے ضعیف کیا۔ یحییٰ بن معین نے اسے غیر ثقہ فرمایا۔ اور مرۃ کہتے ہیں۔ یہ کچھ بھی نہیں ابن عدی اسے متعصب شیعہ کہتے ہیں کیونکہ وہ اہل تشیع کی خبروں کا مرکز تھا۔

یہ تھا اس پہاڑ کا اصل کہ جس کو مضبوط سمجھ کر معترض نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام تراشا تھا۔ راوی ہی قابل گرفت نکلا۔ تو ایسی روایت کا کیا مقام و مرتبہ ہو سکتا ہے۔ کہ اس سے کسی پر الزام دھرا جا سکے۔ ہاں وہ معترض کا چونکہ مذہبی اور نسبی یار دوست ہے۔ اس لیے اندھے کو اچھا لگا۔ اور ایک اندھا دوسرے اندھے کے سہارے حضرت عثمان کی ذات پر اعتراض کرنے چل پڑا۔ خوب دوستی نبھائی۔ اور خوب جوڑی خدا نے ملائی۔

کیا واقعی خمس کا پانچواں حصہ حضرت عبداللہ بن سعد نے اپنے لیے رکھ لیا تھا؟

مذکور طعن میں جو اہم واقعہ کو مرکزی حیثیت دی گئی۔ وہ یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل عبداللہ بن سعد کو افریقہ کی فتح کے بعد مال غنیمت کے خمس کا خمس بطور انعام دیا تھا۔ کیا یہ درست ہے؟ معترض اگر انصاف پسند ہوتا۔ (جس کی توقع نہیں کی جا سکتی) تو کم از کم اپنی کتب تاریخ کا ہی مطالعہ کر لیتا ہوتا۔ ان کی تاریخی کتب میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:

آنگاہ جرجیر کس نزد عبداللہ بن سعد بن ابی سرح فرستاد و خواستگار

مصالحت و مسالمت گشت بشرطیکہ دو ہزار پانصد و بیست ہزار دینار کہ دریں زمان عبارت از پنج کروڑ و بیست ہزار تومان است تسلیم وارد عبداللہ ایں سخن از روئے پذیرفت و برایں گونہ وثیقت بنوشت وآں خراج بستند وآنچہ از غنیمت بدست کردہ بود بر لشکر قسمت کرد ہر سوار راسہ ہزار درہم و ہر پیادہ را ہزار درہم بہرہ رسید آنگاہ خمس غنائم را باخراج افریقیہ بصحبت عبداللہ بن زبیر بنزدیک عثمان فرستاد۔ وخود بجانب مصر مراجعت نمود۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲

ص ۱۳۷ حرب العبادلہ

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

افریقیہ کی فتح کے بعد اس کے حکمران جبر جبیر نے ایک شخص کو عبداللہ بن سعد کی خدمت میں بھیجا۔ تاکہ باہم مصالحت کی گفتگو طے ہو سکے۔ اور صلح کے لیے اس نے بیس لاکھ پچیس ہزار دینار دینا شرط قرار دیئے جو اس دور کے پانچ کروڑ بیس ہزار تومان کے برابر تھے۔ عبداللہ بن سعد نے یہ شرط منظور کر لی۔ اور اس کی باقاعدہ تحریر ہو گئی۔ اور افریقہ کے لوگوں پر خراج بھی مقرر کیا۔ افریقہ کی فتح پر وہاں سے جو مال غنیمت ہاتھ آیا۔ عبداللہ نے اس کو لشکر پر تقسیم کر دیا۔ ہر ایک سوار کو تین ہزار درہم اور پیدل کو ایک ہزار درہم حصہ میں آئے۔ اس کے بعد مال غنیمت کا پانچواں حصہ بمعہ خراج عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ عبداللہ بن سعد نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ اور پھر عبداللہ

بجانب مصر واپس چلا گیا۔

اہل تشیع کی قابل اعتبار اور تمام کتب تاریخ سے زیادہ تحقیق و تفصیل والی کتاب سے یہ ثابت ہوا۔ کہ عبداللہ بن سعد نے مال غنیمت کے پانچویں حصہ میں سے اپنے لیے کچھ بھی نہیں رکھا۔ بلکہ سارے کا سارا حضرت عثمان کے ہاں بھیج دیا۔ اگر کوئی ایسی بات ہوتی۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بدخواہ اس کو ساتویں زمین کے نیچے سے نکال لانے کی کوشش کرتے۔ کیونکہ ان کا مقصد ہی حضرت عثمان کو بدنام کرنا ہے۔ جب ان تاریخ دانوں کو (باوجود مخالفت کے) کوئی ایسا ثبوت نہ مل سکا۔ تو بعد میں آنے والے اپنا سر کس لیے پیٹ رہے ہیں۔ اور ان کے سینوں میں چھریاں کیوں چل رہی ہیں۔ امید ہے کہ ایک انصاف پسند اور حقیقت کا متلاشی اس بحث سے یہی نتیجہ اخذ کرے گا۔ کہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان واہی تباہی الزامات و اعتراضات سے بری تھے۔ اللہ تعالیٰ سب کو راہِ ہدایت پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض ذہنوں میں اس بحث کے دوران یہ وہم و شبہ بار بار آتا ہے۔ کہ چلو مان لیا۔ کہ حضرت عثمان نے عبداللہ بن سعد، مروان اور ابن اسید کو بہت سے انعامات سے نوازا۔ لیکن اس کی کچھ وجوہات تھیں۔ اس کے برخلاف ایسے لوگوں کو بھی انہوں نے نوازا۔ جن کے لیے کوئی معقول بہانہ نہیں مل سکتا۔ کیونکہ نہ تو وہ کسی قسم کے عہدہ پر فائز تھے۔ اور نہ ہی اسلامی حکومت میں ان کی خدمات تھیں۔ ان لوگوں پر انعام و اکرام کی بارش کرنا دراصل بیت المال کا غلط استعمال ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایسا کیوں کیا۔؟

ہم اس وہم وشبہ کا ازالہ اس طرح کرتے ہیں۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں صرف یہی فرض کر لینا کہ آپ نے جس کو بھی دیا۔ بیت المال سے ہی دیا۔ کوئی حقیقت پسندی نہیں یہ اس وقت ہوتا۔ کہ آپ ذاتی طور پر صاحب ثروت اور مال دار نہ ہوتے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے دور کی مالی طور پر عظیم شخصیت تھی۔ اللہ نے انہیں اس قدر مالی وسعت عطا فرمائی تھی۔ کہ روزانہ ہزاروں درہم خرچ کرنے پر بھی ان کو کوئی فرق نہ پڑتا۔ اسی سخاوت اور مالی پختگی کی بنا پر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے "غنی" کا لقب عطا ہوا۔ انہوں پرایوں پر بلا امتیاز خرچ کرنا آپ کا معمول تھا۔ بیت المال سے لینا تو در کنار آپ نے تو بیت المال کو دیا۔ غزوہ تبوک کا واقعہ شاہد ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب پر یہی عثمان تھے۔ کہ جنہوں نے تین سو اونٹ بمعہ جنگی ساز و سامان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ علاوہ ازیں ایک ہزار مثقال سونا بھی عطا کیا۔ اتنی بڑی مالی مدد کے وقت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا۔ لَا یَضُرُّ عُثْمَانَ بِمَالٍ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذَا۔ یعنی اتنی بڑی مالی قربانی کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ عبارت شیعوں کو مشہور کتاب روضۃ الصفار جلد ۲ ص ۱۰۴ مطبوعہ لکھنؤ قدیم پر سے لی گئی ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نوازشات خود ان کے خاندان پر بھی تھیں لہذا معترض کا یہ کہنا کہ آپ نے سب کو بیت المال سے دے کر بیت المال کا ناحق تصرف کیا۔ غلط اور بے بنیاد ہے۔ اور پھر اس پر تاریخ طبری کا حوالہ پیش کرنا اور بھی بڑی حماقت ہے۔

تاریخ طبری میں اس کی تردید ان الفاظ سے مذکور ہے۔

تاریخ طبری:

قَالُوْا اِنِّیْ اُحِبُّ اَهْلَ بَيْتِيْ وَ اُعْطِيْهِمْ فَاَمَّا حُبِّيْ فَاِنَّهٗ لَمْ يَمِلْ مَعَهُمْ عَلٰى جَوْرٍ بَلْ اَحْمِلُ الْحُقُوْقَ عَلَيْهِمْ وَ اَمَّا اَعْطَاؤُهُمْ فَاِنِّيْ مَا اُعْطِيْهِمْ مِنْ مَالِيْ وَ لَا اَسْتَحِلُّ اَمْوَالَ الْمُسْلِمِيْنَ لِنَفْسِيْ وَ لَا لِاَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَ لَقَدْ كُنْتُ اُعْطِي الْعَطِيَّةَ الْكَبِيْرَةَ الرَّغِيْبَةَ مِنْ صُلْبِ مَالِيْ فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

(تاریخ طبری جلد ۳ جزء ۵ ص ۱۰۲ تحت ۳۵ھ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ

لوگ کہتے ہیں۔ کہ میں اپنے اہل بیت سے محبت کرتا ہوں۔ اور انہیں بہت کچھ دیتا ہوں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میری ان سے محبت مجھے کسی قسم کے ظلم پر نہیں ابھار سکتی۔ میں تو اس محبت کو ان کے حقوق ادا کرنے پر استعمال کرتا ہوں۔ رہا یہ معاملہ کہ میں ان کو مالی مدد دیتا ہوں تو اس سلسلہ میں حقیقت یہ ہے۔ کہ میں نے انہیں جو کچھ بھی دیا ہے۔ وہ محض اپنے ذاتی مال سے دیا ہے۔ میں بیت المال کا خزانہ جو

دراصل تمام امت مسلمہ کا مال ہے۔ اُسے نہ تو اپنے لیے اور نہ ہی کسی دوسرے کے لیے حلال کرنے والا ہوں۔ میری یہ دیرینہ عادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دور سے ہی چلی آ رہی ہے کہ بڑے بڑے قیمتی عطیہ جات اپنے ذاتی مال سے دیتا ہوں۔

تاریخ طبری:

اَمَا وَ اللهِ مَا اٰكُلُهٗ مِنْ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلٰكِنِّيْ اٰكُلُهٗ مِنْ مَالِيْ اَنْتَ تَعْلَمُ اِنِّيْ كُنْتُ اَكْثَرَ قُرَيْشٍ مَالًا وَ اَجَدَّهُمْ فِي التِّجَارَةِ وَلَمْ اَزَلْ اٰكُلُ مِنَ الطَّعَامِ مَا لَانَ مِنْهُ وَ قَدْ بَلَغْتُ سِنًّا فَاَحَبُّ الطَّعَامِ اِلَيَّ اَلْيَنُهٗ وَ لَا اَعْلَمُ لِاَحَدٍ عَلَيَّ فِيْ ذٰلِكَ تَبِعَةً۔

(تاریخ طبری جلد ۲ جزء ۵ ص ۱۳۶ تحت ۳۵ھ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔)

ترجمہ

(جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر بیت المال کے بے جا خرچ کرنے کا اعتراض ہوا۔ تو فرمایا۔) خدا کی قسم! میں مسلمانوں کے مال (بیت المال) سے نہیں کھاتا۔ میں تو صرف اپنے ذاتی مال کو استعمال کرتا ہوں

تم جانتے ہی ہو۔ کہ میں قریش میں سے سب سے زیادہ مالدار تھا۔ اور تجارت میں ان سے زیادہ دسترس تھی۔ (اے عمرو بن امیہ ضمری) تمہیں یہ بھی بخوبی علم ہے۔ میں ہمیشہ سے عمدہ خوراک کھانے کا عادی ہوں۔ اب عمر کے اس حصہ میں جبکہ بوڑھا ہو چکا ہوں۔ تب بھی نرم و عمدہ کھانا پسند کرتا ہوں۔ اور میں نہیں سمجھتا۔ کہ اس بارے میں کوئی دوسرا میرا ہمنوا ہے۔ اور اس روبہ پر کوئی اعتراض کرے گا۔

دیکھا آپ نے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات بیت المال کے معاملہ میں کس قدر محتاط تھی۔ یہ آپ کے ایثار اور ہمدردی کا زندہ ثبوت ہے۔ کہ معترض کو دو ٹوک انداز میں حقیقت حال بیان فرمادی۔ لہذا معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات ان تمام اعتراضات اور الزامات سے بری ہے۔ جن کو سنیوں کی تاریخ طبری سے معترضین نے پیش کیا یہ ایک گمراہ کن کوشش ہے۔ جس کا ہم نے انسداد کر دیا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

طعن یازدہم

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے بد کردار عاملوں کی وجہ سے قتل کیے گئے

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اسلام کی وہ بیخ کنی کی۔ کہ جس کی آج تک کوئی مثال نہیں ملتی۔ انہوں نے اپنے زمانہ میں اپنے ہی اقارب کو مخصوص عہدے عطاء کیے۔ (جس کی تفصیل آئندہ صفحات پر آ رہی ہے) اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ ہے۔ کہ انہوں نے اپنے داماد کو جو انتہا درجہ کا عیاش اور بد دین تھا۔ اپنا میر منشی بنایا۔ جس نے ایسے جھگڑے اور فساد کی بنیاد ڈالی جو کہ آج تک ختم نہ ہو سکا۔ اور اسی کے نتیجہ میں خود عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کو بھی لوگوں نے قتل کیا۔ اور پھر بڑی ذلت و خواری کے ساتھ انہیں دفن کیا گیا۔

جس کی تفصیل یوں ہے۔ جو اہل سنت کی معتبر کتب البدایۃ والنہایہ اور تاریخ طبری میں موجود ہے۔

البدایہ والنہایۃ :-

ترجمہ :-

جب مصر کے لوگوں نے اپنے گورنر عبداللہ بن سرح کی شکایت کی جو کہ عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کا قریبی رشتہ دار تھا۔ کہ وہ ہم پر مظالم ڈھا رہا ہے۔ لہذا اس کو تبدیل کر کے اس کی جگہ محمد بن ابی بکر کو گورنر بنایا جائے۔ تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ بات مان لی۔ اور عبداللہ بن سرح کو تبدیل کر کے اس کی جگہ محمد بن ابی بکر کو وہاں کا گورنر بنا دیا۔ جب یہ لوگ محمد بن ابی بکر کو ساتھ لے کر مصر کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا۔ تو وہ مصر کی طرف جلدی سے جا رہا تھا تو جب غور سے اُسے دیکھا۔ کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا غلام اور آپ کی اونٹنی پر سوار تھا۔ انہیں اس پر شک گزرا۔ انہوں نے اُسے پکڑ لیا۔ اور اس کی تلاشی لی تو اس سے ایک خط نکلا۔ کہ جس میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لکھا تھا۔ کہ اے عبداللہ بن سرح جب یہ لوگ تیرے پاس پہنچیں۔ تو ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر انہیں قتل کر دینا۔ تو اس پر ان لوگوں کو بہت دکھ ہوا۔ لہذا محمد بن ابی بکر اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر بمعہ اس غلام کے واپس مدینہ منورہ لوٹ آئے اور طلحہ، زبیر، حضرت علی اور دیگر صحابہ کرام کو واقعہ سنایا۔ کہ جس پر حضرت علی رضی اور دیگر صحابہ کرام نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو وہ خط دکھایا۔ تو حضرت عثمان نے فرمایا۔ کہ یہ اونٹ اور غلام تو میرا ہے۔ لیکن میں نے نہ انہیں کوئی خط لکھا ہے اور نہ ہی مجھے کوئی علم ہے۔ اور اس کی آپ نے قسم کے ساتھ توثیق کی تو انہوں نے کہا کہ پھر یہ خط مروان نے لکھا ہے۔ لہذا مروان کو ہمارے حوالے کر دو۔ تو حضرت عثمان نے مروان کو ان کے حوالے نہ کیا۔ تو ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا۔ کہ ساری

شرارت مروان کی ہے۔ اور باوجود اس بات کے کہ مروان ہم سب کو قتل کروانے والا تھا۔ حضرت عثمان اس کو ہمارے حوالے اس لیے نہیں کرتے تھے کہ وہ ان کا داماد ہے۔ لہذا انہوں نے حضرت عثمان پر غضبناک ہو کر آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ اور آخر کار قتل کر دیا۔

لہذا ثابت ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قتل ان کے بدکردار عاملوں کی وجہ سے ہوا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد 7 ص 150 مطبوعہ بیروت طبع جدید۔ ذکر ثم دخلت سنۃ خمس وثلاثین ففیہا یقتل عثمان)

جواب اوّل

حضرت عثمان غنی کی شہادت کا ذمہ دار مروان نہیں شیعہ مذہب کا بانی ابن سبا یہودی ہے

طعن مذکور میں جو یہ ثابت اور باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب ان کے کارندوں کی نااہلی اور بددیانتی وغیرہ ہے۔ یہ محض الزام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ بلکہ ہم وثوق سے کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ "عبداللہ بن سبا" کی شرارت کا نتیجہ تھا۔ جو مذہب شیعہ کا بانی ہے۔ فریقین کی کتب کے حوالہ جات سے ہم اس تاریخی

حقیقت پر شواہد پیش کر رہے ہیں۔ لہٰذا اصل عبارات دہر دو فریق کی کتب میں سے ملاحظہ ہوں۔

ناسخ التواریخ :-

عبداللہ بن سبا مرد جہود بود در زمان عثمان بن عفان مسلمانی گرفت واو از کتب پیشین وصحف سابقین را نیک دانا بود چوں مسلمان شد خلافت عثمان درخاطر او پسندیدہ نیفتاد پس در مجالس ومحافل اصحاب بنشستے وقبائح اعمال ومثالب عثمان راہر چہ دانستے باز گفتے۔ ایں خبر بعثمان بردند گفت بارے ایں جہود کیست دفرمان کرد تا او را از مدینہ اخراج نمودند۔

عبداللہ بمصر آمد چوں مرد عالم ودانا بود مردم بروے گرد آمدند وکلمات او را باور داشتند گفت ہاں اے مردم گر شنیدہ اید کہ نصاریٰ گویند کہ عیسے علیہ السلام بدیں جہاں رجعت کند وباز آید چنانکہ در شریعت ما نیز ایں سخن استوار است چوں عیسیٰ رجعت تواں کرد محمد کہ بیگاں فاضل تر از وست چگونہ رجعت نکند وخداوند نیز در قرآن کریم میفرماید۔ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ۔

چوں ایں سخن در خاطرہا جائے گیر ساخت گفت خداوند صد وبیست وچہار ہزار پیغمبر بدیں زمین فرو فرستاد وہر پیغمبرے را وزیرے وخلیفتے بود چگونہ می شود پیغمبرے از جہاں برود خاصہ وقتیکہ صاحب شریعت باشد وتا بے وخلیفتے خلق نگمارد وکارامت را مہمل بگذارد ہماناں محمد صلی اللہ علیہ وسلم را علی علیہ السلام وصی وخلیفہ بود چنانکہ خود فرمودہ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الخ پس میتواں دانست کہ علی علیہ السلام خلیفہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم است وعثمان ایں

منصب را غصب کردہ و با خود بستہ عمر نیز بنا حق ایں کار بشوریٰ افگند و عبدالرحمٰن ابن عوف بہوائے نفس دست بر دستِ عثمان زد و دستِ علی را کہ گرفتہ بود رہا و بیعت کند رہا داد۔

اکنوں بر ما کہ در شریعت محمد ہم واجب میکند کہ از امر بالمعروف و نہی از منکر خویشتن داری نہ کنیم۔ چنانچہ خدا فرماید۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ پس با مردم خویش گفت ما را ہنوز آں نیرو نیست کہ بتوانیم عثمان را دفع داد واجب میکند کہ چندانکہ بتوانیم عمال عثمان را کہ آتش جور و ستم را دامن ہمی زنند ضعیف داریم و قبائح اعمال ایشاں را بر عالمیان روشن سازیم و دلہائے مردم را از عثمان و عمال او بگردانیم، پس نامہ ہا نوشتند و از عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کہ امارت مصر داشت باطراف جہاں شکایت فرستادند و مردم را یکدل و یکجہت کردند کہ در مدینہ گرد آیند و بر عثمان امر بالمعروف کنند و او را از خلیفتی خلع فرمانید۔

عثمان ایں معنی را تفرس ہمیکرد و مروان بن الحکم جاسوساں بشہرہا فرستاد تا خبر باز آوردند کہ بزرگان ہر بلاد در خلع عثمان ہم داستان اند لاجرم عثمان ضعیف شد و در کار خود فروماند۔

(۱)۔ ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد سوم طبع جدید ص ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ طبع جدید۔ تہران

(۲)۔ الکامل لابن اثیر جلد ۳ ص ۱۵۴ ذکر مسیر من سار الی حضرت عثمان مطبوعہ بیروت۔ طبع جدید)

(۳)۔ البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۶۷۔ ۱۶۹ ذکر سنہ اربعون و ثلاثین مطبوعہ بیروت۔ طبع جدید

ترجمہ:-

عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ حضرت عثمان غنی کی خلافت کے زمانہ میں مسلمان ہوا۔ یہ کتب سابقہ اور پرانے صحیفوں کا بہت بڑا عالم تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد حضرت عثمان کی خلافت دل کو نہ بھائی۔ اپنے دوستوں اور ساتھیوں کی مجالس و محافل میں حضرت عثمان کی جہاں تک برائیاں کر سکتا کرتا تھا۔ جب یہ حالات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچے۔ تو فرمایا۔ یہ یہودی کون ہے اسے مدینہ سے نکال دیا جائے۔

(مدینہ سے نکالے جانے کے بعد) یہ یہودی مصر آگیا۔ چونکہ عالم اور خوب سمجھ دار تھا۔ اس لیے عوام نے اس کے پاس آمد و رفت شروع کر دی۔ اور اس کی باتوں کا اعتبار کرنے لگے۔ کہنے لگا۔ لوگو! کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ عیسائی کہتے ہیں۔ کہ ہمارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں دوبارہ آئیں گے۔ جیسا کہ ہماری شریعت بھی اس کی تصدیق و توثیق کرتی ہے۔ تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ حضرت عیسیٰ سے افضل ہیں۔ دوبارہ تشریف نہ لائیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے متعلق قرآن میں فرما دیا ہے۔ "وہ بے شک وہ اللہ جس نے تجھے قرآن دیا۔ وہ تجھے ضرور اپنے ٹھکانے کی طرف لوٹائے گا"۔

جب عبداللہ بن سبا کی یہ بات لوگوں کے دلوں میں جگہ کر گئی۔ کہنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اس زمین کی طرف بھیجے۔ اور ہر پیغمبر کا کوئی نہ کوئی وزیر اور جانشین ہوتا رہا۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک پیغمبر (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا سے تشریف لے جائے۔ اور اس کا کوئی خلیفہ لوگوں پر نہ رہے۔ اور اپنی امت کے معاملہ کو وہ یونہی مہمل اور بے کار چھوڑ کر چلا جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور خلیفہ مقرر تھے۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے "اے علی! تو میرے نزدیک اسی طرح ہے۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون تھے،، اس سے سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ عثمان نے اس منصب پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ عمر فاروق نے بھی ناحق طور پر معاملہ مجلس شوریٰ کے سپرد کر دیا تھا۔ اور عبدالرحمٰن بن عوف نے محض نفسانی خواہش کے ماتحت عثمان غنی کی بیعت کی۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کے ہاتھ کو زبردستی پکڑ کر بیعت کر کے چھوڑا۔

اب ہم پر جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت یہ بات واجب کر دیتی ہے۔ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اپنے بیگانے کی رعایت نہ کریں۔ اور اس فریضہ کو سرانجام دیں۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تم بہترین امت ہو۔ جسے لوگوں میں سے نکالا گیا۔ نیکی کا حکم دیتے ہو۔ اور برائی سے روکتے رہو۔ عبداللہ بن سبا نے اپنے معتقدین سے کہا۔ اس وقت اگرچہ ہمیں اتنی ہمت اور طاقت نہیں کہ عثمان کو زبردستی خلافت سے ہٹا سکیں۔ لیکن اتنا ضرور کرنا چاہیئے کہ عثمان کے کارندوں کو ظلم و ستم کی وجہ سے کمزور کرنے کی کوشش کریں۔ اور ان کی بداعمالیاں لوگوں پر واضح کریں۔ اور عوام کے دلوں کو عثمان اور ان کے کارندوں سے برگشتہ کریں۔ لہٰذا انہوں نے مختلف رقعہ جات لکھے اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرج کی ظلم کی فرضی داستانیں اطراف مملکت میں پھیلا دیں۔ لوگوں کو ان کی مخالفت پر متحد اور منظم کرنے کی ٹھان لی۔ تاکہ وہ اکٹھے ہو کر مدینہ آئیں۔ اور امر بالمعروف کرتے ہوئے عثمان غنی کو خلافت سے دستبردار کر دیں۔

حضرت عثمان غنی نے اس صورت حال کو جان لیا۔ مروان بن الحکم نے مختلف

شہروں کو جاسوس گھمائے۔ حتیٰ کہ وہ جاسوس یہ خبر لائے۔ کہ ہر شہر کے کھاتے پیتے لوگ حضرت عثمان کی دستبرداری چاہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ حضرت عثمان کمزور پڑ گئے۔ اور اپنے کام میں عاجز آ گئے۔ (اور قتل کر دیئے گئے)

مؤرخ مرزا تقی شیعی کی مذکورہ عبارت سے ثابت ہوا۔ کہ

۱۔ عبداللہ بن سبا کٹر یہودی تھا۔ حضرت عثمان غنی کی خلافت میں مسلمان ہوا۔ مگر در پردہ یہودی ہی رہا۔ اور یہ کہ وہ کتب سابقہ اور صحف گذشتہ کا عالم اور فاضل تھا

۲۔ سب سے پہلے رجعت کا مسئلہ اسی نے اٹھایا۔ جو کہ مذہب شیعیت کی بنیاد ہے اس مسئلہ کو عوام کے ذہن نشین بھی کرایا۔

۳۔ دوسرا مسئلہ جو اس کی ایجاد تھی وہ یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور خلیفہ تھے۔ لیکن اصحاب ثلاثہ نے خلافتِ رسول پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا۔

۴۔ مذکورہ دو عقائد اور کئی ظلم و ستم کی فرضی داستانیں لوگوں میں پھیلانے کی اس نے سر توڑ کوشش کی جس کے لیے مختلف ممالک کی طرف خطوط اور رسائل بھیجے۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور ان کے کارندوں کو ناکام کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جس میں اُسے کامیابی ملی۔ اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حضرت عثمان غنی شہید کر دیئے گئے

خلاصہ:۔

عبداللہ بن سبا ہی وہ شخص ہے۔ جس نے رجعت اور وصیِ رسول کے عقائد

گھڑ کر مذہب شیعہ کی بنیاد رکھی۔ جو بظاہر مسلمان تو ہوا۔ لیکن در پردہ یہودیت کی تکمیل کا مہرہ تھا۔ روضۃ الصفا، اور فرق شیعہ ایسی معتبر کتب میں اس کو بہت وضاحت سے لکھا گیا ہے۔ مذہب اسلام کو پارہ پارہ کرنے اور اپنے مذموم ارادوں کو مکمل کرنے کے لیے اس نے شیعہ مذہب کی بنیاد ڈالی۔ جونہی قدم جمانے کا موقعہ ملا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کروا دیا۔ اس طرح دشمنِ اسلام نے اسلام میں فساد کا دروازہ کھولا۔ جو آج تک بند نہ ہو سکا۔

حضرت عثمان غنیؓ اور ان کے عمال کے خلاف سبائی تحریک اور اس کا انسداد

الکامل لابن اثیر:۔

وَ بَعَثَ دُعَاتَهٗ وَكَاتَبَ مَنِ اسْتَفْسَدَ فِي الْاَمْصَارِ وَ كَاتَبُوْهُ وَ دَعَوْا فِي السِّرِّ اِلٰى مَا هُوَ عَلَيْهِ رَأْيُهُمْ وَصَارُوْا يَكْتُبُوْنَ اِلَى الْاَمْصَارِ كُتُبًا يَضَعُوْنَهَا فِيْ عَيْبِ وُلَاتِهِمْ وَ يَكْتُبُ اَهْلُ كُلِّ مِصْرٍ مِّنْهُمْ اِلٰى مِصْرٍ اٰخَرَ بِمَا يَصْنَعُوْنَ حَتّٰى تَنَاوَلُوْا بِذٰلِكَ الْمَدِيْنَةَ وَ اَوْسَعُوْا بِذٰلِكَ الْاَرْضَ اِذَاعَةً فَيَقُوْلُ اَهْلُ كُلِّ مِصْرٍ اِنَّا لَفِيْ عَافِيَةٍ مِّمَّا ابْتُلِيَ بِهٖ هٰؤُلَاءِ اِلَّا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَاِنَّهُمْ

جَاءَهُمْ ذٰلِكَ عَنْ جَمِيْعِ الْاَمْصَارِ فَقَالُوْا اِنَّا لَفِيْ عَافِيَةٍ مِمَّا فِيْهِ النَّاسُ فَاَتَوْا عُثْمَانَ فَقَالُوْا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَاتِيْكَ عَنِ النَّاسِ الَّذِيْ يَاتِيْنَا فَقَالَ مَا جَآءَ اِلَّا السَّلَامَةُ وَ اَنْتُمْ شُرَكَآئِيْ وَشُهُوْدُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاَشِيْرُوْا عَلَيَّ فَقَالُوْا نُشِيْرُ عَلَيْكَ اَنْ تَبْعَثَ رِجَالًا مِمَّنْ تَثِقُ بِهِمْ اِلَى الْاَمْصَارِ حَتّٰى يَرْجِعُوْا اِلَيْكَ بِاَخْبَارِهِمْ فَدَعَا مُحَمَّدَ بْنَ مُسْلِمَةَ فَاَرْسَلَهُ اِلَى الْكُوْفَةِ وَ اَرْسَلَ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ اِلَى الْبَصْرَةِ وَ اَرْسَلَ عَمَّارَ ابْنَ يَاسِرٍ اِلٰى مِصْرٍ وَ اَرْسَلَ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ اِلَى الشَّامِ وَ فَرَّقَ رِجَالًا سِوَاهُمْ فَرَجَعُوْا جَمِيْعًا قَبْلَ عَمَّارٍ فَقَالُوْا مَا اَنْكَرْنَا شَيْئًا اَيُّهَا النَّاسُ وَ لَا اَنْكَرَهُ اَعْلَامُ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا عَوَامُّهُمْ وَ تَاَخَّرَ عَمَّارٌ حَتّٰى ظَنُّوْا اَنَّهُ قَدْ اُغْتِيْلَ فَوَصَلَ كِتَابٌ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِيْ سَرْحٍ يَذْكُرُ اَنَّ عَمَّارًا قَدِ اسْتَمَالَهُ قَوْمٌ وَ انْقَطَعُوْا اِلَيْهِ مِنْهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ السَّوْدَا وَخَالِدُ بْنُ مُلْجَمٍ وَ سَوْدَانُ بْنُ حَمْدَانَ

وَكِنَانَةُ بْنُ بِشْرٍ فَكَتَبَ عُثْمَانُ اِلٰى اَهْلِ الْاَمْصَارِ اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّیْ اٰخُذُ عُمَّالِیْ بِمُوَافَاتِیْ كُلَّ مَوْسِمٍ وَقَدْ رَفَعَ اِلَیَّ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ اَنَّ اَقْوَامًا یُشْتَمُوْنَ وَیُضْرَبُوْنَ فَمَنِ ادَّعٰی شَیْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَلْیُوَافِ الْمَوْسَمَ یَاْخُذُ حَقَّهٗ حَیْثُ كَانَ مِنِّیْ اَوْ مِنْ عُمَّالِیْ اَوْ تَصَدَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ فَلَمَّا قُرِئَ فِی الْاَمْصَارِ بَكَى النَّاسُ وَدَعَوْا لِعُثْمَانَ۔

(۱-الکامل لابن اثیر جلد ۳ ص ۱۵۴-۱۵۵
ذکر مسیر من سار الی حصر
عثمان
(۲-تاریخ طبری۔ جلد ۵ ص ۹۸
ذکر سن ۳۵ھ)

ترجمہ:-
عبداللہ بن سبا نے مصر سے اپنے مبلغین مختلف شہروں کی طرف روانہ کر دیئے۔ اور اطراف مملکت میں بسنے والے اپنے ہم نواؤں سے رابطہ کرنا شروع کر دیا۔ اس کے لیے اس کے ساتھیوں نے اپنے ہم خیال لوگوں

کی طرف من گھڑت واقعات پر مشتمل خطوط ارسال کرنے شروع کر دیئے۔ جن میں مضمون تقریباً ایک جیسا تھا۔ وہ یہ کہ عثمان غنی کے عمال لوگوں پر ظلم و ستم کر رہے ہیں۔ ان کی ایتدار کے بعد ہر جگہ کے لوگ یہ سمجھنے لگے۔ کہ ہم چین کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن دوسرے علاقہ جات کے لوگ عمال کے ظلم و ستم میں پس رہے ہیں۔ جب اس مضمون کے خطوط مدینہ منورہ آئے۔ تو اہل مدینہ نے اس کی اطلاع عثمان غنی کو کی۔ اور پوچھا۔ کیا آپ کو بھی ان امور کی اطلاع ہے۔ جو ہم تک پہنچے ہیں۔؟ فرمایا میرے کارندوں کی طرف سے تو اچھے سلوک کی خبریں آ رہی ہیں۔ بہر حال تم لوگ میرے ساتھی اور مشیر ہو۔ اور مسلمانوں کے خیر خواہ، سو مشورہ دو کیا کرنا چاہیے۔ لوگوں نے کہا آپ یوں کریں۔ کہ باوثوق لوگوں کو مختلف اطراف میں روانہ فرمائیں تاکہ وہ صحیح صورتِ حال کی اطلاع دیں۔ آپ نے اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے محمد بن مسلمہ کو کوفہ، اسامہ بن زید کو بصرہ، عمار بن یاسر کو مصر، عبداللہ بن عمر کو شام کی طرف روانہ فرما دیا۔ ان کے علاوہ اور بھی لوگوں کو بھیجا گیا۔ عمار رضی اللہ عنہ سے پہلے یہ سب واپس آ گئے۔ اور رپورٹ دی۔ کہ ہم نے کسی شہر میں کوئی ظلم و ستم نہیں دیکھا۔ اور نہ کسی کو شکایت کرتے پایا۔ البتہ عمار نے واپس آنے میں تاخیر کر دی تھی۔ جس کی بنا پر لوگ سمجھے کہ کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ تو اسی دوران مصر کے گورنر عبداللہ بن ابی سرح کا ایک خط بنام حضرت عثمان غنی آیا۔ جس میں تحریر تھا۔ کہ عمار کو لوگوں نے اپنی طرف مائل کر لیا ہے۔ اور وہ ان سے مل گئے ہیں۔ جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

عبداللہ بن سوداء (یعنی عبداللہ بن سبا) خالد بن ملجم، سودان بن حمدان، اور کنانہ بن بشر۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پھر مختلف شہروں کے باشندوں کو اس مضمون کا خط لکھا۔

اما بعد! میں ہر سال حج کے موقعہ پر اپنے عمال کا محاسبہ کیا کرتا ہوں۔ اس دفعہ مدینہ کے کچھ لوگوں نے مجھے اطلاع بہم پہنچائی۔ کہ بعض عمال ظلم و ستم ڈھا رہے ہیں۔ ان پر لوگوں کو اعتراض ہے۔ تو اس سلسلہ میں حکم ہے۔ کہ جس شخص کو بھی کسی عامل سے کوئی دُکھ ہوا ہو۔ اور وہ دعوی کرنا چاہتا ہو۔ تو وہ حج کے موقعہ پر آئے۔ اور اپنا حق مانگے۔ چاہے اس کا تعلق مجھ سے ہو یا میرے کسی عامل سے۔ اور اگر بخشش دینا چاہا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ بخشنے والوں کو جزا سے نوازے گا۔ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا رقعہ مختلف شہروں میں گیا۔ اور لوگوں کے سامنے پڑھا گیا۔ تو عوام نے حضرت عثمان کو دعائیں دیں۔ اور رو دیئے۔ کیونکہ کسی کو کوئی شکایت نہ تھی۔ (ترجمہ ختم ہوا۔)

بہر حال لوگوں کو کوئی شکایت نہ تھی۔ لیکن اس کے باوجود حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے حج کے موقع پر اپنے عمال یعنی گورنروں کو طلب کیا۔ عبداللہ بن عامر، عبداللہ بن یاسر اور امیر معاویہ وغیرہ گورنر آگئے۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے۔ جو واقعی عوام پر ظلم و ستم کرتا ہو۔ کیونکہ تمہارے متعلق آنے والے خطوط سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگ تمہارے ظلم کا شکار ہو رہے ہیں۔ اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ امیر المؤمنین! آپ نے اس سے قبل با وثوق آدمی مختلف شہروں میں روانہ فرمائے۔ تاکہ صورت حال کا پتہ چل سکے۔ تو ان میں سے کسی نے کوئی واقعہ ایسا نہیں بتلایا۔ کہ جس سے ان خطوط کے مضامین کی تائید ہوتی ہو۔ تمام لوگوں میں سے کسی کو کوئی شکایت نہیں۔ پھر مزید یہ کہ آپ نے فرمان جاری کر دیا تھا۔ کہ جسے کوئی زیادتی۔ جس کی فریاد سنی جائے۔ ہے کوئی مظلوم جو اپنے ظلم کا بدلہ لینے پر آمادہ ہو۔ لیکن آپ کو ایک بھی پیغام یا درخواست ایسی موصول نہیں ہوئی۔ جس میں کسی گورنر کی کوئی زیادتی بیان کی گئی ہو۔ ان تمام واقعات و حالات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ جو خطوط مدینہ منورہ میں آئے۔ اور ان میں

گورنروں کے ظلم وستم کو بیان کیا گیا۔ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ جھوٹا پروپیگنڈا ہے آپ اس پر کوئی کان نہ دھریں۔

عبارت مذکورہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ عبداللہ بن سبا، ہی وہ شخص ہے۔ کہ جس نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے گورنروں کے خلاف تحریک چلائی۔ تاکہ انہیں دستبرداری پر مجبور کر کے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو خلافت کی مسند پر بٹھایا جائے۔ اسی سکیم کے تحت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گورنروں کے بارے میں فرضی واقعات اور من گھڑت خطوط مختلف ممالک میں بھیجے۔ سبائیوں نے اسی تحریک کو اور آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ حتی کہ ایک شہر کے لوگ صرف اپنے بارے میں مطمئن تھے۔ کہ ہم تو امن میں ہیں۔ دوسرا کوئی شہر ہماری طرح سلامتی اور امن کی زندگی بسر نہیں کر رہا ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ ان شہروں کے عاملین نے رعایا پر کیا کیا ظلم کے بازار گرم کر رکھے ہیں۔ جن کی خطوط کے ذریعہ پے درپے اطلاعات آ رہی ہیں۔

۲۔ چونکہ ہر شہر کے باسی اپنے بارے میں یہی سمجھتے تھے۔ کہ وہ با امن تھے۔ دوسرے شہر امن وامان کے مسئلہ سے دوچار رہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہر شہر میں امن تھا۔ اور ظلم وستم کی داستانیں فرضی تھیں۔

۳۔ ظلم وستم کی بذریعہ خطوط اطلاعات پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عدل وانصاف کے اعلیٰ تقاضوں کے پیش نظر فیصلہ فرمایا۔ کہ ایک فرمان جاری کیا جائے۔ جس میں واضح اعلان ہو۔ کہ اگر کسی فرد کو کسی علاقہ اور شہر کے عامل سے کوئی شکایت ہے۔ تو وہ اپنا دعوی پیش کر دے۔ اس کی پوری پوری داد رسی ہوگی۔ اور متعلقہ عامل سے اس کا

بدل لیا جائے گا۔ اور اس کے لیے موسم حج کا تعین کر دیا گیا۔ تاکہ کھلے بندوں ان شکایات کا ازالہ ہو جائے۔

ایسے عظیم فرمان پر چاہیئے تو یہ تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس شکایتوں اور درخواستوں کے انبار لگ جاتے۔ کیونکہ خطوط سے یہی نظر آرہا تھا۔ لیکن اتنی وسیع سلطنت سے کوئی ایک شکایت بھی نہ ہوئی۔ اور کسی عامل کے خلاف سچی تو کجا جھوٹی شکایت بھی موصول نہ ہوئی۔ جس سے بالکل واضح ہے۔ کہ اہل تشیع کے اس طعن کا کوئی وجود نہیں۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عامل بدکردار تھے۔ ان کی بدعملی اور بدکرداری حضرت عثمان کی شہادت کا سبب بنی۔ بلکہ آپ کے دورِ خلافت میں مثالی عدل تھا۔ اور عوام سکھ کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

۴۔ عبداللہ بن سبا اور اس کے چیلے چانٹوں کی خفیہ سازش تھی۔ کہ ہو نہ ہو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف فضا سازگار بنائی جائے۔ ان کے مقرر کردہ عمال کی من گھڑت ظالمانہ داستانیں مشہور کر دی جائیں حتیٰ کہ لوگ بدظن ہو کر ان کی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ لیکن یہ سازش پنپ نہ سکی۔ بالآخر ناکامی کی رسوائی سے بچنے کے لیے قتل کی سازش تیار ہوئی۔ اور اسی عبداللہ بن سبا نے یہ گھناؤنا فعل سرانجام دلوایا۔ مروان بن حکم کا اس معاملے میں کوئی دخل نہ تھا۔

سبائیوں نے جلیل القدر موجود صحابہ کرام کے نام سے جعلی خطوط لکھ کر لوگوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل پر ابھارا

البدایۃ والنہایۃ:۔

وَكَاتَبَ اَهْلُ مِصْرٍ وَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ وَ اَهْلُ الْبَصْرَةِ وَ تَرَاسَلُوْا وَ زُوِّرَتْ كُتُبٌ عَلٰى لِسَانِ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ بِالْمَدِيْنَةِ وَ عَلٰى لِسَانِ عَلِيٍّ وَ طَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرِ يَدْعُوْنَ النَّاسَ اِلٰى قِتَالِ عُثْمَانَ وَ نَصْرِ الدِّيْنِ وَ اَنَّهُ اَكْبَرُ الْجِهَادِ الْيَوْمَ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۷۳ ذکر مجی الاحزاب الی عثمان للمرۃ الثانیہ من مصر۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔ (عبداللہ بن سبا کے پیروکار) مصری، کوفی اور بصری لوگوں نے ایک

دوسرے کو خطوط لکھے اور ان خطوط کی نسبت مدینہ منورہ میں مقیم صحابہ کرام اور حضرت علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کی طرف کر دی ۔ یعنی ان حضرات کا نام لے کر لوگوں کو اکسانے کی کوشش کی۔ ان خطوط کا مضمون یہ تھا ۔ کہ لوگو! اٹھو اور عثمان کے خلاف صف آراء ہو جاؤ۔ اور دین کی مدد کرو۔ آج یہی جہاد اکبر ہے۔

معلوم ہوا۔ کہ خلافت عثمانی کے دور میں کسی شہر میں کوئی گڑبڑ نہ تھی ۔ بلکہ عبداللہ بن سبا اور اس کے ہم خیال لوگوں نے یہ سکیم چلائی تھی ۔ کہ صحابہ کرام کے نام سے مختلف شہروں میں خطوط تقسیم کیے جائیں ۔ جن میں لوگوں کو یہ تاثر دیا جا رہا تھا ۔ کہ حضرت عثمان کے خلاف اگرچہ عوام نہیں لیکن بڑے بڑے صحابہ کرام ان کی خلافت کو پسند نہیں کرتے ۔ اور خلاف شریعت سمجھتے ہیں ۔ لہٰذا ان کو معزول کرنے کے لیے محاذ آرائی سے بھی اجتناب نہ کیا جائے ۔ لیکن اس تمام سازش کا صحابہ کرام کو پتہ بھی نہ تھا ۔ کہ ہمارے نام سے لوگوں کو خط لکھ کر اکسایا جا رہا ہے ۔ جب ان خطوط کا عوام نے اثر قبول کیا ۔ تو چاروں اطراف کے سبائی مدینہ پر حملہ آور ہوئے ۔ اس کی تفصیل بھی البدایہ والنہایہ اور کامل ابن اثیر وغیرہ کتب میں یوں مرقوم ہے۔

الکامل فی التاریخ :

فَاَتَی الْمِصْرِیُّوْنَ عَلِیًّا وَ هُوَ فِیْ عَسْكَرٍ عِنْدَ اَحْجَارِ الزَّیْتِ مُتَقَلِّدًا سَیْفَهٗ وَ قَدْ اَرْسَلَ ابْنَهُ الْحَسَنَ اِلٰی عُثْمَانَ فِیْمَنِ اجْتَمَعَ اِلَیْهِ فَسَلَّمُوْا عَلَیْهِ وَعَرَضُوْا عَلَیْهِ فَصَاحَ بِهِمْ وَ طَرَدَهُمْ وَ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ

الصَّالِحُوْنَ اَنَّ جَيْشَ ذِى الْمَرْوَةِ وَ
جَيْشَ ذِى خُشُبٍ وَالْاَعْوَصِ مَلْعُوْنُوْنَ
عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَانْصَرَفُوْا عَنْهُ وَ اَتَى الْبَصْرِيُّوْنَ
طَلْحَةَ فَقَالَ لَهُمْ مِثْلَ ذٰلِكَ وَ
كَانَ قَدْ اَرْسَلَ اِبْنَيْهِ اِلٰى عُثْمَانَ
وَ اَتَى الْكُوْفِيُّوْنَ الزُّبَيْرَ فَقَالَ
لَهُمْ مِثْلَ ذٰلِكَ وَكَانَ قَدْ اَرْسَلَ
اِبْنَهٗ عَبْدَ اللّٰهِ اِلٰى عُثْمَانَ -

(۱- الکامل فی التاریخ جلد ۳ ص ۱۵۹،
ثم دخلت سنة خمس و
ثلاثین مطبوعہ بیروت - طبع جدید)
(۲- البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۷۴،
مطبوعہ بیروت - طبع جدید)
(۳- تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۰۴
مطبوعہ مصر - طبع جدید)

ترجمہ:۔

(ان جعلی اور فرضی خطوط کے نتیجے میں بصرہ، کوفہ اور مصر وغیرہ کے لوگ جب حضرت عثمان کے ساتھ مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔ تو ہر طرف سے تقریباً چار چار ہزار افراد پر مشتمل کا لشکر ترتیب دیا گیا۔ تاکہ مدینہ منورہ پر حملہ کیا جائے۔ ان

میں عبداللہ بن سبا بھی تھا۔ انہوں نے روانگی سے قبل باہم یہ طے کر لیا کہ کچھ لوگ مقام ذی خشب پر، کچھ مقام اعوص اور کچھ مقام ذی مروہ پر جمع ہوں گے۔ پھر وہاں سے اکٹھے مدینہ پر حملہ آور ہوں گے۔ چنانچہ اپنے اپنے مقرر مقام پر پہنچے۔ پھر انہوں نے اپنے اپنے آدمی مدینہ منورہ میں مقیم صحابہ کرام کے پاس بھیجے۔ تاکہ خفیہ طریقہ سے اُن کو اعتماد میں لیا جائے۔

مصری گروہ کے آدمی حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس وقت مقام "احجار زیت" میں تلوار لٹکائے کھڑے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنے بیٹے حسن کو حضرت عثمان کی طرف بھیجا۔ اور ان لوگوں کے جمع ہونے کی اطلاع فراہم کرنا چاہی۔ ان نمائندوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلام کیا۔ اور کچھ معروضات پیش کیں۔ آپ نے ان کو ڈانٹ پلائی۔ اور باہر نکال دیا۔ اور فرمایا۔ کہ صالحین یہ جان چکے ہیں۔ کہ مقام ذی مروہ، ذی خشب اور اعوص پر اکٹھے ہونے والے لشکر ملعون ہیں۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنتی کہا۔ یہ سن کر وہ نمائندے واپس لوٹ گئے۔ بصری لشکر کے نمائندے حضرت طلحہ کے پاس آئے۔ یہاں سے بھی انہیں وہی جواب ملا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ کوفی نمائندے حضرت زبیر کے پاس آئے۔ یہاں سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسا ہی جواب ملا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو جناب عثمان کی طرف بھیجا تھا۔

(تاکہ باغیوں کی انہیں اطلاع کر دی جائے۔ اور ان کے متعلق آپ کا ارشاد معلوم کریں۔)

حوالہ مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ یہ منصوبہ عبداللہ بن سبا یہودی کے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تھا۔ اور یہ بھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے سن چکے تھے۔ کہ جو لشکر مقام ذی مروہ، ذی خشب اور اعوص پر جمع ہو گا۔ وہ ملعون ہے۔ تو اس ملعون لشکر کے ہاتھوں جس کی موت آئے۔ وہ یقیناً شہید ہو گا۔ اس لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا یہی گروہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورِ نبوت سے دیکھ کر دی ہوئی یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ ایک برحق خلیفہ کو کہ جس کی خلافت میں کسی کو کوئی شکایت نہ تھی۔ اس سبائی لشکر نے کس طرح ظلماً شہید کیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب ابن سباء کا بناوٹی خط تھا نہ کہ مروان کی تحریر

گزشتہ حوالہ کی روشنی میں آپ معلوم کر چکے ہیں۔ کہ اس سبائی لشکر کو ہر جلیل القدر صحابی نے ملعون قرار دے کر واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ ان کے بھیجے ہوئے نمائندوں نے واپس لشکر میں پہنچ کر صورت حال بیان کی۔ لہٰذا اب ایک اور چال چلی جاتی ہے۔ وہ یہ کہ انہوں نے مل کر سوچا۔ اتنی دور سے جس مقصد کے لیے آئے ہیں۔ ناکام واپس لوٹنا مناسب نہیں۔ چنانچہ حالات کا جائزہ لیا گیا۔ مدینہ منورہ کی اکثریت حج پر چلی گئی۔ کچھ لوگ اپنی زمینوں اور اپنے مکانات کی طرف چلے گئے۔ کیونکہ ان تمام کو معلوم ہو چکا تھا۔ کہ سبائی لشکر واپس چلا گیا ہے۔ لہٰذا اب خطرہ ٹل گیا ہے۔ اِدھر

یہ اطمینان تھا۔ اور اُدھر سبائی لشکر نے موقعہ دیکھا۔ کہ اب بہت کم لوگ مدینہ میں رہ گئے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ اچانک ان پر حملہ کر دیا جائے۔ مدینہ کا محاصرہ کر لیا جائے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی طے کر لیا۔ کہ اگر مدینہ میں موجود حضرت علی، طلحہ، اور زبیر رضی اللہ عنہم اس بارے میں پوچھیں گے۔ کہ ہم نے تمہیں مدینہ سے چلے جانے کو کہہ دیا تھا۔ پھر یہ معاملہ کیا ہے؟ تو اس کا جواب ہمارے پاس یہ ہو گا۔ کہ ہم تو واپس جا رہے تھے۔ ہم میں سے جو گروہ مصر سے آیا تھا۔ واپسی پر اُسے حضرت عثمان غنی کا ایک غلام ملا۔ جو اتفاق سے انہی کی اونٹنی پر سوار تھا۔ جب اس کو پکڑ کر تلاشی لی گئی۔ تو ایک خط نکلا۔ جس پر حضرت عثمان غنی کی مہر لگی ہوئی تھی۔ اور وہ خط مصر کے گورنر عبدالرحمٰن بن ابی سرح کی طرف لکھا گیا تھا۔ مضمون یہ تھا۔ کہ یہ مصری جتھہ جونہی واپس پہنچے۔ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔ ہم نے یہ رقعہ پڑھا۔ تو ہم واپس پلٹ پڑے۔ حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے جب کوفیوں اور بصریوں سے پوچھا۔ تم کیوں واپس ہوئے؟ تو کہنے لگے۔ مصری ہمارے ساتھی ہیں۔ انہوں نے مدد کے لیے پکارا۔ لہٰذا ہم بھی ان کی مدد کی خاطر واپس آ گئے۔ یہ واقعات و حالات ہمارے ذہن کی اختراع نہیں۔ بلکہ اس پر تاریخی شواہد موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

البدایۃ والنہایۃ:

قَالَ عَلِيٌّ لِاَهْلِ مِصْرَ مَا رَدَّكُمْ بَعْدَ ذِهَابِكُمْ وَرُجُوْعِكُمْ مِنْ رَّأْيِكُمْ فَقَالُوْا وَجَدْنَا مَعَ بَرِيْدٍ كِتَابًا بِقَتْلِنَا وَكَذٰلِكَ قَالَ الْبَصْرِيُّوْنَ لِطَلْحَةَ وَالْكُوْفِيُّوْنَ لِلزُّبَيْرِ وَقَالَ

أَهْلُ كُلِّ مِصْرٍ إِنَّمَا جِئْنَا بِنَصْرِ أَصْحَابِنَا فَقَالَ لَهُمُ الصَّحَابَةُ كَيْفَ عَلِمْتُمْ بِذٰلِكَ مِنْ أَصْحَابِكُمْ وَقَدْ افْتَرَقْتُمْ وَصَارَ بَيْنَكُمْ مَرَاحِلُ إِنَّمَا هٰذَا أَمْرٌ اتَّفَقْتُمْ عَلَيْهِ فَقَالُوا ضَعُوهُ عَلَىٰ مَا أَرَدْتُمْ لَا حَاجَةَ لَنَا فِي هٰذَا الرَّجُلِ لِيَعْتَزِلْنَا وَنَحْنُ نَعْتَزِلُهُ يَعْنُونَ أَنَّهُ إِنْ نَزَلَ عَنِ الْخِلَافَةِ تَرَكُوهُ آمِنًا۔

(البدایۃ والنہایۃ۔ جلد ۷ ص ۱۷۴
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی عنہ نے مصریوں سے پوچھا۔ جب تم واپس جا چکے تھے۔ اور تمہارے ارادے تبدیل ہو چکے تھے۔ تو پھر واپسی کیوں ہوئی؟ کہنے لگے۔ ہم نے ایک چٹھی رساں سے ایک خط پایا جس میں ہمارے قتل کا حکم دیا گیا تھا۔ یہی بہانہ کوفیوں نے حضرت زبیر سے اور بصریوں نے حضرت طلحہ سے کہا۔ ہر شہر کے آدمیوں نے کہا۔ کہ ہم اپنے دوستوں کی مدد کے لیے آئے ہیں۔ اس پر حضرات صحابہ کرام نے ان سے پوچھا تمہیں اپنے ساتھیوں کی یہ خبر کیسے ملی۔ حالانکہ تم ایک دوسرے سے بہت دور جا چکے تھے۔ کئی منزلوں کی مسافت طے کر چکے تھے۔ یوں لگتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ تم نے ایک منصوبہ کے تحت کیا ہے۔ وہ بولے

اچھا جو تم سمجھو لیکن ہمیں اس شخص (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ) سے کوئی سروکار نہیں۔ تاکہ وہ ہم سے الگ ہو جائے۔ اور ہم اس سے جدا ہو جائیں۔ ان الفاظ سے ان (سبائیوں) کا مقصد یہ تھا۔ کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ تو ہم انہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ وہ امن میں ہوں گے۔

تاریخ طبری:۔

قَالَ ثُمَّ رَجَعَ الْوَفْدُ الْمِصْرِيُّوْنَ رَاضِيْنَ فَبَيْنَا هُمْ فِي الطَّرِيْقِ اِذَا هُمْ بِرَاكِبٍ يَتَعَرَّضُ لَهُمْ ثُمَّ يُفَارِقُهُمْ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ ثُمَّ يُفَارِقُهُمْ وَ يُشِيْتُهُمْ قَالَ قَالُوْا لَهٗ مَالَكَ اِنَّ لَكَ اَمْرًا مَا شَانُكَ قَالَ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى عَامِلِهٖ بِمِصْرَ فَفَتَّشُوْهُ فَاِذَا هُمْ بِالْكِتَابِ عَلٰى لِسَانِ عُثْمَانَ عَلَيْهِ خَاتِمُهٗ اِلٰى عَامِلِهٖ بِمِصْرَ اَنْ يُصَلِّبَهُمْ اَوْ يَقْتُلَهُمْ اَوْ يَقْطَعَ اَيْدِيَهُمْ وَ اَرْجُلَهُمْ مِنْ خِلَافٍ قَالَ فَاَقْبَلُوْا حَتّٰى قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ قَالَ فَاَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوْا اَلَمْ تَرَ

اِلٰی عَدُوِّ اللّٰہِ اَنَّہٗ کَتَبَ فِیْھَا بِکَذَا وَکَذَا وَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَلَّ دَمَہٗ فَثُمَّ مَعَنَا اِلَیْہِ قَالَ وَ اللّٰہِ لَا اَقُوْمُ مَعَکُمْ اِلٰی اَنْ قَالُوْا فَلِمَ کَتَبْتَ اِلَیْنَا فَقَالَ وَ اللّٰہِ مَا کَتَبْتُ اِلَیْکُمْ کِتَابًا قَطُّ قَالَ فَنَظَرَ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ ثُمَّ قَالَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ اَلِھٰذَا تُقَاتِلُوْنَ اَوْ لِھٰذَا تَغْضَبُوْنَ قَالَ فَانْطَلَقَ عَلِیٌّ فَخَرَجَ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ اِلٰی قَرْیَۃٍ۔

(۱۔ تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۰۷ تا ۱۰۸
مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔

مصری وفد راضی خوشی روانہ ہوا۔ دورانِ سفر راستہ میں انہیں ایک اونٹنی سوار ملا۔ یہ سوار کبھی ان کے سامنے آجاتا۔ کبھی دائیں بائیں ہو جاتا۔ کبھی ان کے پیچھے ہو لیتا۔ ان مصریوں نے اُسے روک کر پوچھا۔ ہمیں دال میں کالا کالا نظر آتا ہے۔ تو کون ہے۔ اور کیا کام ہے؟ اس نے کہا۔ میں امیرالمومنین حضرت عثمان کا قاصد ہوں۔ اور ان کے گورنر کی طرف جا رہا ہوں۔ جو اس وقت مصر میں اپنے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ ان مصریوں نے اس کی تلاشی لی۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک رقعہ نکلا۔ جس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مہر لگی تھی۔ ان کی طرف سے مصر کے گورنر کو لکھا تھا۔ کہ یہ مصری قافلہ جونہی وہاں پہنچے۔ اسے سولی چڑھا دیا جائے

یا قتل کر دیا جائے۔ یا ان کے ہاتھ پاؤں برخلاف کاٹ دیئے جائیں۔ (یہ دیکھ کر) مصری واپس مدینہ لوٹ آئے۔ حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کیا آپ اللہ کے اس دشمن (حضرت عثمان) کو نہیں دیکھتے۔ کہ اُس نے ہمارے متعلق یوں یوں لکھا ہے۔ یقیناً اللہ نے اس کا خون گرانا ہم پر مباح کر دیا ہے۔ اٹھیئے اور اس کی طرف ہمارے ساتھ چلیئے۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم! میں تمہارے ساتھ جانے کے لیے تیار نہیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے کہا۔ تو پھر ہماری طرف یہ کیوں لکھا گیا۔ کہنے لگے۔ اللہ کی قسم! میں نے تمہاری طرف ہرگز کوئی رقعہ نہیں لکھا۔ یہ سُن کر بعض نے بعض کی طرف دیکھا۔ پھر ایک دوسرے کو کہا۔ کیا اس شخص کے لیے لڑ رہے ہو۔ کیا اس کے لیے غضب ناک ہو رہے ہو۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ وہاں سے چل دیئے۔ اور مدینہ منورہ سے باہر ایک بستی کو روانہ ہو گئے۔

مذکورہ عبارات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ مصری لوگ جس خط کو لے کر واپس مدینہ لوٹے۔ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا نہ تھا۔ اور نہ ہی مروان بن الحکم کی طرف سے تھا۔ بلکہ یہ تانا بانا عبد اللہ بن سبا ر کا بُنا ہوا تھا۔

۲۔ حضرت علی المرتضٰے، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم چونکہ

اس خط کی حقیقت جان چکے تھے۔ اس لیے ان حضرات نے عبداللہ بن سبا کے پیروکاروں سے دریافت کیا۔ کہ خط تو صرف مصریوں کے ہاتھ لگا۔ دوسری طرف کے جانے والوں کو اس خط کا کیسے علم ہو گیا۔ حالانکہ یہ ایک دوسرے سے منزلوں دُور ہو چکے تھے۔ پھر اکٹھے ہی واپس لوٹتے ہو۔ ؟ ان باتوں سے صاف ظاہر کہ حضرات صحابہ کرام سمجھ چکے تھے۔ کہ خط جناب عثمان یا مروان کا نہیں ان کی اپنی سازش ہے۔

۳۔ پھر جب ان سبائیوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ حضرت عثمان غنی اس خط کی تحریر کی بنا پر مباح الدم ہو چکے ہیں۔ تو حیدر کرار نے قسمیہ فرمایا۔ کہ میں ہرگز چلنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ کیونکہ آپ جان چکے تھے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بے قصور ہیں۔ یہ ان سبائیوں کی شرارت ہے۔

۴۔ سبائیوں کی سازش اس طرح شروع ہوئی کہ انہوں نے صحابہ کرام کی طرف سے فرضی خطوط مختلف ممالک کے باشندوں کو لکھے۔ جن میں ایک ہی بات پر زور دیا گیا وہ یہ کہ حضرت عثمان خلافت کے اہل نہیں۔ لہٰذا تم اکٹھے ہو کر مدینہ منورہ آؤ۔ تاکہ ان سے خلافت چھینی جائے۔ لوگوں نے ان خطوط کو سچ جانا۔ اور سبائیوں کے پروپیگنڈا میں آکر مدینہ منورہ آگئے۔ جب یہ لوگ یہاں پہنچے۔ تو حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر سے ملاقات کی۔ تاکہ اپنی آمد کی اطلاع کر دیں۔ یہاں معاملہ اُلٹ تھا۔ ان صحابہ کرام نے آنے والوں سے پوچھا۔ تمہارا اس طرح مسلح ہو کر آنا کس لیے ہے۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی اُن کو کوئی خط نہیں لکھا، تو بڑے پشیمان ہوئے۔ اور افسوس بھی ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے خطوط لکھ کر بلوایا۔ اور اب صاف صاف انکار

کر رہے ہیں۔ آخری حربہ کے طور پر کہا۔ اے علی! دیکھئے عثمان نے ہمارے قتل کا حکم لکھ دیا۔ یہ رقعہ ان کا غلام مصر کے گورنر کے پاس لے جا رہا تھا۔ اتفاقیہ ہم نے اسے پکڑ لیا۔ ورنہ مصر پہنچ کر ہمارا خاتمہ کر دیا جاتا۔ تو آپ نے خود خط لکھ کر بلایا۔ اور عثمان نے قتل کا حکم صادر کر دیا ہے۔ اب آپ اٹھیں۔ اور ہمارے ساتھ چلیں۔ تاکہ حضرت عثمان کو دستبردار کر سکیں۔ اور اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کس نے تمہیں خطوط لکھے۔ خدا کی قسم! میں نے تمہیں ایک بھی خط نہیں لکھا۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبان اقدس سے ان سبائیوں نے یہ سنا۔ تو ششدر رہ گئے۔ اور ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اور کہنے لگے۔ اچھا یہ ہے وہ معاملہ کہ جس کی خاطر تم لڑنے آئے ہو۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ سب خطوط عبداللہ بن سبا اور اس کے کارندوں کے لکھے ہوئے تھے۔ انہی خطوط میں ایک خط یہ بھی تھا۔ جو مصریوں کے واپس آنے کا بہانہ بنا۔ اس خط کو نہ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا تھا۔ اور نہ ہی مروان بن حکم کی یہ تحریر تھی۔ اس پر مزید ثبوت ملاحظہ ہو۔

عبداللہ بن سبا کے نقلی خطوط پر شہادتیں

شہادت نمبر (۱):

البدایۃ والنہایۃ:

اَنَّ الصَّحَابَۃَ کَتَبُوْا اِلَی الْاٰفَاقِ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ
یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْقُدُوْمِ عَلٰی عُثْمَانَ

لِيُبَايِعُوْهُ وَهٰذَا كَذِبٌ عَلَى الصَّحَابَةِ وَاِنَّمَا كُتِبَتْ كُتُبٌ مُزَوَّرَةٌ عَلَيْهِمْ كَمَا كَتَبُوْا مِنْ جِهَةِ عَلِيٍّ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ اِلَى الْخَوَارِجِ كُتُبًا مُزَوَّرَةً عَلَيْهِمْ اَنْكَرُوْهَا وَهٰكَذَا زُوِّرَ هٰذَا الْكِتَابُ عَلٰى عُثْمَانَ اَيْضًا فَاِنَّهُ لَمْ يَاْمُرْ بِهٖ وَلَمْ يَعْلَمْ بِهٖ اَيْضًا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۷۵، ذکر مجئ الاحزاب الی عثمان مرۃ ثانیۃ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

مدینہ منورہ سے صحابہ کرام نے مختلف اطراف میں خطوط لکھے۔ جن میں لوگوں کو یہ حکم دیا گیا تھا۔ کہ تم سب مدینہ آؤ۔ تاکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کر کے ان کو خلافت سے دستبردار کیا جائے۔ یہ مضمون اور یہ بات صحابہ کرام پر ایک بہت بڑا جھوٹ کہا گیا ہے۔ جو کچھ ہوا۔ وہ یہ کہ یہ تمام خطوط ان کی طرف سے من گھڑت ناموں کے ذریعہ لکھے گئے۔ جیسا کہ حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کی طرف سے ان کے فرضی ناموں سے خارجیوں کی طرف خطوط لکھے گئے۔ ان حضرات نے ایسے تمام خطوط کا انکار کیا۔ اور اسی طرح یہ رقعہ بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف من گھڑت طور پر منسوب کیا گیا۔ کیونکہ نہ تو آپ نے اس کا حکم دیا۔

اور نہ ہی آپ کو اس کا علم تھا۔

شہادت نمبر ۲:۔

مقدمہ ابن خلدون:۔

فَانْصَرَفُوْا قَلِیْلًا ثُمَّ رَجَعُوْا وَقَدْ لَبِسُوْا بِکِتَابٍ مُدَلَّسٍ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ لَقُوْهُ فِیْ یَدِ حَامِلِهٖ اِلٰی عَامِلِ مِصْرَ بِاَنْ یَقْتُلَهُمْ وَحَلَفَ عُثْمَانُ عَلٰی ذٰلِكَ فَقَالُوْا مَكِّنَّا مِنْ مَرْوَانَ فَاِنَّهٗ كَاتِبُكَ فَحَلَفَ مَرْوَانُ فَقَالَ لَیْسَ فِی الْحُكْمِ اَكْثَرُ مِنْ هٰذَا فَحَاصَرُوْهُ بِدَارِهٖ ثُمَّ بَیَّتُوْهُ عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنَ النَّاسِ وَقَتَلُوْهُ وَانْفَتَحَ بَابُ الْفِتْنَةِ۔

(مقدمہ ابن خلدون ص ۲۱۵ تا ۲۱۶۔
مطبوعہ مصر)
(مقدمہ ابن خلدون۔ ص ۳۸۱ ۳۸۲
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔

پھر سبائی لوگ حضرات صحابہ کرام سے مایوس ہو کر لوٹ گئے۔ پھر جلدی ہی واپس آ گئے۔ اب ان کے پاس ایک من گھڑت رقعہ بھی

تھا۔ جس کے بارے میں ان کا خیال تھا۔ کہ یہ خط مصر کے گورنر کے نام لکھا ہوا ہے۔ اور اس میں انہیں قتل کر دینے کا حکم تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی۔ کہ یہ خط میرا نہیں۔ پھر انہوں نے مطالبہ کیا۔ کہ مروان کو ہمارے سپرد کرو۔ اس کی شرارت ہو گی۔ اس پر مروان نے بھی قسم اٹھائی۔ کہ میری تحریر نہیں۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ از روئے شرع منکر پر صرف قسم ہی ہوتی ہے۔ (اور وہ اٹھا لی گئی ہے۔ اس لیے اب تمہیں تسلی ہو جانی چاہیے۔ (یہ دیکھ کر) ان سبائیوں نے حضرت عثمان کے گھر کا گھیراؤ کر لیا۔ اور رات کے وقت لوگوں کی بے خبری کی وجہ سے حضرت عثمان کو شہید کر دیا گیا۔ یوں ان سبائیوں نے فتنہ کا دروازہ کھول دیا۔

خلاصہ کلام:۔

معترض نے اہل سنت وجماعت کی دو کتب (البدایہ والنہایہ، تاریخ طبری) سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ان کے گورنروں میں سے ایک بدکردار گورنر مروان کے خط کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اس اعتراض کو بڑے زور و شور سے بیان کیا گیا۔ لیکن ناظرین کرام ہم نے جب انہی دو کتب کی اصلی عبارات پیش کیں۔ تو بات کچھ اور نکلی۔ وہ یہ تھی۔ کہ شہادتِ عثمان غنی کا اصل سبب عبداللہ بن سبا کا خط تھا۔ اور اس امر کی تائید کتب شیعہ نے بھی کر دی۔ عبداللہ بن سبا یہودی المذہب تھا۔ ایک سازش کے تحت مسلمان ہوا۔ اور اپنے معتقدین بنا لینے کے بعد مصر میں اس نے مذہب شیعہ کے اصول وضع کیے۔ اس نے یہودیوں کا بدلہ لینے کے لیے ملت اسلامیہ کے خلاف ایک سازش تیار کی۔ کیونکہ اس کو اور

اس کے ہم مذہبوں کو مدینہ منورہ سے ان کی شرارتوں کی وجہ سے خیبر اور فلسطین کی طرف نکال دیا گیا تھا۔ اس کا بدلہ لینے کے لیے ایک سازش کے تحت اس نے مذہب شیعہ کی بنیاد رکھی، رجعت کا عقیدہ پھیلایا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اور وصی ثابت کرنے کے لیے فضا سازگار کرنا شروع کر دی۔ اس کے لیے مختلف ممالک کی طرف رقعہ جات بھیجے۔ جن میں نام تو صحابہ کرام کا تھا۔ لیکن ان حضرات کو اس کی خبر تک نہ تھی۔ ان رقعہ جات کے لیے عام مسلمانوں کو خلیفۂ وقت حضرت عثمان کے خلاف اکسایا گیا۔ اور ان سے خلافت چھیننے کی ترغیب دلائی گئی۔ کیونکہ ان کے بقول حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اقربا پروری کی اور اپنے گورنروں کو ظلم وستم کرنے کی کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ امت مسلمہ کے حقوق پامال کیے جا رہے تھے۔ بیت المال کو اپنی مرضی اور اپنے مفاد کے لیے استعمال کیا جا رہا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

جب اس کی چال کامیاب ہوئی۔ تو مصر، شام، کوفہ وغیرہ سے ہزاروں آدمی، حضرت عثمان سے خلافت چھیننے پر تیار ہو گئے۔ ان کو منظم کیا اور ان کا لبیس ہزار کا لشکر جمع کر کے مدینہ منورہ پر چڑھائی کا ارادہ کر کے مدینہ کے قریب آ گئے۔ مدینہ منورہ میں مقیم صحابہ کرام حضرت علی و طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم سے مدد طلب کی۔ انہیں ساتھ ملانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ ایک اور چال چلی۔ اور ایک فرضی من گھڑت رقعہ کے پکڑنے کا دعویٰ کر کے حضرت عثمان کو معزول کرنے کی دوبارہ کوشش کی۔ صحابہ کرام نے ان ملعونوں کا ساتھ نہ دیا۔ حضرت عثمان، حضرت علی و دیگر حضرات نے رقعہ جات کی تحریر و ترسیل سے حلفیہ انکار کر دیا۔ تو کچھ لوگ مایوس ہو گئے۔ لیکن آخر وہ کچھ کرنا تھا۔ جو ان کی سازش تھی۔ رات کو حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ مدینہ کی اکثریت اس وقت گھروں پر موجود نہ تھی۔ کچھ اپنے کاروبار کے سلسلہ میں باہر تھے۔ اور بہت سے حج کرنے چلے گئے تھے۔ ایسے میں ان لوگوں نے محاصرہ کر

لیا۔ حضرت علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم نے اپنے بیٹوں کو جناب عثمان کی حفاظت کی خاطر بھیجا۔ دروازے کی طرف ان کا پہرہ تھا۔ لیکن سبائیوں نے حضرت عثمان کو شہید کرنے کے لیے دروازے کی بجائے مکان کے پیچھے سے آنا بہتر سمجھا۔ وہ پیچھے سے مکان پر چڑھے۔ اور آکر حضرت عثمان کو شہید کر دیا۔

اس خلاصہ سے جو کہ اپنی اور اہل تشیع کی معتبر کتب سے ہم نے پیش کیا ہے اس امر کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ان کے کاتب مروان کے خط کی وجہ سے رونما نہیں ہوئی۔ کیونکہ مروان نے حلفیہ اس قسم کی تحریر سے انکار کر دیا تھا۔ بلکہ شہادت کا سبب درحقیقت عبداللہ بن سبا کے جعلی اور نقلی خطوط تھے جو ایک گہری سازش کی پیداوار تھے۔

جواب دوم

قصور مروان کا اور شہید حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کر دیئے گئے۔ یہ کیوں؟

پچھلے اوراق میں ہم نے تفصیل سے ان حالات کو بیان کیا۔ جن سے دوچار ہو کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ یہ تحریک جیسے عبداللہ بن سبا کی سرکردگی میں چلایا گیا۔ نہ اس کا دینی طور پر کوئی جواز تھا اور نہ ہی سیاسی طور پر اسے کوئی ذی فہم درست قرار دے سکتا ہے۔ اگر اس میں معمولی سی بھی

صداقت ہوتی۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تائید اسے ضرور حاصل ہوتی۔ اور ان میں سے کوئی بھی حضرت عثمان کی حفاظت کا اہتمام نہ کرتا۔ اس کے برعکس حضرات صحابہ کرام اور دیگر اہل خواہان ملت اسلامیہ کو شہادت عثمان کی وجہ سے انتہائی صدمہ پہنچا۔ ان حالات کے باوجود اگر شیعہ معترض کا یہی خیال ہو۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ان کے عاملین کے ظلم و ستم کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئی۔ اور خاص کر مروان جیسے بدکردار کو منشی بنانا اس کی بنیادی وجہ تھی۔ تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے۔ کہ اگر یہ درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کرنے والوں کو مروان کا رُخ کرنا چاہئے تھا۔ اس کے مکان کو گھیرے میں لینا چاہیئے تھا۔ لیکن یہ حقیقت ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کے مکان کا محاصرہ کرنے والوں کو مروان کے متعلق قطعاً کوئی علم نہ تھا۔ جب ان سبائیوں نے حضرت عثمان غنی کے مکان کا گھیراؤ کر رکھا تھا۔ اس وقت مروان بھی حضرت عثمان کے دروازہ پر کھڑا ان کی حفاظت کے لیے پہرا دے رہا تھا۔ اس کے باوجود بلوائیوں نے مروان کو کچھ بھی نہ کہا۔ بلکہ الٹے مکان کی پچھلی طرف سے کود کر حضرت عثمان پر حملہ آور ہوئے۔ ان بلوائیوں کا یہ طریقہ بھی اس امر کی شہادت دیتا ہے۔ کہ ان کا مقصد صرف اور صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی معزولی یا شہادت تھا۔ مروان کی طرف سے لکھا جانے والا نقلی خط نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان سبائی بلوائیوں کا مطالبہ یہی تھا کہ عثمان اگر خلافت چھوڑ دیتے ہیں۔ تو ہماری طرف سے وہ امن میں ہیں۔ البدایہ والنہایہ کے الفاظ پر غور فرمائیں۔ تو یہی بات نکھر کر سامنے آتی ہے۔

فقالوا اصعدوا علی ما اردتم ولا حاجة لنا فی هذا الرجل لیعتزلنا ونحن نعتزله یعنون انه ان نزل عن الخلافة تركوه امنا۔

ترجمہ: ان بلوائیوں کو صحابہ کرام نے فرمایا کہ جس خط کا تم تذکرہ کر رہے ہو۔

وہ مروان کا نہیں۔ بلکہ یہ تمہاری ایک مشترکہ سازش ہے۔ اس پر ان لوگوں نے کہا۔ اس خط کے بارے میں تم جو مرضی ہیں آئے کہو۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے۔ کہ ہمیں عثمان غنی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ہم سے الگ ہو جائے۔ اور ہم اس سے کوئی غرض نہیں رکھتے

یعنی اگر وہ خلافت سے دستبردار ہو جاتا ہے۔ تو ہماری طرف سے کوئی کاروائی نہ ہو گی۔ بلکہ امن ہو گا۔

یہ الفاظ ان سبائی بلوائیوں کی اصل غرض کو صاف صاف بیان کر رہے ہیں۔ نہ کہیں مروان کا ذکر ہوا۔ نہ اس کے خط کے انتقام کا مسئلہ اٹھا۔ اگر واقعی مروان کا خط باعث شرارت ہوتا۔ تو پھر اس کی خبر لی جاتی۔ اس کے گھر کا محاصرہ کیا جاتا۔ اس کے قتل کی سازش کی جاتی۔ اس کے سپرد کرنے کا مطالبہ ہوتا۔ اس کی معزولی پر زور دیا جاتا۔؟ لیکن ان میں سے کوئی بھی مطالبہ نہ کیا گیا۔ مطالبہ تھا تو صرف حضرت عثمان کی معزولی اور خلافت سے دستبرداری۔

بلکہ اس سے ذرا آگے کے حالات دیکھیں۔ تو صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ ان سبائیوں کو مروان سے کوئی شکایت نہ تھی۔ جب اس واقعہ کے بعد جنگ جمل ہوئی۔ اور اس جنگ میں ہی مروان پکڑا گیا۔ اور قیدی بن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔

تو حسنین کریمین نے اس کی رہائی کی سفارش کی۔ جس کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قبول فرما کر رہا کر دیا۔ ثبوت ملاحظہ ہو اگلے صفحہ پر۔

نہج البلاغہ:۔

أُخِذَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ أَسِيْرًا يَوْمَ الْجَمَلِ فَاسْتَشْفَعَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ إِلَى أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَكَلَّمَاهُ فِيْهِ فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ۔

(۱۔ نہج البلاغہ ص ۱۰۲ خطبہ نمبر ۷۳ مطبوعہ بیروت چھوٹا سائز)

(۲۔ مروج الذہب جلد ۲ ص ۳۶۸ ذکر جنگ جمل)

ترجمہ:۔

مروان بن الحکم کو جنگ جمل میں قیدی بنا لیا گیا۔ تو امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے اس کی رہائی کی سفارش کی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بحث و تمحیص کے بعد اس کی رہائی کا حکم دے دیا۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرات حسنین کریمین اس بات کو بخوبی جانتے تھے۔ کہ مروان بن الحکم کا شہادت عثمان میں کوئی دخل نہیں۔ اور نہ ہی اس کی وجہ سے یہ واقعہ رونما ہوا۔ اگر ان حضرات کو اس معاملہ کی معمولی بھی تصدیق ہوتی۔ کہ مروان بن الحکم ہی وہ آدمی ہے۔ کہ جس کے خط کی وجہ سے حضرت عثمان غنی کی شہادت کا حادثہ فاجعہ رونما ہوا۔ تو نہ اس کی سفارش کی جاتی۔ نہ حضرت علی المرتضیٰ اس کی رہائی کا حکم دیتے۔

اس سے ذرا اور آگے چلیں۔ تو کتب شیعہ میں اس امر کی تائید موجود ہے۔

کہ یہی مروان بن الحکم ہے کہ حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما نے اس کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں۔ اسے امامت کے منصب پر برقرار رکھا۔

جواب سوم

مروان اگر بدکردار تھا۔ تو حسنین کریمین نے اس کی اقتداء میں نمازیں کیوں ادا فرمائیں

بحار الانوار:۔

عَنْ مُوْسیٰ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِیْهِ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ قَالَ کَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ یُصَلِّیَانِ خَلْفَ مَرْوَانَ بْنِ الْحَکَمِ فَقَالُوْا لِاَحَدِهِمَا مَا کَانَ اَبُوْكَ یُصَلِّیْ اِذَا رَجَعَ اِلَی الْبَیْتِ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا کَانَ یَزِیْدُ عَلٰی صَلٰوۃٍ۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۴۴ ص ۱۲۳۔ مطبوعہ تہران۔ طبع جدید۔ حیاۃ السبطین)

(۲۔ بحار الانوار جلد ۴۴ ص ۱۴۰ مطبوعہ ایران طبع قدیم۔ ابواب تاریخ مایختص بالحسن بن علی)

ترجمہ:-

موسیٰ بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں مروان بن الحکم کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے۔ دونوں نے ان میں سے [illegible] سے پوچھا۔ آپ کے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب مسجد میں نماز باجماعت پڑھ کر گھر میں تشریف لاتے تو کیا وہ دوبارہ نماز لوٹایا کرتے تھے؟ [illegible] فرض نماز ایک سے زیادہ بار نہیں پڑھا کرتے تھے۔ [illegible] نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اسے ہی کافی سمجھتے جو حضرات [illegible] کی اقتدار میں پڑھتے۔)

لمحۂ فکریہ:-

برسبیل تذکرہ یہ بھی عرض کرتے جائیں [illegible] کے نزدیک نماز ایسی اہم عبادت ہے۔ کہ کبھی کسی [illegible] آپ کو یاد ہوگا۔ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ [illegible] نماز [illegible] ہی تھی۔ تو اس پر انہیں دکھ ہوا۔ جس کا مداوا یوں کیا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ [illegible] حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء سے سورج واپس عصر کے وقت پر لا کھڑا کیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا فرمائی۔ ادھر امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں تھے۔ چاروں طرف شہیدوں کی لاشوں کے ڈھیر لگے تھے۔ خود زخمی تھے۔ لیکن نماز قضاء نہ ہونے دی۔ ان حضرات کے بارے میں یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے۔ کہ جو نمازیں انہوں نے خلفائے ثلاثہ یا مروان کی اقتدار میں پڑھیں۔ وہ از روئے تقیہ تھیں۔ جب ان نمازوں کو لوٹایا بھی نہیں اور بقول کسے یہ ادا بھی بطور تقیہ کیں۔ جو ادا نہ ہونے کے برابر ہیں۔ تو پھر اتنی کثیر تعداد میں نمازوں کی

امران سے کیونکر متوقع ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان حضرات کے ان ارشادات کی طرف دیکھیں۔ جو تارکِ نماز کے بارے میں ان سے منقول ہیں۔ تو بالکل بات واضح ہو جاتی ہے کہ نماز ان سے متوقع ہی نہیں ہو سکتی۔

(انوار نعمانیہ، جلد دوم ص ۳۰۹ - ۳۱۰ پر مرقوم ہے)

وہ تارکِ نماز کے چہرہ کو دیکھ کر خوش ہونے والا ایسا ہے۔ کہ اس نے سات مرتبہ بیت المعمور کو گرایا ہو۔ ایک ہزار مقرب فرشتوں کو قتل کیا ہو۔ ایک ہزار انبیائے کرام کا قاتل ہو۔ جو بے نماز ہے۔ نہ اس کا ایمان نہ اس کا اسلام۔ جس نے ستر قرآن کریم کے نسخہ جات جلائے، ستر انبیاء کرام کو قتل کیا۔ اپنی سگی ماں سے ستر مرتبہ زنا کیا، ستر کنواری عورتوں سے زنا کیا یہ شخص اللہ کی رحمت سے اتنا دور نہیں۔ جتنا کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا ہے۔ اس قدر اہم عبادت کو ضائع کرنا ان ائمہ کے متعلق آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔ تو پھر حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جب مروان بن الحکم کی اقتداء میں نمازیں ادا فرماتے رہے ہوں۔ جیسا کہ "بحار الانوار" کی عبارت سے عیاں ہے۔ پھر گھر آکر انھیں لوٹایا بھی نہ تو اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مروان بن الحکم ان کے نزدیک مردِ منافق نہ تھا۔ بدکردار اور ظالم و فاجر نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو نہ اس کی اقتداء کرتے۔ اور نہ ہی اپنے مرنے والوں کی نماز جنازہ اس سے پڑھواتے۔ آپ کو یاد ہوگا۔ کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت ام کلثوم کا انتقال ہوا۔ اور نماز جنازہ کی باری آئی۔ تو امام موصوف نے اسی مروان بن الحکم کو امام بنایا۔

قرب الاسناد:۔

اخبرنا عبد اللہ بن محمد قال اخبرنا

مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُوْسیٰ بْن اِسْمَاعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ لَمَّا تُوُفِّیَتْ اُمُّ کُلْثُوْمٍ بِنْتُ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ خَرَجَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَکَمِ وَهُوَ اَمِیْرٌ یَوْمَئِذٍ عَلَی الْمَدِیْنَةِ فَقَالَ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ لَوْلَا السُّنَّةُ مَا تَرَکْتُهٗ یُصَلِّیْ عَلَیْهَا۔

(قرب الاسناد ص ۲۱۰ باب من احق بالصلوٰۃ علی المیت مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

(بحذف الاسناد) امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب سیدہ ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ تو مروان بن الحکم بھی جنازہ کے ساتھ نکلا۔ وہ ان دنوں مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت نہ ہوتی۔ (یعنی میت کی نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حق دار وقت کا گورنر و خلیفہ ہے۔) تو ام کلثوم کی نماز جنازہ اسے نہ پڑھانے دیتا۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے نزدیک مذکور مروان بن الحکم مسلمان تھا۔ اگر کافر یا فاسق و فاجر ہوتا۔ تو یزید کی بیعت نہ کرنے والے اور حق پر ڈٹے رہنے پر شہادت کی موت پانے والے کبھی اس کے پیچھے نمازیں نہ پڑھتے

اور نہ ہی نماز جنازہ کا امام بناتے۔ لیکن خود کتب شیعہ یہ بات ثابت کر رہی ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ مروان بن الحکم حضرات ائمہ اہل بیت کے نزدیک صاحب کردار اور مسلمان گورنر تھا۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کی مروان سے رشتہ داری اس کے صحیح مسلمان ہونے کی شہادت ہے

اہل سنت و اہل تشیع دونوں کی معتبر کتب میں مروان بن الحکم اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کے درمیان رشتہ ناطہ کے متعدد واقعات موجود ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مروان بن الحکم صرف حسنین کریمین کا پسندیدہ نہ تھا۔ بلکہ آپ کی اولاد بھی اُس کو انہی نظروں سے دیکھتی تھی۔ جن نظروں سے امام حسن و حسین اسے دیکھا کرتے تھے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

عمدۃ الطالب:۔

وَكَانَ لِزَيْدٍ بِنْتٌ اِسْمُهَا نَفِيْسَةُ خَرَجَتْ اِلَى الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ فَوَلَدَتْ مِنْهُ وَمَاتَتْ بِمِصْرَ وَلَهَا هُنَالِكَ قَبْرٌ يُزَارُ وَهِيَ الَّتِيْ تُسَمِّيْهَا اَهْلُ مِصْرَ (الست نفیسه) وَيُعَظِّمُوْنَ شَانَهَا وَيُقْسِمُوْنَ بِهَا وَقَدْ قِيْلَ اِنَّهَا خَرَجَتْ اِلَى

عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ وَاِنَّهَا مَاتَتْ حَامِلًا مِنْهُ وَالْاَصَحُّ الْاَوَّلُ وَكَانَ زَيْدٌ يَعِدُ عَلَى الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ وَيُقْعِدُهُ عَلٰى سَرِيْرِهٖ وَيُكْرِمُهُ لِمَكَانِ اِبْنَتِهٖ وَوَهَبَ لَهُ ثَلَاثِيْنَ اَلْفَ دِيْنَارٍ رَفْعَةً وَّاحِدَةً۔

(۱۔ عمدۃ الطالب ص ۷۰
مطبوعہ قم ایران)
(۲۔ ناسخ التواریخ جلد دوم حالات امام
حسن مجتبیٰ ص ۲۷۹ مطبوعہ تہران)
(۳۔ طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۴۴
نجف اشرف)

ترجمہ:۔

زید بن حسن رضی اللہ عنہ کی نفیسہ نامی ایک لڑکی تھی جس کا ولید بن عبدالملک بن مروان سے نکاح ہوا۔ اس کے بطن سے ولید کی اولاد ہوئی۔ اور مصر میں انتقال کر گئی۔ وہاں اس صاحبزادی کی قبر ہے۔ اہل مصر اس کو "والست نفیسہ" کہتے ہیں۔ اس کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ ان کے نام کی قسمیں اٹھاتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ عبدالملک بن مروان سے ان کی شادی ہوئی بوقت مرگ یہ حاملہ تھیں۔ لیکن زیادہ صحیح پہلا قول ہے۔ زید بن حسن رضی اللہ عنہ ولید بن عبدالملک کے پاس آیا کرتے تھے۔ وہ انہیں اپنے تخت پر بٹھایا کرتا تھا۔ کیونکہ ان کی بیٹی اس کے گھر میں تھی۔ ایک مرتبہ انہیں ولید نے تیس ہزار درہم یکبارگی دیئے۔

ناسخ التواریخ :-

اما محمد بن مثنی بسرائے جاودانی انتقال نمود و او را فرزندے نبود اما دختران حسن مثنی نخستین زینب او را عبدالملک بن مروان بحبالہ نکاح در آورد۔

(ناسخ التواریخ جلد دوم حالات امام حسن ص ۲۳۶ ذکر احوال ابراہیم ابن حسن مثنیٰ۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :-

بہر حال محمد بن مثنیٰ اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ ان کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ لیکن حسن مثنیٰ کی صاحبزادیاں ان میں سے پہلی بیٹی کا نام زینب تھا عبدالملک بن مروان سے ان کا نکاح ہوا تھا۔

جمہرۃ انساب العرب :-

وَكَانَ لِلْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ مِنَ الْبَنَاتِ زَيْنَبُ شَقِيْقَةُ عَبْدِ اللّٰهِ وَ اِبْرَاهِيْمَ وَالْحَسَنِ تَزَوَّجَهَا الْوَلِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ۔

(۱) جمہرۃ انساب العرب لابن حزم ص ۴۳ ہو لاء ولد الحسن بن حسن۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔

(۲) کتاب نسب قریش لمصعب زبیری ص ۵۲ تحت اولاد حسن مثنیٰ)

ترجمہ:۔

حسن بن حسن کی صاحبزادیوں میں سے ایک کا نام حضرت زینب تھا۔ یہ حضرت عبداللہ، ابراہیم اور حسن کی ہمشیرہ تھیں۔ ولید بن عبدالملک بن مروان نے ان سے شادی کی تھی۔

مقام غور:۔

مذکور رشتہ داریوں کو پڑھنے کے بعد ہر قاری یہ سمجھ جاتا ہے۔ کہ مروان اور اس کی اولاد سے زید ابن حسن اور حسن بن حسن مثنیٰ کی اولاد کی باہم رشتہ داری اسلام اور ایمان کے اتحاد کی بنا پر تھی۔ اگر مروان اور اس کی اولاد فاسق و فاجر یا کافر ہوتی۔ جیسا کہ اہل تشیع کا عقیدہ ہے تو یہ رشتہ داریاں ہرگز نہ ہوتیں۔ کتب شیعہ میں کسی فاسق و منافق کو رشتہ دینا یا اس کا رشتہ لینا کی سخت ممانعت ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ارشاد القلوب:۔

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ زَوَّجَ كَرِيمَتَهُ لِفَاسِقٍ نَزَلَ عَلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ اَلْفُ لَعْنَةٍ۔

(ارشاد القلوب ص ۱۷۴ الباب الحادی والخمسون فی اخبار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الخ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اپنی بچی کی شادی

کسی فاسق سے کی۔ ہر دن بلا ناغہ اس پر ایک ہزار لعنتیں اترتی ہیں۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واضح ارشاد کے ہوتے ہوئے کیا حسن بن مثنیٰ اور زید بن حسن کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو کوئی اہمیت نہ دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور قول سماعت فرمایئے۔

ارشاد القلوب:۔

وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ رَضِيَتْ بِتَزْوِيْجِ فَاسِقٍ هِيَ مُنَافِقَةٌ دُخِلَتْ فِي النَّارِ وَاِذَا مَاتَتْ فُتِحَ فِيْ قَبْرِهَا سَبْعُوْنَ بَابًا مِنَ الْعَذَابِ وَاِنْ قَالَتْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ لَعَنَهَا كُلُّ مَلَكٍ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَغَضِبَ اللهُ عَلَيْهَا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَكَتَبَ اللهُ عَلَيْهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ سَبْعِيْنَ خَطِيْئَةً۔

(ارشاد القلوب ص ۱۷۴۔ الباب الحادی والخمسون فی اخبار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ)

ترجمہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو بھی عورت کسی فاسق کے ساتھ شادی پر رضامند ہوتی ہے۔ وہ منافقہ ہے۔ آگ میں ڈالی جائے گی۔

جب مرے گی۔ اس کی قبر میں ستر دروازے عذاب کے کھول دیئے جائیں گے اگرچہ وہ لا الہ الا اللہ ہی پڑھنے والی کیوں نہ ہو۔ آسمان وزمین کے تمام فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ اس پر اللہ کا غضب دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں روزانہ ستر گناہ کا اضافہ کر دیتا ہے۔

قارئین کرام! سیدہ نفیسہ طاہرہ جو کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی پوتی ہیں۔ ان کی شادی ولید بن عبدالملک بن مروان سے ہوئی۔ (یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ کی پوتی کی شادی مروان کے پوتے کے ساتھ ہوئی ہے) اگر مروان اور اس کی اولاد واقعی فاسق و فاجر اور منافق ہوتے۔ جیسا کہ شیعہ لوگ کہتے ہیں۔ تو حضرات آئمہ اہل بیت کی صاحبزادیاں ان سے کیوں بیاہی جاتیں۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے "درج بالا ارشادات کے پیش نظر ان دختران نیک اختر کی شادی کرنے والوں کو اہل تشیع کیا کہیں گے اور پھر ان خود صاحبزادیوں کے متعلق ان کا کیا فتویٰ ہو گا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اولادِ حسن بھی قابلِ احترام شخصیات تھیں۔ اور مروان بن الحکم اور اس کی اولاد بھی فاسق و فاجر نہ تھے سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ اگر کسی مسلمان کو کوئی پریشانی لاحق ہو۔ تو وہ اِن کے نام کی منت مانے۔ چاہے وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس منت ماننے والے کی پریشانی کو دور فرما دیتا ہے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

طبقات کبریٰ:۔

وَكَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

اِذَا كَانَ لَكَ حَاجَةٌ وَارَدْتَ قَضَاءَهَا فَانْذِرْ لِنَفِيْسَةَ الطَّاهِرَةِ وَلَوْ فَلْسًا فَاِنَّ حَاجَتَكَ تُقْضٰى۔

(طبقات کبریٰ جزء دوم صفحہ نمبر ۶۸
حالات شیخ ابو محمد البو
المواهب مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:۔
میرے شیخ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے مجھے فرمایا جب بھی تجھے کوئی حاجت و ضرورت پیش آئے اور تو چاہے۔ کہ وہ پوری ہو جائے۔ تو نفیسہ طاہرہ کے نام کی نذر ماننا اگرچہ وہ ایک پیسہ کی ہی کیوں نہ ہو۔ تیری حاجت یقیناً پوری کر دی جائے گی۔

اگر مروان ملعون تھا۔ تو اس کے بیٹے سے امام زین العابدین عطیات کیوں قبول کرتے رہے؟

معترض نے اپنے طعن کی بنیاد اس امر پر رکھی تھی۔ کہ مروان بن الحکم ایک بدکردار آدمی تھا۔ لہٰذا اسی کی بدکرداری اور فتنہ و فساد کی آگ نے حضرت عثمان غنی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جس کتاب سے اقتباس پیش کیا تھا۔ اسی کتاب میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے مروان کے ساتھ اچھے تعلقات رہے۔ پھر اس کے بیٹے عبدالملک سے بھی کوئی چپقلش نہ تھی۔ ان خصوصی تعلقات کی بنا پر

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے مروان سے ایک لاکھ درہم بطور قرض لیے۔ لیکن مروان وصیت کر گیا۔ کہ اسے میرے بیٹے عبد الملک امیری وفات کے بعد امام موصوف سے ایک درہم بھی واپس نہ لینا۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

البدایۃ والنہایۃ:۔

وَقَالَ الْاَصْمَعِيُّ لَمْ يَكُنْ لِلْحُسَيْنِ عَقِبٌ اِلَّا مِنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَلَمْ يَكُنْ لِعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ نَسْلٌ اِلَّا مِنَ ابْنِ عَمَّتِهِ الْحَسَنِ فَقَالَ لَهٗ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ لَوِ اتَّخَذْتَ سَوَارِيَ يَكْثُرُ اَوْلَادُكَ فَقَالَ لَيْسَ لِيْ مَا اَتَسَرّٰى بِهٖ فَاَقْرَضَهٗ مِائَةَ اَلْفٍ فَاشْتَرٰى لَهُ السَّوَارِيَ فَوَلَدَتْ لَهٗ وَكَثُرَ نَسْلُهٗ ثُمَّ لَمَّا مَرِضَ مَرْوَانُ اَوْصٰى اَنْ لَّا يُؤْخَذَ مِنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ شَيْءٌ مِمَّا كَانَ اَقْرَضَهٗ فَجَمِيْعُ الْحُسَيْنِيِّيْنَ مِنْ نَسْلِهٖ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد نمبر ۹ ص ۱۰۴-۱۰۵
تذکرہ علی بن الحسین مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

اصمعی کہتا ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد صرف ان کے ایک ہی بیٹے علی بن الحسین (زین العابدین) سے تھی۔ اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

کی نسل صرف آپ کے چچا امام حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے ہی چلی تھی۔
امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ مروان بن الحکم نے کہا۔ آپ کسی لونڈی سے نکاح کر لیں۔ شائد آپ کی اولاد بکثرت ہو جائے۔ امام نے فرمایا۔ میرے پاس اتنا روپیہ کہاں کہ میں لونڈیاں خریدوں۔ اس کے بعد مروان نے امام موصوف کو ایک لاکھ درہم بطور قرض دیا۔ امام نے ایک لونڈی خرید لی۔ اس سے اللہ نے آپ کو اولاد عطا فرمائی۔ اور نسل بکثرت ہو گئی۔ پھر جب مروان بیمار پڑا۔ تو وصیت کر گیا۔ کہ میرے مرنے کے بعد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے ایک درہم بھی واپس نہ لینا۔ تمام حسینی امام زین العابدین کی ہی اولاد ہیں۔

البدایۃ والنہایۃ:۔

وروی المدائنی عن ابراهیم بن محمد عن جعفر بن محمد ان مَرْوَانَ كَانَ اَسْلَفَ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ بَعْدَ مَقْتَلِ اَبِيْهِ الْحُسَيْنِ سِتَّةَ الَافِ دِيْنَارٍ فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ اَوْصٰى اِلَى ابْنِهٖ عَبْدِ الْمَلِكِ اَنْ لَا يَسْتَرْجِعَ مِنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ شَيْئًا فَبَعَثَ اِلَيْهِ عَبْدُ الْمَلِكِ بِذٰلِكَ فَامْتَنَعَ مِنْ قَبُوْلِهَا فَاَلَحَّ عَلَيْهِ فَقَبِلَهَا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۲۵۸ ترجمہ مروان بن الحکم مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) امام جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ مروان بن الحکم نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو قرض دیا۔ یہ واقعہ ان کے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کا ہے۔ امام زین العابدین واپس مدینہ لوٹ آئے۔ یہ قرضہ چھ ہزار دینار تھا۔ پھر جب مروان مرنے لگا۔ تو اپنے بیٹے عبدالملک کو وصیت کی۔ کہ امام موصوف سے ایک درہم بھی واپس نہ لینا۔ عبدالملک نے وصیت کے مطابق ایک آدمی کے ذریعہ امام موصوف تک قرضے کی معافی کا پیغام پہنچایا۔ تو امام موصوف نے اس رعایت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر اصرار کرنے پر آپ راضی ہو گئے۔

طبقات ابن سعد:۔

قَالَ اَخْبَرَنَا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّد عَنْ سَعِیْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ الْمَقْبُرِیِّ قَالَ بَعَثَ الْمُخْتَارُ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ بِمِائَةِ اَلْفٍ فَکَرِہَ اَنْ یَقْبِضَهَا وَخَافَ اَنْ یَرُدَّهَا فَاَخَذَهَا فَاحْتَبَسَهَا عِنْدَهٗ فَلَمَّا قُتِلَ الْمُخْتَارُ کَتَبَ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ اِلٰی عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ اَنَّ الْمُخْتَارَ بَعَثَ اِلَیَّ بِمِائَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ فَکَرِهْتُ اَنْ اَرُدَّهَا وَکَرِهْتُ اَنْ اٰخُذَهَا فَهِیَ عِنْدِیْ فَابْعَثْ مَنْ یَقْبِضُهَا فَکَتَبَ اِلَیْهِ عَبْدُ الْمَلِكِ یَا ابْنَ عَمِّ خُذْهَا

فَقَدْ طَيَّبْتُهَا لَكَ فَقَبِلَهَا۔

(الطبقات الکبری لابن سعد جلد نمبر ۵
ص ۲۱۲ - مطبوعہ بیروت - طبع جدید
تذکرہ علی بن الحسین)

ترجمہ:۔

(بحذف الاسناد) مقبری کہتا ہے۔ کہ مختار نے امام زین العابدین کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے۔ امام نے انہیں قبول کرنا۔ اچھا نہ سمجھا۔ اور ان کی واپسی سے بھی خوف کھایا۔ (کہاں سے ادا کروں گا) بہر حال وہ درہم لے لیے! اور انہیں جُوں کا تُوں رکھ چھوڑا۔ مختار کے قتل ہو جانے کے بعد امام موصوف نے عبد الملک بن مروان کو رقعہ لکھا۔ کہ مختار نے مجھے ایک لاکھ درہم دیئے تھے۔ جواب تک میرے پاس بحفاظت پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے نہ انہیں واپس کرنا مناسب سمجھا۔ اور نہ ہی لے کر استعمال کرنے پر خوش تھا۔ وہ میرے پاس (بطور امانت) پڑے ہوئے ہیں۔ کسی کو بھیج دو۔ تاکہ اپنے قبضہ میں لے لے۔ اس کے جواب میں عبد الملک نے لکھا۔ اے چچیرے بھائی! آپ وہ درہم لے لیں۔ میں نے ان کا استعمال آپ کے لیے پاکیزہ کر دیا۔ (یعنی ہبہ کر دیئے ہیں) تو امام موصوف نے وہ درہم قبول کر لیے۔

لمحۂ فکریہ:۔

عبارات درج بالا سے وضاحت ہو گئی۔ کہ مروان بن الحکم کا حضرت عثمان غنی کے قتل میں کوئی ہاتھ نہ تھا۔ اور اہل تشیع کو اس پر یہ الزام دینا غلط ہے۔ کہ وہ بدکردار اور منافق آدمی تھا۔ کیونکہ اگر مروان کو ایسا مانا جائے۔ تو پھر اس کی قرض دی ہوئی رقم کو امام زین العابدین کا

قبول کرنا امام موصوف پر بہت بڑا اعتراض بن جائے گا۔ پھر اُسی قرض سے امام نے لونڈی خریدی۔ جس سے ان کی نسل چلی۔ گویا۔ تمام اہل بیت اسی قرض سے لی گئی لونڈی کی اولاد ہیں۔

لہٰذا مروان کے متعلق اہلِ تشیع کو اپنے نظریات بدل لینے چاہییں۔ ورنہ ان سے پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ ایک نہیں پوری اہل بیت کے متعلق تم کیا کہتے ہو۔ جن میں حضرات ائمہ بھی شامل ہیں۔ بہتان تراشو! کچھ تو آخرت کی فکر کرو۔ خدا کا خوف نہیں آتا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق تمہارا اعتراض کیا کیا رنگ دکھلا رہا ہے۔ خدا کرے ان ناعاقبت اندیشوں کو ہوش آجائے۔ اور غلط نظریات کو چھوڑ کر صراط مستقیم پر آجائیں۔

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

طعن دوازدہم

حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کی تین دن نعش ہو بے گور و کفن پڑی رہنے کے بعد کوڑا کرکٹ میں کیوں دفن کی گئی؟

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہل تشیع کی ایک معتبر تاریخی کتاب "ناسخ التواریخ" میں ایک طعن مذکور ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کے دورِ خلافت میں بہت سے صحابہ کرام موجود تھے۔ اور وہ تقریباً سبھی ان کی خلافت کو ناپسند کرتے تھے۔ ناپسندیدگی کی دلیل یہ ہے۔ کہ اگر سب حضرات ان کی خلافت سے متفق اور اس کے برحق ہونے کے قائل اور معتقد ہوتے۔ تو انہیں قتل نہ ہونے دیتے۔ لیکن یہ حقیقت ہے۔ کہ عثمان غنی قتل کیے گئے۔ اور پھر حضرات صحابہ کرام نے اپنی مزید ناراضگی کا اظہار ان کے قتل ہونے کے بعد یوں کیا۔ کہ ان کی نعش تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہی۔ تین دن گزرنے کے بعد نماز جنازہ پڑھے بغیر ان کی نعش کو کوڑا کرکٹ میں دفن کر دیا گیا۔ لہٰذا ان واقعات

سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت کے موجود صحابہ کرام کو ان سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ اور نہ ہی ان کی خلافت کو وہ درست تسلیم کرتے تھے؟

جواب:

اوپر ذکر کیے گئے طعن میں چند باتوں کا معترض نے التزام کیا ہے۔ ہم پہلے ان کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اور پھر ایک ایک الزام کا ترتیب وار جواب دیں گے۔

امرِ اوّل:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل ہو جانے پر صحابہ کرام راضی تھے۔ لہٰذا انہوں نے ہی شہید کر دیا

امرِ دوم:

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نعش تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہی۔

امرِ سوم:

تین دن بعد آپ کو نمازِ جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا۔

امرِ چہارم:

بجائے قبرستان کے ان کی تدفین کوڑا کرکٹ کے ڈھیر میں کی گئی۔

امرِ پنجم:

عثمان غنی اگر خلافت کے اہل ہوتے۔ تو صحابہ کرام ان کی حفاظت کرتے

اور قتل ہونے سے حتی الامکان بچاتے۔ مذکورہ طعن کے دراصل یہ پانچ ستون ہیں۔ جن پر طعن کی عمارت کھڑی کی گئی ہے۔ ان امور سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات قطعاً ملوث نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان میں سے کچھ امور تو سرے سے غلط اور جھوٹ پر مبنی ہیں۔ اور کچھ ایسے ہیں۔ کہ جن سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور مرتبہ شہادت ثابت ہوتا ہے۔

امر اوّل کا جواب:

نہ صحابہ کرام عثمان غنی کے قتل ہونے پر خوش تھے نہ قتل میں شریک تھے

حضرات صحابہ کرام کا قتلِ عثمان پر راضی ہونا اور ان کے ایماء سے ان کی شہادت وقوع پذیر ہونا انتہائی دروغ ہے۔ اور صحابہ کرام پر بہتان عظیم سے کم نہیں۔ ابن کثیر سے اس کی حقیقت سنیئے۔

البدایۃ والنہایۃ:

وَ اَمَّا مَا یَذْکُرُہٗ بَعْضُ النَّاسِ مِنْ اَنَّ بَعْضَ الصَّحَابَۃِ اَسْلَمَہٗ وَ رَضِیَ بِقَتْلِہٖ فَھٰذَا لَا یَصِحُّ عَنْ اَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَۃِ اَنَّہٗ رَضِیَ بِقَتْلِ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بَلْ کُلُّھُمْ کَرِھَہٗ وَ مَقَتَہٗ

وَسَبَّ مَنْ فَعَلَهٗ ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۹۸ صفتہ قتلہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

اور بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ کچھ صحابہ کرام نے حضرت عثمان کو خود دشمنوں کے حوالے کیا تھا۔ اور وہ ان کے قتل پر راضی تھے۔ تو یہ بات کسی ایک صحابی سے ہرگز ثابت نہیں۔ کہ وہ حضرت عثمان کے قتل پر راضی تھے بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اس وقت موجود تمام صحابہ کرام نے آپ کے قتل ہونے کو بہت برا جانا۔ اور جن لوگوں نے یہ مکروہ فعل کیا۔ انہیں بہت برا کہا۔

معلوم ہوا۔ کہ صحابہ کرام کے متعلق یہ کہنا کہ ان میں سے بعض قتل عثمان پر خوش تھے قطعاً حق پر مبنی نہیں۔ اور نہ ہی یہ بات ثابت ہے۔ کہ کسی صحابی نے ان کے قتل میں ہاتھ بٹایا۔ اور خوشی کا اظہار کیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کا اصل ذمہ بانی مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔ جس کی تفصیل اور تحقیق ہم با دلائل ذکر کر چکے ہیں۔

امرِ دوم کا جواب:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نعش بھی تو بے گور و کفن پڑی رہی تھی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نعش کا تین دن تک پڑے رہنا اس کی تحقیق تو ہم چند سطور بعد ذکر کریں گے۔ سرِ دست اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے۔ کہ آپ کی نعش کو تین دن تک کسی نے ہاتھ تک نہ لگایا۔ تو اس سے حضرت عثمان غنی پر کون سا اعتراض آ گیا۔ بس یہی کہ اگر آپ عوام میں اس قدر مقبول ہوتے۔ تو اتنے دن بے گور و کفن نہ پڑے رہتے۔ تو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ آپ کی شہادت جن حالات میں ہوئی۔ اور اس وقت جو کیفیت تھی۔ وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ بلووں کا زمانہ تھا۔ بلوائیوں نے ہر طرف ایک آگ سی لگا رکھی تھی۔ لوگ سہمے ہوئے تھے۔ ظلم کا دور دورہ تھا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مظلوم تھے۔ مظلوم پر قبل از وفات یا بعد از وفات کسی طرح بھی ظلم ڈھایا جائے۔ تو وہ اس کے درجات کی بلندی کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومیت میں اضافہ کے سبب ان کے درجات میں اضافہ ہوا نہ یہ کہ ان کی شخصیت پر اعتراضات کی بوچھاڑ آ گئی۔ اسی طرح کا معاملہ میدانِ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ہوا۔ ان کی نعش بھی تین دن تک بے گور و کفن اور بے یار و مددگار پڑی رہی۔ تین دن کے بعد "اہل غاضریہ" نے دفنایا۔ کیا اس وجہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر بھی اعتراض کرو گے۔ ان کی ذات پہ الزام دھرو گے۔ ایسے

ان کی تنقیص کے لیے نشانہ بناؤ گے۔ ممکن ہے۔ کہ معترض وہی بے تکی اور لایعنی باتیں یہاں بھی لکھ ڈالے۔ لیکن حقیقت یہی ہے۔ کہ اس سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات پر کسی قسم کا کوئی الزام واعتراض نہیں آتا۔ بلکہ اس سے ان کی عظمت اور شہادت کو اور جلا ملتی ہے اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جسم اقدس کا بعد از شہادت تین دن تک بے گورو کفن پڑے رہنا ان کی فضیلت اور علو مرتبت کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نعش کا تین دن پڑے رہنا بالکل غلط ہے

معترض نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نعش کے متعلق لکھا۔ کہ وہ تین دن تک بے گورو کفن پڑی رہی۔ بغرض تسلیم ہم نے اس کا جواب ذکر کر دیا۔ لیکن حقیقتِ حال اس کی تائید نہیں کرتی۔ تاریخی شواہد اور دلائل اس کا ساتھ نہیں دیتے آپ کی شہادت اور تدفین کے درمیان صرف چند گھنٹوں کا وقفہ ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

الاصابۃ:

وقتل یوم الجمعۃ عثمان عشرۃ خلت من ذی الحجۃ بعد العصر و دفن لیلۃ السبت بین المغرب العشاء۔

ترجمہ:۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ذوالحجہ کی آٹھویں بروز جمعہ بعداز نماز عصر شہید کیا گیا۔ اور ہفتہ کی رات کو مغرب وعشاء کے درمیان آپ کی تدفین کی گئی۔

معلوم ہوا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نعش کا تین دن تک پڑے رہنا غلط اور بے اصل ہے۔ بلکہ آپ کی شہادت کے بعد دو چار گھنٹے کے اندر اندر آپ کو دفن کر دیا گیا۔

امر سوم کا جواب:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بغیر جنازہ پڑھائے دفن کیا جانا بہتان عظیم ہے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بقول معترض تین دن پڑے رہنے کے بعد نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا۔ اس کی صحت بھی ہمیں تسلیم نہیں۔ بلکہ خود معترض کے حامی اور ہم مذہب بھی اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ یہ بات ہم ذرا چند سطور کے بعد ثابت کریں گے۔ فی الحال اگر بفرض تسلیم ایسا ہی ہوا۔ تو اس کی وجہ صاف معلوم ہے۔ کہ جن بلوائیوں نے آپ کی جان لے لی۔ جن ظالموں نے آپ کو جام شہادت نوش کرا دیا۔ ان کے ظلم کے ہوتے ہوئے ایسا ہونا ممکن ہے۔ لیکن اس میں بھی اعتراض کا کونسا پہلو نکلتا ہے۔ جس پر معترض باچھیں کھلا رہا ہے۔

جیسا کہ چند سطور اوپر ہم نے ذکر کیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بغیر

نماز جنازہ پڑھے دفنایا گیا درست نہیں۔ اس کا اب ثبوت دونوں طرف کی کتب سے ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:

کوکب نام یکے از اصحاب است وحش نام بستان است وایں، بستان در پہلوئے گورستان جہوداں بود۔ عثمان را در آنجا بخاک سپردند۔ وگروہی از انصار آمدند تا نگذارند کس براو نماز گزارد و بروایتی علی علیہ السلام نیز کس فرستاد و رفع مانع فرمود حکیم بن حزام براو نماز گذاشت۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲
ص ۲۶۷ دفن شدن عثمان الخ،
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

کوکب ایک صحابی کا نام ہے۔ اور حش ان کے باغ کا نام تھا۔ یہ باغ یہودیوں کے قبرستان کے قریب تھا۔ حضرت عثمان غنی کو لوگوں نے اس باغ میں سپرد خاک کیا۔ انصار کی ایک جماعت آئی۔ اور لوگوں کو حضرت عثمان رض کی نماز جنازہ پڑھنے سے روکا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو بھیجا تاکہ معاملہ رفع دفع کیا جائے۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

مروج الذہب:

ودفن على ما وصفنا في الموضع المعروف بحش كوكب۔ وهذا الموضع فيه مقابر بني امية ويعرف ايضا بحلة وصلى عليه جبير بن مطعم وحكيم ابن حزام وابوجهم بن حذيفة

(مروج الذہب جلد ۲ ص ۳۴۶ ذکر ذی النورین عثمان بن عفان الخ مطبوعہ بیروت، طبع جدید)

ترجمہ:

اور جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حش کوکب نامی مشہور جگہ سپرد خاک کیا گیا۔ یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں بنی امیّہ کی قبریں ہیں۔ اور اس کو "حلہ" بھی کہتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رض کی نماز جنازہ حضرت جبیر بن معطم، حکیم بن حزام اور ابوجہم بن حذیفہ نے ادا کی۔

تاریخ روضۃ الصفاء:

وچوں از نماز فارغ گشتند سہ کس از رؤسائے انصار بیقیع رسیدہ

نگذاشتند کہ او را در گورستان مسلمانان مدفون سازند بنا بر ضرورت او را در حائطے کہ میان گورستان جہودان و مسلمانان بود بخاک سپردند۔

(تاریخ روضۃ الصفاء جلد ۲ ص ۴۷۶

ذکر خلافت عثمان غنی الخ

مطبوعہ لکھنو طبع قدیم)

ترجمہ:

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر نماز جنازہ پڑھ کر لوگ فارغ ہوئے۔ تو انصار کے تین آدمی جنت البقیع پہنچے۔ اور اس بات کی اجازت نہ دی کہ حضرت عثمان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ اس مجبوری کی وجہ سے انہیں اُس باغ میں سپردِ خاک کیا گیا۔ جو مسلمانوں اور یہودیوں کے قبرستان کے درمیان تھا۔

البدایۃ والنہایۃ:

وَصَلّٰی عَلَیْہِ جُبَیْرُ بْنُ مُطْعِمٍ وَقِیْلَ الزُّبَیْرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَقِیْلَ حُکَیْمُ بْنُ الْحِزَامِ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۹۱ تحت ۳۵ھ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت جبیر بن معطم نے پڑھائی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ آپ کی نماز جنازہ پڑھانے والے حضرت زبیر بن العوام تھے۔

ان دونوں طرف کے حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کی نماز جنازہ پڑھے بغیر ان کو دفنایا گیا تھا۔ بالکل غلط اور بے اصل ہے۔ ان حوالہ جات میں تو ان حضرات کے اسماء گرامی تک بھی ذکر ہوئے۔ جنہوں نے ان کی میت پر نماز جنازہ پڑھی اور حضرات صحابہ کرام نے آپ کی نعش کو اپنے ہاتھوں سے سپرد خاک کیا۔

امر چہارم کا جواب:

کوڑے کرکٹ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تدفین سفید جھوٹ ہے

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوڑا کرکٹ والی جگہ میں دفنانے کی بات کا ضمناً جواب تو ہو چکا ہے۔ جس کی وضاحت یہ ہے۔ کہ معترض نادان نے اپنی جہالت اور مطالعۂ تاریخ سے ناواقفیت کی بنا پر "حش کوکب" کا معنی "کوڑا کرکٹ کی جگہ" سمجھا۔ حالانکہ اس کا معنی یہ نہیں ہے۔ بلکہ "حش" ایک باغ کا نام اور "کوکب" اس کے باغ کے مالک صحابی کا اسم تھا۔ ان دونوں کو ملا کر یہ لفظ مذکور ہوا۔ جس کا معنی یہ بنا۔ کہ "کوکب نامی صحابی کا باغ" اس معنی کو ناسخ التواریخ نے بیان کیا۔ حوالہ پھر سے ملاحظہ کریں۔

ناسخ التواریخ:

کوکب نام یکے از اصحاب است وحش نام بستان است۔ واین

بستان در پہلوئے گورستان جہوداں بود۔ عثمان را در آنجا بخاک سپردند

(۱۔ ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲
ص ۲۶۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ التنبیہ والاشراف ص ۲۵۲،
مطبوعہ قاہرہ طبع جدید)

ترجمہ:

کوکب ایک صحابی کا نام اور حش ان کے باغ کا نام تھا۔ اور یہ باغ یہودیوں کے قبرستان کے قریب واقع ہے۔ اور اس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا۔

تنبیہ:

"حش کوکب،، نامی باغ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دفنانے کے واقعہ کو بعض اہل تشیع غلط رنگ دیکر یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ باغ چونکہ جنت البقیع میں نہ تھا۔ اس لیے اس میں دفنانے کا مطلب یہ ہوا۔ کہ لوگوں نے حضرت عثمان کو جنت البقیع میں دفن ہونے سے روک دیا۔ اور اس کے برخلاف انہیں یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خود کتب شیعہ اس امر کی تصدیق و تائید کرتی ہیں کہ حضرت عثمان کو مسلمانوں اور یہودیوں کے قبرستان کے درمیان ایک حش کوکب نامی باغ میں دفن کیا گیا۔ اوپر حوالہ میں الفاظ یہ ہیں۔ "وایں بستان در پہلوئے گورستان جہوداں بود۔ یہ باغ یہودیوں کے قبرستان کے قریب واقع تھا۔ قریب وجوار میں واقع ہونا اس کا یہ مطلب کیسے لیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ جگہ یہودیوں کے قبرستان

میں شامل تھی۔ تاکہ اس سے یہ نتیجہ برآمد کیا جائے۔ کہ حضرت عثمان کو یہودیوں کے قبرستان میں دفنایا گیا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ آپ کو یہودیوں کے قبرستان کے نزدیک ایک باغ میں سپرد خاک کیا گیا۔

روضۃ الصفاء کی عبارت یہ تھی۔ حائطے کہ میان گورستان جہوداں و مسلمانان بود بخاک سپردند۔

یعنی ایک باغ میں حضرت عثمان کو سپرد خاک کیا گیا۔ یہ باغ یہودیوں کے قبرستان اور مسلمانوں کے قبرستان کے درمیان تھا۔ یہاں بھی وہی بات مذکور ہے۔ کہ یہ باغ کوئی قبرستان نہ تھا۔ کہ اس کو یہودیوں کا قبرستان قرار دے کر دھوکہ دیا جائے۔ بلکہ ایک علیحدہ جگہ تھی۔

یہ باغ وہ تھا۔ کہ جس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں خریدا تھا۔ اور اس غرض سے خریدا تھا۔ کہ جنت البقیع کو وسیع کیا جائے۔ اس باغ اور جنت البقیع کے درمیان ایک دیوار حائل تھی۔ جس کو بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی نے گرا دیا تھا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

الاصابۃ :

وَقُتِلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِثَمَانَ
عَشَرَةَ خَلَتْ مِنْ ذِى الْحَجَّةِ
بَعْدَ الْعَصْرِ وَ دُفِنَ لَيْلَةَ
السَّبْتِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَ الْعِشَآءِ
فِيْ حَشِّ كَوْكَبٍ كَانَ عُثْمَانُ

اِشْتَرَاهُ فَوُسِّعَ بِهِ الْبَقِيْعُ۔

(۱۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ جلد ۲ ص ۴۶۳
حرف العین۔ القسم الاول مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

(۲۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن
اثیر جلد ۲ صفحہ ۳۸۲ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اٹھارہ ذوالحج بروز جمعہ بعد نماز عصر شہید کیا گیا۔ اور ہفتہ کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان انہیں دفن کیا گیا۔ اور ان کی تدفین "حش کوکب" میں عمل میں آئی۔ یہ وہ باغ تھا۔ جسے خود حضرت عثمان نے جنت البقیع کی توسیع کے لیے خریدا تھا۔

معلوم ہوا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ انہیں کوڑا کرکٹ کے ڈھیر میں دفن کیا گیا۔ ایک ایسی کذب بیانی ہے۔ کہ جس کی تردید اور تکذیب کتب تاریخ صراحۃً کر رہی ہیں۔ تاریخی شواہد کے مطابق آپ کو خود اپنے خریدے ہوئے باغ میں دفن کیا گیا۔ جو آپ نے جنت البقیع کی توسیع کے لیے خریدا تھا۔ آپ کو اس باغ میں دفنا کر اسے قبرستان بنانے اور جنت البقیع میں شامل کرنے کی عملی صورت پیش کی گئی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

امر پنجم کا جواب :

بلوا کے دنوں میں صحابہ کرام نے عثمان غنی پر ہر طرح سے ایثار کیا

اعتراض کی شکل یہ تھی۔ کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق نہ سمجھتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے ان کی کوئی مدافعت نہ کی۔ ورنہ وہ شہید نہ ہوتے۔ اعتراض کی یہ شکل اہل تشیع کی لاعلمی اور کتب تاریخ سے عدم واقفیت پر مبنی ہے۔ سُنی شیعہ دونوں کی کتب تاریخ اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں۔ کہ صحابہ کرام نے کئی مرتبہ حضرت عثمان سے اس امر کی اجازت طلب کی۔ کہ انہیں باغیوں کی سرکوبی کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ لیکن حضرت عثمان نے ہر مرتبہ اس امر کی اجازت دینے سے انکار کیا۔ جلیل القدر صحابہ کرام نے اپنے فرزندان ارجمند کو حضرت عثمان کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ اور تاریخ شاہد ہے۔ کہ باغیوں کے حملہ کے وقت یہ حضرات بھی زخمی ہوئے۔ جو آپ کے مکان کا پہرہ دے رہے تھے۔ ان کی، مزاحمت کی وجہ سے باغیوں کو مکان کے دروازے سے اندر آنے کی ہمت نہ ہوئی بالآخر وہ مکان کی چھت پر چڑھ کر حملہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شہادتِ عثمان کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے اپنے فرزند حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے منہ پر طمانچہ تک رسید کر دیا۔ اسی طرح حضرت زبیر و طلحہ نے بھی اپنے اپنے صاحبزادوں کو بُرا بھلا کہا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

جلیل القدر صحابہ نے اپنے فرزندان کرام کو حضرت عثمان کی حفاظت پر مامور فرمایا

مروج الذہب:

فَلَمَّا بَلَغَ عَلِيًّا اَنَّهُمْ يُرِيْدُوْنَ قَتْلَهٗ بَعَثَ بِابْنَيْهِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ مَعَ مَوَالِيْهِ بِالسِّلَاحِ اِلٰى بَابِهٖ لِنُصْرَتِهٖ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّمْنَعُوْهُ مِنْهُمْ وَبَعَثَ الزُّبَيْرُ اِبْنَهٗ عَبْدَاللّٰهِ وَبَعَثَ طَلْحَةُ اِبْنَهٗ مُحَمَّدًا وَاَكْثَرُ اِبْنَاءِ الصَّحَابَةِ اَرْسَلَهُمْ اٰبَاءُهُمْ اِقْتِدَآءً بِمَنْ ذَكَرْنَا فَصَدُّوْهُمْ عَنِ الدَّارِ فَرَمٰى مَنْ وَصَفْنَا بِالسِّهَامِ وَاشْتَبَكَ الْقَوْمُ وَجُرِحَ الْحَسَنُ وَشُجَّ قَنْبَرُ وَجُرِحَ مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ فَخَشِيَ الْقَوْمُ اَنْ يَّتَعَصَّبَ بَنُوْهَاشِمٍ وَبَنُوْ اُمَيَّةَ فَتَرَكُوا الْقَوْمَ فِي الْقِتَالِ عَلَى الْبَابِ......... فَاسْتَرْجَعَ الْقَوْمُ وَدَخَلَ عَلِيٌّ الدَّارَ وَهُوَ كَالْوَالِهِ الْحَزِيْنِ وَقَالَ لِابْنَيْهِ كَيْفَ قُتِلَ اَمِيْرُ

الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَنْتُمَا عَلَی الْبَابِ
وَلَطَمَ الْحَسَنَ وَ ضَرَبَ صَدْرَ الْحُسَیْنِ
وَ شُتِمَ مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَۃَ وَلُعِنَ عَبْدُ اللّٰہِ
ابْنُ الزُّبَیْرِ۔

(۱۔ مروج الذہب جلد دوم ص ۳۴۵ ذکر ذی النورین مطبوعہ بیروت، طبع جدید)
(۲۔ ابن حدید شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۱۶۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کا علم ہوا۔ کہ باغی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے درپے ہیں۔ تو آپ نے اپنے دونوں بیٹوں اور کچھ غلاموں کو اسلحہ دے کر حضرت عثمان رض کے دروازے پر پہرہ دینے کے لیے بھیجا۔ تاکہ ان کی مدد کی جائے۔ اور باغیوں کو روکا جائے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے جناب عبداللہ اور حضرت طلحہ نے اپنے بیٹے محمد کو اور ان کے علاوہ بہت سے دوسرے صحابہ کرام نے اپنے اپنے فرزندان کو اسی مقصد کی خاطر حضرت عثمان کا پہرہ دینے کے لیے متعین فرمایا۔ باغی سبائیوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ اس سے لوگ اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ حضرت امام حسن زخمی ہوئے۔ قنبر کا سر پھٹ گیا۔ محمد بن طلحہ اور کچھ اور لوگ بھی زخمی ہو گئے۔ اس سے لوگوں نے اندازہ لگایا۔ کہ کہیں بنی امیہ اور بنی ہاشم میں تعصب پیدا نہ ہو جائے۔

اس لیے انہوں نے مذکورہ اشخاص کو دروازے پر متعین رکھا ..... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب شہید ہو گئے۔ تو لوگوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ اُدھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے۔ آپ بہت غمزدہ اور پریشان تھے۔ اپنے دونوں بیٹوں کو پوچھا تم دونوں جب دروازے پر مامور تھے۔ تو پھر تمہاری موجودگی میں حضرت عثمان شہید کیونکر ہو گئے۔ امام حسن کے منہ پر طمانچہ مارا حسین کے سینہ میں زور سے ہاتھ مارا۔ ادھر محمد بن طلحہ کو برا بھلا کہا گیا۔ اور عبداللہ بن زبیر کو بھی ملامت کی گئی۔

ابن حدید:

فَاُغْلِقَتِ الْبَابُ وَمَا نَعَهُمُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ وَعَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ الزُّبَیْرِ وَمُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَۃَ وَمَرْوَانُ وَسَعِیْدُ بْنُ الْعَاصِ وَجَمَاعَۃٌ مَعَهُمْ مِنْ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغۃ جلد نمبر ۱
ص ۱۶۷ فی منع عثمان الماء وکیفیۃ
قتلہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

باغی سبائیوں کے حملہ کے پیش نظر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور ان حملہ آوروں کو روکنے کے لیے حضرت امام حسن بن علی، عبداللہ بن الزبیر، محمد بن طلحۃ، مروان سعید بن العاص کے

علاوہ انصار کے دوسرے بہت سے افراد موجود تھے۔ (رضی اللہ عنہم)

ابن میثم:

فَاِنَّ الْقَتْلَ اِمَّا بِفِعْلٍ اَوْ بِقَوْلٍ وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي اَمْرِ عُثْمَانَ اِلَّا اَنَّهُ لَزِمَ بَيْتَهُ وَ الْعَزَلَ عَنْهُ بَعْدَ اَنْ دَافَعَ عَنْهُ طَوِيْلًا بِيَدِهِ وَلِسَانِهِ فَلَمْ يَكُنِ الدَّفْعُ۔

(ابن میثم شرح نہج البلاغۃ جلد نمبر ۴
ص ۳۵۴ شرح کتاب لہ الی
معاویۃ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

قتل یا تو بالفعل ہوتا ہے۔ یا کسی کو قول کے ذریعہ ابھار کر قتل کرایا جاتا ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں کوئی بات منقول نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہوا۔ کہ زبان اور عملی طور پر ایک عرصہ تک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کی مدافعت کی۔ لیکن آخر میں جب یہ ممکن نہ رہا۔ تو آپ ایک طرف ہو گئے۔

☆☆
☆

اکابر صحابہ کرام نے باغیوں سے لڑنے کی اجازت مانگی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کر دیا۔

ناسخ التواریخ:

واگر بخواہد از اعانت او دست باز نگیرم و شر ایں قوم را از و بگردانم پس امام حسن علیہ السلام را گفت اے فرزند بنزدیک عثمان شو و بگوئے پدر من بسوئے تو نگران است و چناں مکشوف می افتد کہ ایں قوم قصد قتل تو دارند اگر خواہی ترا مدد دہیم و ایں قوم را از سرائے تو دور داریم حسن علیہ السلام بنزدیک عثمان آمد و کلمات علی را ابلاغ کرد۔

چناں مکشوف می افتد کہ عثمان ہنوز باور نداشت کہ مردماں بسرائے او در روند و او را بکشتند از یں روئے نخواست کہ زینہاری علی علیہ السلام باشد پس با امام حسن عرض کرد کہ نمی خواہم کہ رنجہ شوی و با ایں قوم رزم دہی و ظفر جوئی چناں خواہم ایں روزہ کہ دارم در خدمت مصطفٰے بگشایم لاجرم حسن علیہ السلام مراجعت کرد۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲
ص ۲۵۹، آمدن علی علیہ السلام بمسجد الخ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جب سبائی باغیوں نے حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کرنے کی ٹھانی

توحضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ان حالات میں فرمایا۔ اگر حضرت عثمان چاہیں۔ تو میں ان کی مدد کرنے پر تل جاؤں۔ اور اس سبائی قوم کو ان کے قریب تک نہ آنے دوں۔ یہ کہہ کر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ بیٹا! حضرت عثمان کے پاس جاؤ۔ اور جا کر کہو۔ کہ میرے والد آپ کی حفاظت کا ارادہ فرماتے ہیں۔ کیونکہ انہیں یہ معلوم ہو چکا ہے۔ کہ لوگ آپ کے قتل کے درپے ہیں۔ اگر تم اجازت دو۔ تو ہم تمہاری مدد کو پہنچیں۔ اور ان سبائی باغیوں کو آپ کے گھر سے دور بھگا دیں۔ یہ پیغام لے کر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی گفتگو ان تک پہنچائی۔

معلوم یہ ہوتا تھا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ابھی تک یہ یقین نہ تھا۔ کہ لوگ ان کے گھر میں داخل ہو کر انہیں قتل کر دیں گے۔ اس وجہ سے انہوں نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو تکلیف دینا گوارا نہ کیا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ واپس تشریف لائے۔ اور انہیں حضرت عثمان نے کہلا بھیجا۔ کہ میں نہیں چاہتا۔ کہ تم اس قوم کے ساتھ جنگ کرو۔ اور ان پر فتح حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ میرا یہ ارادہ ہے۔ کہ میں نے جو روزہ رکھا ہے۔ اس کی افطاری حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ کر کروں۔ یہ سن کر امام حسن رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے آئے۔

طبقات ابن سعد:

قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ عَنْ مُحَمَّدٍ

اِبْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ جَآءَ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ اِلٰی عُثْمَانَ فَقَالَ هٰذِهِ الْاَنْصَارُ بِالْبَابِ یَقُوْلُوْنَ اِنْ شِئْتَ كُنَّا اَنْصَارًا لِلّٰهِ مَرَّتَیْنِ قَالَ فَقَالَ عُثْمَانُ اَمَّا الْقِتَالُ فَلَا۔

(۱۔ طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۷۰
ذکر ما قیل بعثمان فی الخلع الخ
مطبوعہ بیروت طبع جدید)
(۲۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط جزء اول
تحت السنۃ ۳۵ھ الفتنۃ زمن عثمان)

ترجمہ

محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت عثمان کے پاس آئے۔ اور کہا۔ اے عثمان! باہر دروازہ پر انصار کھڑے ہیں۔ اور وہ کہہ رہے ہیں۔ کہ اگر آپ چاہیں تو ہم پہلے کی طرح اب بھی آپ کی مدد کے لیے تیار ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بہرحال لڑائی پر میں خوش نہیں۔

تاریخ خلیفہ:

اِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ یَوْمَئِذٍ مُتَقَلِّدًا سَیْفَهٗ حَتّٰی عَزَمَ عَلَیْهِ عُثْمَانُ اَنْ یَخْرُجَ مَخَافَةً اَنْ یُقْتَلَ۔

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط جلد اول ص ۱۵۱
تحت السنۃ ۳۵ھ الفتنۃ زمن عثمان)

ترجمہ

محاصرہ کے وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار مقابلہ کے لیے گلے میں لٹکا رکھی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں قسم دے کر فرمایا۔ کہ تم چلے جاؤ۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ تم بھی اس فتنہ کی لپیٹ میں آ جاؤ۔

البدایۃ والنہایۃ:

كَانَ الْحِصَارُ مُسْتَمِرًّا مِنْ اَوَاخِرِ ذِي الْقَعْدَةِ اِلٰى يَوْمِ الْجُمُعَةِ الثَّامِنَ عَشَرَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ ۳۵ھ فَلَمَّا كَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ قَالَ عُثْمَانُ لِلَّذِيْنَ عِنْدَهٗ فِي الدَّارِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَكَانُوْا قَرِيْبًا مِنْ سَبْعِ مِائَةٍ فِيْهِمْ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ وَالْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ وَ مَرْوَانُ وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ وَخَلْقٌ مِنْ مَوَالِيْهِ وَلَوْ تَرَكَهُمْ لَمَنَعُوْهُ فَقَالَ لَهُمْ اُقْسِمُ عَلٰى مَنْ لِيْ عَلَيْهِ حَقٌّ اَنْ يَكُفَّ يَدَهٗ وَ اَنْ يَنْطَلِقَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ وَعِنْدَهٗ مِنْ اَعْيَانِ الصَّحَابَةِ وَ اَبْنَآءِ هِمْ جَمٌّ غَفِيْرٌ وَقَالَ لِرَقِيْقِهٖ مَنْ اَغْمَدَ سَيْفَهٗ فَهُوَ حُرٌّ وَكَانَ سَبَبُ ذٰلِكَ اَنَّ عُثْمَانَ رَاٰى فِي الْمَنَامِ رُؤْيَا دَلَّتْ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَلٰی اِقْتِرَابِ اَجَلِہٖ فَاسْتَسْلَمَ لِاَمْرِ اللّٰہِ رِجَاۤءً مَوْعُوْدَۃً وَشَوْقًا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ...... دَخَلَ عَلَیْہِ کَثِیْرُ بْنُ الصَّلْتِ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اُخْرُجْ فَاجْلِسْ بِالْفَنَاءِ فَیَرٰی النَّاسُ وَجْھَکَ فَاِنَّکَ اِنْ فَعَلْتَ اِرْتَدَعُوْا فَضَحِکَ وَقَالَ یَا کَثِیْرُ رَاَیْتُ الْبَارِحَۃَ وَ کَاَنِّیْ دَخَلْتُ عَلٰی نَبِیِّ اللّٰہِ وَعِنْدَہٗ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ اِرْجِعْ فَاِنَّکَ مُفْطِرٌ عِنْدِیْ غَدًا ثُمَّ قَالَ عُثْمَانُ وَلَنْ تَغِیْبَ الشَّمْسُ وَاللّٰہِ غَدًا اَوْ کَذَا وَکَذَا اِلَّا وَاَنَا مِنْ اَھْلِ الْاٰخِرَۃِ۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۸۱، ۱۸۲
ذکر حضرت امیر المومنین
عثمان مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاں تقریباً سات سو انصار و مہاجرین ۳۵ھ میں ذوالقعدۃ کی آخری تاریخوں سے لے کر ۱۸ ذوالحجہ بروز جمعۃ المبارک تک محصور رہے۔ ان حضرات میں حضرت عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن الزبیر، حسن، حسین، مروان، ابو ہریرۃ اور ان کے بہت سے غلام بھی تھے (رضی اللہ عنہم) اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کو اپنے دفاع کی اجازت

دیتے۔ تو یہ سبائی بلوائیوں کا اچھی طرح دفاع کر سکتے تھے۔ لیکن حضرت عثمان نے انہیں اپنے حق کی قسم دے کر فرمایا۔ کہ تم نے کسی پر ہاتھ نہیں اٹھانا۔ اور یہ کہ ہر شخص اپنے اپنے گھر چلا جائے۔ اس وقت آپ کے ہاں اکابر صحابہ کرام اور ان کے فرزندان ارجمند کا ایک بہت بڑا ہجوم تھا۔ آپ نے اپنے غلاموں سے بھی فرما دیا۔ تم میں سے جو اپنی تلوار کو نیام میں ڈال دے گا۔ اور باغیوں سے لڑنے سے رک جائے گا۔ وہ آزاد ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کی وجہ اور اصل سبب یہ تھا۔ کہ انہوں نے ایک ایسا خواب دیکھا تھا۔ کہ جس سے انہیں اپنی موت کے قریب ہونے کی نشاندہی ملی تھی۔ اس بنا پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے سپرد ہو جانے کو اولیت دی۔ تاکہ جو کچھ وعدہ دیا گیا تھا۔ وہ مل جائے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے بہرور ہوا جائے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت کثیر بن الصلت آئے۔ اور کہا۔ اے امیر المؤمنین! باہر کھلے میدان میں تشریف لائیے۔ لوگ آپ کے چہرۂ نورانی کی زیارت کریں۔ اگر آپ نے میری درخواست قبول فرمالی۔ اور سرِ عام دیدار کرا دیا۔ تو باہر کھڑے باغی سبھی لوٹ جائیں گے۔ یہ سُن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسکرا دیئے۔ اور فرمایا۔ اے ابن الصلت! میں نے گزشتہ رات حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ کے پاس ابو بکر صدیق اور عمر فاروق بھی بیٹھے تھے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا۔ عثمان! واپس چلے جاؤ۔ کل تمہاری افطاری ہمارے پاس ہو گی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابن الصلت سے فرمایا۔

خدا کی قسم! کل غروب ہونے سے قبل ہی میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ (شہید ہو جاؤں گا۔)

شہادت عثمان کے وقت حضرت علی المرتضٰی رضی کی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی

البدایہ والنہایہ:

رَوَی الرَّبِیْعُ بْنُ بَدْرٍ عَنْ سَیَّارِ بْنِ سَلَامَۃَ عَنْ اَبِی الْعَالِیَۃِ اَنَّ عَلِیًّا دَخَلَ عَلٰی عُثْمَانَ فَوَقَعَ عَلَیْہِ وَجَعَلَ یَبْکِیْ حَتّٰی ظَنُّوْا اَنَّہٗ سَیَلْحَقُ بِہٖ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ یَوْمَ قُتِلَ عُثْمَانُ وَاللّٰہِ مَا قَتَلْتُ وَلَا اَمَرْتُ وَلٰکِنِّیْ غُلِبْتُ وَرَوَاہُ غَیْرُ لَیْثٍ عَنْ طَاؤسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِہٖ وَقَالَ الثَّوْرِیُّ وَغَیْرُہٗ عَنْ لَیْثٍ عَنْ طَاؤسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ سَیَلْحَقُ عَنْ عَلِیٍّ نَحْوَہٗ وَقَالَ حَبِیْبُ بْنُ اَبِی الْعَالِیَۃِ عَنْ مُجَاھِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ اِنْ شَآءَ النَّاسُ حَلَفْتُ لَھُمْ عِنْدَ مَقَامِ اِبْرَاھِیْمَ بِاللّٰہِ مَا قَتَلْتُ عُثْمَانَ

وَلَا اَمَرْتُ بِقَتْلِهٖ وَلَقَدْ نَهَيْتُهُمْ فَعَصَوْنِىْ ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۹۲ ذکر صفتہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ

ابوالعالیہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ شہادتِ عثمان کے بعد ان کی نعش پر آئے۔ حتیٰ کہ آپ ان پر گر پڑے۔ اور اس قدر روئے کہ لوگوں نے سمجھا شاید قریب المرگ ہو گئے۔ حضرت سفیان ثوری وغیرہ نے حضرت لیث اور انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن فرمایا اللہ کی قسم میں نے انہیں قتل نہیں کیا اور نہ ہی اس کا حکم دیا اور بلکہ میں مغلوب ہوا اور روایت کیا ہے اس کو لیث کے علاوہ طاؤس نے انہوں نے حضرت ابن عباس سے اور انہوں نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت ذکر کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔ اگر لوگ چاہیں تو میں مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر اللہ کی قسم اٹھا کر یہ کہنے کو تیار ہوں۔ کہ نہ تو میں نے حضرت عثمان کو قتل کیا۔ نہ ان کے قتل کا کسی کو کہا۔ بلکہ میں تو لوگوں کو ان کے قتل سے منع کرتا رہا۔ لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی۔ (اور قتل کر دیا۔)

قتلِ عثمان سے حضرت علی المرتضٰے کی براءت اور قاتلوں کے لیے ہلاکت کی بددُعا

امالی طوسی:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنْ شَآءَ النَّاسُ قُمْتُ لَهُمْ خَلْفَ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ فَحَلَفْتُ لَهُمْ بِاللّٰهِ مَا قَتَلْتُ عُثْمَانَ وَلَا اَمَرْتُ بِقَتْلِهِ وَلَقَدْ نَهَيْتُهُمْ فَعَصَوْنِيْ۔

(امالی شیخ طوسی جلد ۲ صفحہ نمبر ۳۲۵ الجزء العاشر۔ مطبوعہ قم ایران طبع جدید)

ترجمہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضرت علی نے فرمایا۔ اگر لوگ خواہش کریں۔ تو میں مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہو کر اللہ کی قسم کھا کر کہنے کو تیار ہوں۔ کہ نہ تو میں نے حضرت عثمان کو قتل کیا۔ اور نہ ہی ان کے قتل کا کسی کو حکم دیا۔ میں تو انہیں منع کرتا رہا لیکن وہ باز نہ آئے۔

﴿

مروج الذہب:

ثُمَّ نَادٰی عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ طَلْحَةَ حِیْنَ رَجَعَ الزُّبَیْرُ یَا اَبَا مُحَمَّدٍ مَا الَّذِیْ اَخْرَجَكَ قَالَ الطَّلَبُ بِدَمِ عُثْمَانَ قَالَ عَلِیٌّ قَاتَلَ اللّٰهُ اَوْلَادَنَا بِدَمِ عُثْمَانَ۔

(مروج الذہب جلد ص ۳۶۴ ذکر خطبۃ لعلی قبل الالتحام مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جنگ سے روگردانی کی۔ تو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ کو آواز دی۔ اے ابو محمد! انہیں کس چیز نے جنگ کرنے کے لیے باہر نکلنے پر مجبور کیا۔ حضرت طلحہ نے جواب دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ناحق خون کا مطالبہ لے کر میں جنگ کرنے نکلا ہوں۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو شخص بھی ہم میں سے خونِ عثمان سے قریب ہو (ملوث ہو) اللہ اسے تباہ کرے۔

الحاصل:

طعن مذکور میں امر پنجم کا جواب ہم نے کافی تفصیل سے ذکر کیا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ کتب اہل سنت اور کتب اہل تشیع دونوں کی متفقہ رائے ہے۔ کہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت میں حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوری پوری مدد کی۔ اور باغیوں کی سرکوبی کی اجازت مانگی۔ لیکن آپ نے انہیں اجازت نہ دی۔

حضرات صحابہ کرام نے ان کی حفاظت کے لیے اپنے بیٹوں کو بطور پہرہ دار مقرر فرمایا۔ اور شہادت کی خبر سننے پر اُن کو ان کے والد صاحبان نے سخت ملامت کی۔ اور تھپڑ تک رسید کیے۔

یہ سب حضرات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اشارے کے منتظر تھے کہ آپ اشارہ فرمائیں۔ ہم ان سبائی باغیوں کا مقابلہ کریں۔ لیکن آپ نے صرف اپنا خواب مدنظر رکھا۔ اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق روزہ کی افطاری آپ کے ہاں کرنا تھی۔ اس لیے آپ اگر اجازت دے بھی دیتے۔ تو بھی آپ کی شہادت رُک نہ سکتی تھی۔ اس لیے آپ نے اپنا سفر جاری رکھا۔ اور مسلمانوں کو بہت بڑے خون خرابے میں پڑنے سے بچاتے تشریف لے گئے۔ خود حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی۔ لیکن امام حسن رضی اللہ عنہ کے ذریعہ پیغام بھجوا دیا۔ کہ میں اس میں خوش نہیں ہوں۔

نوٹ:

شیعہ مورخ مرزا تقی نے ایک بات اپنی شیعی فطرت سے مغلوب ہو کر لکھ دی۔ وہ یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو چکا تھا۔ کہ میں نے قتل تو ہو ہی جانا ہے اس لیے حضرت علی المرتضےٰ کا احسان کیوں اٹھاؤں۔ تو یہ اس مؤرخ کے دل کا ناسور ہے۔ جو پھٹ کر کاغذ پر بکھر گیا۔ اگر یہی حقیقت ہوتی۔ تو اس خواب کا کیا بنے گا۔ کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو کل اپنے ہاں روزہ افطار کرنے کی خوشخبری دی تھی۔ اور حضرت عثمان نے خود اس امر کی وضاحت بھی فرما دی تھی۔

انہی حوالہ جات سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ اہل تشیع کا یہ کہنا کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ناراض تھے۔ اور اس ناراضگی کی بنا پر آپ چاہتے تھے۔ کہ عثمان کا جلد خاتمہ ہو جائے۔ اور میری خلافت قائم ہو جائے یہ بھی سراسر غلط اور بے بنیاد بات ہے۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ تو بیت اللہ میں کھڑے ہو کر مقام ابراہیم پر اس بات کی قسم اٹھانے کو تیار ہیں۔ کہ نہ انہوں نے خود حضرت عثمان کو قتل کیا۔ اور نہ ہی ان کے قتل میں ان کا مشورہ اور حکم تھا۔ بلکہ شہادت حضرت عثمان کے بعد حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو اس قدر صدمہ ہوا۔ کہ ان کی نعش پر گر پڑے۔ اور رو رو کر ہلکان ہو گئے۔ یہ سب باتیں اس امر کی واضح دلیل ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو شہادت عثمان کا انتہائی صدمہ تھا۔ اور وہ اس کو کسی طور پر بھی اپنے لیے باعث مسرت نہ سمجھتے تھے۔

کیا شہادت پانا "ناحق" ہونے کی دلیل ہے؟

اس سلسلہ کی آخری بات یہ کہنا ہے۔ کہ شیعہ لوگ یہ بھی کہنے سے شرماتے نہیں کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق ہوتے۔ تو صحابہ کرام انہیں شہید نہ ہونے دیتے۔ یہ بات نہایت بے وزن اور نامعقول ہے۔

اس بات کی نامعقولی کی وجہ یہ ہے۔ کہ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے۔ کہ خلیفہ "برحق" وہ ہوتا ہے۔ یا حق پر وہ آدمی ہوتا ہے۔ کہ جس کو اس کے ساتھی شہید ہونے سے بچا لیں۔ اگر کسی کے ساتھی اس کی شہادت کو روک نہ سکیں۔ تو وہ آدمی حق پر نہیں ہوتا۔ تو ہم اس قانون اور اصل کو لے کر تمام شیعہ لوگوں سے یہ دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ اس کی زد میں تو تمہارے عقائد کے مطابق تمام ائمہ اہل بیت

آجاتے ہیں۔ کیونکہ تمہارے بڑے یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ امام کوئی بھی ایسا نہیں گزرا۔ جو طبعی موت امرا ہو۔ بلکہ سبھی نے جامِ شہادت نوش کیا ہے۔ چلو یہ ادّعا نہ سہی لیکن یہ تو حقیقت ہے۔ کہ تمام اماموں کے جدامجد اور امام اوّل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ کوفہ کی جامع مسجد میں آپ کی شہادت ہوئی اسی واقعہ کی نسبت سے کوفہ کے متعلق اہلِ تشیع کا عقیدہ ہے۔ کہ دنیا کی کوئی جگہ اس جیسی عظمت و احترام کی حامل نہیں ہے۔ یہی وہ شہر ہے۔ جہاں حضرت علی المرتضیٰ رض کے نام لیوا اور اپنے آپ کو ان کا شیعہ کہلانے والے دو چار نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے۔ تو ان "شیعانِ علی" کی موجودگی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا جامِ شہادت نوش فرمالینا اسی قانون واصل کے تحت ان کے "امامِ ناحق" ہونے کی دلیل ہو گی۔ اس سلسلہ میں جو جواب تمہارا وہی جواب حضرت عثمان کی شہادت کے متعلق ہمارا ہے۔ اگر اسی اعتراض سے حضرت عثمان کو مطعون بنانے کی سعی کی گئی ہے۔ تو یہی طعن حضرت علی المرتضیٰ پر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور قبول کرنے کی صلاحیت اور توفیق و ہمت عطا فرما دے۔ آمین

ہمارا عقیدہ اس سلسلہ میں کس قدر واضح ہے۔ یعنی یہ کہ شہادت کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درجات بلند ہوئے۔ اسی وصف نے حضرت عثمان کی عظمت و رفعت کو اُجاگر فرمایا۔ آپ کی شہادت بیک وقت کئی خوبیوں اور اوصاف کی آئینہ دار ہے۔

۱۔ جمعہ کا دن نصیب ہوا۔

۲۔ تلاوتِ قرآن پاک کے دوران شہادت واقع ہوئی۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق ہوئی۔

۴۔ دورانِ شہادت کسی کا بھی خون ماسوائے آپ کے قرآن پر نہ گرا

۵ ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ پاک میں واقع ہوئی۔

۶ ۔ روزہ کے دوران یہ واقعہ پیش آیا۔

۷ ۔ سورۃ البقرہ کی آیات کی پوری پوری مصداق بنی۔ آیت یہ ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ۔ اَلَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔

ترجمہ: ہم تمہیں کچھ خوف، بھوک، مال کے نقصان، جانی نقصان، پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے۔ اور آپ صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجیے۔ وہ کہ جب کبھی انہیں کوئی مصیبت آ چھوتی ہے۔ تو ان کی زبان پر یہی بات ہوتی ہے۔ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ جن پر ان کے رب کی لگاتار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

نوٹ: ایک ضروری مناسبت کی وجہ سے درج ذیل مضمون کو یہاں سے اٹھا کر دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ جو میری تصنیف ہے اس کی دوسری جلد میں منتقل کر دیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا انجام

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سراسر ظلماً شہید کیا گیا۔ آپ کی شہادت مظلومیت کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھی۔ قرآن کریم نے ظالموں کے انجام کی جو نشاندہی کی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ و قطع دابر القوم الذین ظلموا۔ یعنی ظلم کرنے والوں

روحانی ارشاد اور ایمانی بیان

پیر طریقت راہبر شریعت شیخ المشائخ حضرت قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب ۔ مدظلہ اللہ زیب سجادہ آستانہ عالیہ نقشبندیہ حضرت حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

گزشتہ اوراق میں اہل تشیع کی طرف سے کیے گئے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذوات عالیہ پر مطاعن، گستاخیاں اور بے بنیاد الزامات اور ان کے کافی وشافی جوابات مذکور ہوئے۔ انہی میں سے ایک الزام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں تھا۔ کہ

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو راستہ میں اس غرض سے کھڑا دیکھا۔ کہ کفار مکہ اور دشمنانِ مصطفےٰ کو لمحہ بہ لمحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رپورٹ پہنچائے اور جاسوسی کے فرائض سرانجام دے۔ تو آپ نے کفار کی اس سازش کو ناکام بنانے کے لیے یہ حربہ استعمال کیا۔ کہ ابوبکر کو پکڑا اور سفرِ ہجرت میں زبردستی ان کو ساتھ لے لیا لہٰذا ایسا شخص "یارِ غار" اور "رفیقِ سفر" وغیرہ ایسے القاب کا مستحق کب ہو سکتا ہے الخ؟

میں اس لغو اور باطل الزام کے سلسلہ میں عرض کرتا ہوں۔ کہ ہم سادات اور ہمارے جد اعلیٰ علی رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں عقیدہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس سفرِ ہجرت کی وجہ سے اللہ رب العزت نے وہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا وہ سعادت اور خوش نصیبی عطا فرمائی۔ کہ جس کی تمنا کرتے ہوئے سیدنا فاروق اعظم رضی

نے فرمایا۔ میری ساری زندگی کی نیکیاں لے کر اگر ابوبکر صدیق اُن کے بدلے میں صرف ہجرت کی رات کی نیکی دے دیں۔ تو میں یہ سودا کرنے کے لیے بے تاب ہوں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ تمنا کیوں نہ کرتے۔ آخر انہیں یہ معلوم ہی تھا۔ کہ ہجرت کے سفر کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا تھا۔ استصحب ابا بکر۔ ابوبکر کو اپنے سفر میں ساتھ لے لو۔ سیدنا امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ سے مروی تفسیر میں ایک حدیث اس موضوع پر یوں موجود ہے۔

تفسیر امام حسن عسکری: لَا جَرَمَ اَنْ اَطْلَعَ اللّٰہُ عَلٰی قَلْبِکَ وَوَجَدَ مَا فِیْہِ مُوَافِقًا بِمَا جَرٰی عَلٰی لِسَانِکَ جَعَلَکَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ۔

(تفسیر امام حسن عسکری ص ۱۶۴ مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:

اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے تیرے قلبی خیالات اور دلی تصورات کو بخوبی جانا۔ اور جو کچھ تمہاری زبان پر ہے۔ وہ تمہارے دل کے خیالات کا ترجمان ہے۔ دونوں میں گہری موافقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے میرے لیے اس قدر اہم اور تعلق دار بنا دیا جس طرح جسم انسانی کے ساتھ آنکھ، سر اور کان کا معاملہ ہے۔

قارئین کرام! امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی شخصیت وہ مسلّمہ شخصیت ہے۔ جسے اہل تشیع بھی اپنا امام اور راہنما مانتے ہیں۔ آپ کا ارشاد گرامی کتنا عظیم اور فصاحت و بلاغت سے لبریز ہے۔ اور اس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کو کس انوکھے انداز میں بیان کیا گیا۔ سچ ہے۔ کَلَامُ الْاِمَامِ اِمَامُ الْکَلَامِ (امامت کی گفت۔ گو اور ان کے اقوال دوسرے لوگوں کے اقوال کے امام ہوتے

ہیں۔ اہل تشیع یہ کہیں اور الزام دھریں۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جاسوسی کی خاطر راستہ میں کھڑے تھے۔ لیکن امام موصوف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے اپنا عقیدہ بیان فرمائیں۔ کہ صدیق اکبر کا ظاہر و باطن اللہ کے ہاں ایک تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی محبت اور جاں نثاری بے مثل تھی۔ ہمارے جد اعلیٰ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جسم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بمنزلہ آنکھ، کان اور سر قرار دیں۔ اور ان کے "نام لیوا" اور اپنے متعلق "محب اہلبیت" کا دعویٰ کرنے والے انہیں جاسوس کہیں۔ یہ جھوٹ اور بے دینی نہیں تو اور کیا ہے؟

حقیقت یہی ہے۔ جو ہمارے جد اعلیٰ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ بھی بالکل عیاں ہے۔ کہ ان نام نہاد "شیعان علی" کو نہ تو اپنے ائمہ کے اقوال کا اعتبار ہے۔ اور آنکھوں پر عداوت اور بغض کی پٹی بندھی ہونے کی وجہ نہ ہی انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ رب العزت کے ارشادات نظر آتے ہیں۔

ہمارا یہ روحانی سلسلہ بیعت (یعنی دربار عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کا سلسلہ) نقشبندیہ ہے۔ جو تمام سلاسل روحانی میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ اور بواسطہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہے۔ چنانچہ میں اور میرے خاندان کے تمام افراد دوہری نسبت رکھنے والے ہیں۔ نسبی طور پر ہمیں فخر ہے۔ کہ مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔ اور روحانی طور پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہمارے مربی اور مرشد کامل ہیں۔ اسی لیے اس آستانہ عالیہ سے صحیح تعلق اسی شخص کا ہو سکتا ہے۔ جو ایک طرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تعلیم و توقیر کرتا ہو۔ اور دوسری طرف شہنشاہ صداقت، رفیق نبوت یار غار اور مدفون پہلوئے پیغمبر جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت سے اپنے قلب کو زندگی بخشتا ہو۔ اگر احترام صدیق اور محبت

بغض۔ سے دل خالی ہے۔ تو ایسے بے معتبر چھلکے کا ہمارے آستانہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

میں دعاگو ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس دورِ فانی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی کی محبت سے لبریز دل عطا فرمائے۔ اور بروزِ حشر ان کی رفاقت عطا فرمائے۔ اور ان کی شفاعت سے ہماری نجات ہو جائے۔ اور یوں دنیا و آخرت میں باعزت ہو جائیں۔

اللھم تقبل منا واعط ما سألناك بجاہ حبیبك وحبیب حبیبك واولیائك وصلی اللہ علیہ رسولہ والہ واصحابہ اجمعین

سید محمد باقر علی شاہ۔

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف۔ ضلع گوجرانوالہ۔

ایک ضروری وضاحت

جب فرقہ شیعہ کی تردید میں میں نے قلم اٹھایا تو کتاب کا نام تحفہ جعفریہ رکھا اور خیال تھا کہ چار جلدوں کے اندر اندر سب کام سمیٹ لیا جائے گا۔ لیکن جیسے جیسے آگے چلے۔ اس شیعہ فرقہ کی شاخیں اور عقائد باطلہ اتنی کثرت کے ساتھ سامنے آئے کہ جس کا پورا کرنا پندرہ سولہ جلدوں سے کم جلدوں میں نہیں سما سکتا تھا۔ پھر پیری و مرشدی قبلہ پیر سید باقر علی شاہ صاحب کے حکم کے مطابق سولہ جلدوں میں مکمل کرنی پڑی کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا کہ یہ وہبی خزانہ ارواح قدسیہ نقشبندیہ کی طرف سے آرہا ہے اس کو بند ہرگز نہیں کرنا بلکہ جہاں تک ان کے عقائد باطلہ سامنے آتے جائیں۔ ان کا قلع قمع کرتے چلے جائیں آپ کا حافظ و ناصر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ارواح روحانیہ نقشبندیہ ہوں گے۔ لہٰذا درج ذیل سولہ ۱۶ جلدوں کا اجمالی خاکہ ملاحظہ فرمائیں۔

تحفہ جعفریہ جلد اول میں قرآن و حدیث اور کتب شیعہ سے خلفاء راشدین کی خلافت حقہ اور ان کے فضائل ثابت کیے گئے ہیں۔ تحفہ جعفریہ جلد دوم میں خلفاء راشدین اور سیدنا امیر معاویہ رضی کے اہل بیت کے ساتھ نسبی تعلقات بیان کیے گئے ہیں۔ تحفہ جعفریہ جلد سوم۔ چہارم، پنجم میں خلفاء راشدین اور امیر معاویہ رضی کی ذات پر اعتراضات کے دندان شکن جوابات دیئے گئے ہیں

عقائد جعفریہ جلد اول میں اللہ تعالیٰ، انبیاء علیہم السلام اور ائمہ اہل بیت کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں اور اللہ تعالیٰ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت کی طرف سے شیعوں پر پھٹکار۔ عقائد جعفریہ جلد دوم مسئلہ امامت کے متعلق شیعوں کا عقیدہ اور ان کے تمام عقائد کی دندان شکن تردید اور امامت یزید کے متعلق اعتراضات کے جوابات۔ عقائد جعفریہ جلد سوم

کلمۂ اسلام اور کلمہ اہل تشیع میں فرق۔ تحریفِ قرآن کا ثبوت معتبر کتب شیعہ سے اور تحریفِ قرآن کے متعلق مکمل بحث۔ کہ جس میں جملہ اعتراضات کے دندان شکن جوابات دیئے گئے ہیں۔

عقائد جعفریہ جلد چہارم۔ دلائل قاہرہ سے تقیہ کی تردید۔ جنازہ رسول علیہ السلام کی تحقیقی بحث بارہ ائمہ اہل بیت کے مناقب از کتب اہل سنت۔

فقہ جعفریہ جلد اول۔ کتاب الطہارت سے لے کر کتاب النکاح تک کے جملہ مسائل فقہ جعفریہ کے من گھڑت ہونے کا تاریخی و شرعی ثبوت۔ فقہ جعفریہ جلد دوم۔ فقہ جعفریہ میں مسائل نکاح جو کہ عقلاً، نقلاً مردود ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ متعہ کی تردید اور اثیر جاڑوی کے رسالہ جواز متعہ کی مکمل تردید شیعہ لوگوں کے نزدیک متعہ کے فضائل۔ فقہ جعفریہ جلد سوم۔ ماتم پر شیعہ لوگوں کے تمام دلائل کے دندان شکن جوابات اور ماتم کی تردید پر معتبر کتب شیعہ سے دلائل اور غلام حسین نجفی شیعی کی کتاب "ماتم اور صحابہ" کا لفظاً بلفظاً مکمل رد۔ فقہ جعفریہ جلد چہارم۔ فقہ حنفی پر اصولی اور فروعی اعتراضات کے دندان شکن جوابات۔ اس کے علاوہ حقیقت فقہ حنفیہ مصنفہ غلام حسین نجفی کے جملہ اعتراضات کے بالترتیب مفصل اور مدلل جوابات۔ اور امام اعظم پر جملہ اعتراضات کے جوابات۔ اور پھر کتب شیعہ سے امام ابو حنیفہ کے مناقب و فضائل۔ **نور العینین فی ایمان آبائی سید الکونین**

اس کتاب میں غلام حسین نجفی کے اعتراض "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین امام ابو حنیفہ کے نزدیک کافر ہیں،، کا مفصل جواب اور آپ کے آباؤ اجداد تا آدم ؑ کے مومن و موحد ہونے پر دلائل قاہرہ سے اثبات اور ان پر جملہ اعتراضات کے جوابات:۔ **دشمنانِ امیر معاویہ رض کا علمی محاسبہ**: اس کتاب میں مودودی محمود ہزاروی المعروف محدث ہزاروی حویلیاں اور مولوی عبد الرحیم اور عبد القیوم دیوبندی، وحید الزمان اہل حدیث کے جملہ اعتراضات کے دندان شکن جوابات اور اس کے علاوہ قاتلانِ عثمان رض کا حشر بھی تفصیل و تحقیق سے ذکر کیا گیا ہے۔ اور طاہر القادری کی امیر معاویہ رض کی شان میں گستاخی کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ صائم چشتی کے جملہ عقائد باطلہ کی مفصل تردید کی گئی ہے۔

تمت بالخیر (مصنف)